

مولانا احمد رضا خان
کی
عربی زبان وادب میں خدمات

مقالہ
برائے ایم فل (عربی)

ڈاکٹر محمود حسین بریلوی





ناشر: ادارہ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل (کراچی پاکستان)

8/065

نام کتاب	:	مولانا احمد رضا خان کی عربی زبان وادب میں خدمات
مصنف	:	ڈاکٹر محمود حسین بریلوی (مقالہ ایم۔فل)
ناشر	:	ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل، کراچی، پاکستان www.imamahmadraza.net
سنِ اشاعت	:	۱۴۲۷ھ/2006ء
صفحات	:	324
تعداد	:	1000
قیمت	:	160 روپے

ملنے کا پتہ

۱۔ ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل، ۲۵۔ جاپان مینشن، رضا چوک (ریگل)، صدر، کراچی، پاکستان (فون: 0092-21-2725150)

۲۔ مکتبۂ قادریہ، داتا گنج بخش روڈ، لاہور

۳۔ مکتبۂ نبویہ، داتا گنج بخش روڈ، لاہور



فہرست

﴿باب اول﴾

ہندوستان میں عربی زبان وادب کا ارتقاء

﴿باب دوم﴾

امام احمد رضا...... شخصیت کے آئینے میں

...... بریلی کا پس منظر

...... آباء واجداد

...... سعید اللہ خان

...... سعادت یار خاں

...... محمد اعظم خاں

...... کاظم علی خاں

...... رضا علی خاں

...... نقی علی خان

...... احمد رضا خاں (رحمہم اللہ)

...... عہد طفلی

...... حلیہ

...... لباس

...... غذا

...... اہلِ دول سے اجتناب

...... تصلب فی الدین

...... تعلیم

...... عقد مسنون

﴿باب سوم﴾

امام احمد رضا......ان کے معاصر علماء

﴿باب چہارم﴾



﴿باب پنجم﴾

امام احمد رضا...... ہندوستان میں عربی زبان وادب کا عبقری

﴿باب ششم﴾
امام احمد رضا......تصنیفات ونوادرات کی روشنی میں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اظہار تشکر

میں اپنی اس پیش کش کو والد گرامی الحاج محمد سعید احمد صاحب اور عم محترم عالی جناب ڈاکٹر احمد جیلانی صاحب کے نام معنون کرنے میں فخر محسوس کر رہا ہوں جن کی زندگی شاعر مشرق علامہ اقبال کے اس مصرع کی عملی تصویر ہے ۔

چیتے کا جگر چاہیے شاہین کا تجسس
دنیا نہیں مردانِ جفا کش کے لئے تنگ

ڈاکٹر محمود حسین بریلوی

(۱۱۶ر گھیر جعفر خان، پرانہ شہر (بریلی)

ڈاکٹر محمود حسین

ولدیت : جناب الحاج سعید احمد

مستقل پتہ : گھیر جعفر خاں، پرانا شہر، بریلی (یوپی) انڈیا

مشغلہ : صدر شعبۂ عربی وانچارج شعبۂ 'پی جی ڈپلومااان ماڈرن عربک' بریلی کالج

اسناد : فضیلت (درس نظامی) منظر اسلام بریلی' یوپی
عالم (عربی)، فاضل (عربی ادب)، فاضل (دینیات)،
ایم۔اے (اردو)، ایم۔اے (عربی)، ایم۔فل (عربی)،
پی۔ایچ۔ڈی (عربی)، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ۔

مطبوعہ کتابیں : (۱) المنتقی المحمود من الادب المسعود (۱۹۹۵ء)
(۲) المحادثة العربية ۱۹۹۶ء

زیر طبع کتابیں : امام احمد رضا خاں کی عربی شاعری
امام احمد رضا خاں کی نعت گوئی اور نعمانی کی کوتاہ نظری
امام احمد رضا اور سائنس

عکس نوادرات

مخطوطات امام احمد رضا

(۱) سند اجازات بنام محمد عبدالکریم بریلوی مکتوبہ ۱۵ ربیع الاول ۱۳۰۶ھ

(۲) **مجتلی العروس و مراد النفوس** تصنیف امام احمد رضا خاں بریلوی، مکتوبہ ۱۳۲۸ھ،

(۳) **نور عینی فی الانتصار للامام العینی، حاشیہ الهدایہ** جلد اول، مکتوبہ ۱۲۹۶ھ

(۴) **حواشی الفتاویٰ الخانیہ للامام فقیہ النفس فخر الملۃ والدین،** قاضی خان

(۵) **حواشی شرح الصدور للامام السیوطی**

(۶) **حواشی المقاصد الحسنة فی بیان کثیر من الاحادیث المشتهرة، علی الألسنة للسخاوی**

(۷) **حواشی علی کشف الظنون،** جلد اول

(نوٹ: یہ تمام نوادرات آخری صفحات پر ملاحظہ ہوں)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تصدیر

جو کہے شعر و پاسِ شرع دونوں کا حسن کیونکر آئے ؟
لا اسے پیش جلوۂ زمزمۂ رضاؔ کہ یوں

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ط وَ فَوقَ کُلِّ ذِی عِلْمٍ عَلِیْمٌ O (یوسف۱۲/۷۶)

ترجمہ: ''ہم جسے چاہیں درجوں میں بلند کریں، اور ہر علم والے سے اوپر ایک علم والا ہے''۔

اللہ تعالیٰ اپنے خاص فضل وکرم سے اپنے محبوب بندوں کو علم لدنّی عطا فرما کر برگزیدہ و تابندہ کر دیتا ہے۔ تاکہ خلق خدا دیکھے کہ جب اللہ جل مجدہ اپنے محبوب بندے سے راضی ہے تو کتنا اور کیسا کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا، جب چاہے جتنا چاہے اور جو چاہے انہیں علم عطا فرمادے کسی کو مجال اعتراض نہیں۔ بقول کسے ''یہ علم عطا جب ہوتا ہے جب خاص عنایت ہوگی''۔ اپنے محبوب نبی سیدنا حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے فرمایا:

وَ عَلَّمَ آدَمَ الاَسمَاءَ کُلَّهَا

(اللہ رب العزت نے آدم کو تمام اشیاء کے نام سکھائے) (البقرۃ:۲/۳۱)

حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کیلئے فرمایا:

''وَ عَلَّمَهُ مِمَّا یشآءُ''

(اور اسے جو چاہا سکھایا) (البقرۃ:۲/۲۵۱)

حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان کلمات سے سرفراز فرمایا:

"وَ عَلَّمْنَاهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا"

(اور اسے اپنا علم لدنی عطا کیا: الکھف: ۱۸/۶۵)

یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان حسین وجمیل لفظوں سے نوازا گیا:

"اٰتَیْنٰهُ حُکْمًا وَّ عِلْمًا"

(ہم نے اسے حکم اور علم عطا فرمایا...... یوسف: ۱۲/۲۲)

لیکن جب اپنے محبوبِ مکرم حبیب اکرم نورِ مجسم سید عالم محمد ن المصطفیٰ نبی محتشم واعظم ﷺ کی باری آئی تو انہیں یہ ارشاد فرما کر سب کچھ عطا فرما دیا:

وَ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَیْکَ الْکِتٰبَ وَ الْحِکْمَةَ وَ عَلَّمَکَ مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ ط وَ کَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا O

اور (اے میرے محبوب) اللہ نے تم پر الکتاب اور حکمت اتاری اور تمہیں سکھایا جو کچھ تم نہ جانتے تھے۔ (النساء۴/۱۱۳)

بالفاظ دیگر اللہ رب العزت اپنے حبیب ﷺ کی بارگاہِ الٰہی میں عظیم الشان پزیرائی، بے انتہا اعزاز واکرام اور ان پر بے حد وحساب انعامات واحسانات کا ذکر فرما رہا ہے کہ اے محبوب ہم نے تمہیں کائنات کے تمام ظاہری وباطنی علوم عطا فرمائے اور "الکتاب" نام سے جو کتاب عطا فرمائی وہ "اُم الکتبِ سماوی" ہے۔ مکمل اور جامع ہے۔ جس میں ہر شے اور ہر رطب ویابس کا روشن بیان ہے اور تمہیں کتاب وحکمت کے ان اسرار ورموز اور حقائق ودقائق پر مطلع فرمایا جس کی اطلاع کسی اور کو نہیں دی گئی اور اے محبوب ہم نے تمہیں چہارگانہ فرائضِ نبوت کی انجام دہی کے لئے دنیا میں مبعوث فرمایا ہے: اور وہ یہ ہیں:

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ (۱) یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ (۲) وَیُزَکِّیْهِمْ (۳) وَ یُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ (۴) وَالْحِکْمَةَ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۔ (الجمعہ ۲/۶۲)

''وہ (ذات باری) ہی ہے جس نے ان پڑھوں میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا کہ ان پر (۱) اس کی آیتیں پڑھتے ہیں اور (۲) انہیں پاک کرتے ہیں اور انہیں (۳) کتاب اور (۴) حکمت کا علم عطا فرماتے ہیں اور بے شک وہ اس سے پہلے ضرور کھلی گمراہی میں تھے''۔ اس آیت کریمہ میں بعثتِ مبارکہ کی عظمت کا اعلان ہوا، لیکن آل عمران کی ۱۶۴ ویں آیت میں اسی کے ساتھ ساتھ آپ کی بعثتِ مبارکہ کو ایمان والوں کے حوالے سے عظیم احسان قرار دے کر آپ کی احسان بخشی کا بھی ذکر کیا گیا تا کہ یہ بات واضح ہو جائے کہ رحمت للعالمین ﷺ یوں تو آفاق کے نبی ہیں اور ان تمام جن وانس کی تعلیم و تربیت اور ان کی اصلاح و تزکیہ کے لئے تشریف لائے جو علم کے نور سے محروم چلے آرہے تھے۔ لیکن بالفعل رحمت و احسان کے مستحق وہی خوش قسمت افراد قرار پائے جو ان کی محبت کے ساتھ دولت ایمان سے بہرہ ور ہوئے اور آیت کریمہ:

وَ مَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ج

(اور جو کچھ رسول تمہیں عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو (الحشر:۵۹/۷) کی پیروی میں تسلیم و رضا کی رفعتوں سے سرفراز ہوئے۔ اس سے یہ بات بھی روز روشن کی طرح عیاں ہوئی کہ سید عالم ﷺ اللہ مالک ومختار کی عطا سے اس کائنات کے مالک اور قاسم الارزاق والنعم (اللہ کے رزق اور نعمتوں کو تقسیم کرنے والے) ہیں، جس کو چاہیں، جتنا چاہیں، جب چاہیں، جہاں چاہیں عطا فرمادیں اور جو چاہیں، جتنا چاہیں روک لیں''۔

ایمان کے ساتھ علم کی تحصیل اس کائنات کی سب سے بڑی نعمت ہے۔ لہذا آپ کے دامن کرم سے وابستہ آپ کے غلاموں کو بھی علومِ مصطفوی علی صاحبہ التحیہ والثناء سے حصہ وافر عطا ہوتا ہے۔ عشق رسول ﷺ اور اخلاص عمل کے وسیلے سے ان کا سینہ اسرار و معارف کا گنجینہ بنا دیا جاتا ہے۔ چنانچہ دانشِ برہانی کے ساتھ دانشِ نورانی بھی عطا ہوتی ہے اور جب دانشِ نورانی اپنا جلوہ دکھاتی ہے تو دانشِ برھانی حیرت زدہ رہ جاتی ہے۔ امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ بھی

اللہ تبارک وتعالیٰ کے انہی مقرب اور مخلص بندوں میں تھے جنہیں فضل رب علیم وخبیر اور فیض اَعْلَم کائنات نبی بشیر ونذیر صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ کچھ عطا ہوا جس کا تصور فکرِ انسانی میں نہیں آسکتا۔ یہی وہ علمِ نافع ہے جس کی جھلک انکی ہر تصنیف میں نظر آتی ہے اور یہی وہ فکرِ رسا اور علم لدنی کی فراوانی ہے کہ جس کو دیکھ دیکھ کر عرب وعجم کے اہلِ علم حیران وششدر ہوئے جاتے ہیں۔ امام احمد رضا کو دربارِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے بکثرت علوم وفنون عطا ہوئے۔ اول اول علوم وفنون کی تعداد ۵۵ شمار کی گئی لیکن جیسے جیسے عالمی جامعات میں امام احمد رضا پر تحقیقی کام گذشتہ ۲۵؍ برسوں سے بڑھتا جارہا ہے، امام احمد رضا کے علوم وفنون کی تعداد شاخ در شاخ پھیلتی چلی جارہی ہے ۱۰؍سال قبل محققین نے ان علوم کی تعداد ۷۵ بتائی پھر ۱۱۴؍ تک پہنچی اور اب اس کا شمار ۲۰۰ تک پہنچ چکا ہے، سبحان اللہ! وَاللّٰہُ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْم ۔ غرضیکہ امام احمد رضا کی ذاتِ مبارکہ اس دور میں عالمِ ماکان وما یکون سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہے۔

علوم وفنونِ نقلیہ وعقلیہ' قدیمہ وجدیدہ کی طرح امام احمد رضا کو زبان وبیان پر بھی کمال قدرت حاصل تھا۔ وہ ماہر فقیہ ومحدث مفتی اور مبلغ ہونے کے علاوہ شعروادب میں اساتذۂ زمانہ سے کسی طرح پیچھے نظر نہیں آتے، بقول ماہرِ رضویات ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب: ''ان کی نثری تخلیقات میں بعض محققانہ ہیں، بعض متصوفانہ، بعض فلسفیانہ، بعض عارفانہ بعض ادیبانہ اور بعض سہل ممتنع کا اعلیٰ نمونہ معلوم ہوتی ہیں''۔ (حیات مولانا احمد رضا بریلوی ۱۹۸۱' مطبوعہ سیالکوٹ ص ۱۵۰) امام صاحب کو اردو' ھندی' فارسی اور عربی' چاروں زبانوں کی لغت وبیان پر مکمل دسترس حاصل تھی' خصوصاً عربی میں ان کی تحریر کی فصاحت وبلاغت کا اعتراف ہر دور کے فصحائے عرب نے بھی کیا ہے' علمائے حرمین شریفین نے آپ کی عربی زبان پر دسترس کو سراہا ہے۔ چنانچہ مسجد حرام کے امام اور آپ کے ہمعصر جید عالم علامہ شیخ احمد ابوالخیر مرداد مکی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں:

الحمد لله على وجود مثل هذا الشيخ فانى لم أرا مثله فى العلم و الفصاحة .

(مکتوب سید اسمٰعیل خلیل، محررہ ۱۲ ر رجب المرجب ۱۳۲۴ھ از مکہ مکرمہ بنام امام احمد رضا بحوالہ حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی مصنفہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، مطبوعہ سیالکوٹ ۱۹۸۱، ص ۱۵۰)

یعنی علامہ بریلوی جیسے شیخ کے وجود پر اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں، بیشک میں نے علم اور فصاحت میں ان جیسا نہیں دیکھا۔

امام احمد رضا کی عربی دانی اور فصاحت و بلاغت کی تعریف کرنے والے ان کے ہمعصر علماء حرمین شریفین کی ایک طویل فہرست ہے۔ جس کا یہ مقدمہ متحمل نہیں ہوسکتا، مزید مطالعہ کے لئے امام احمد رضا کی مکہ مکرمہ میں آٹھ گھنٹوں میں علم مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم پر لکھی ہوئی کتاب "**الدولة المكية بالمادة الغيبية**" پر علمائے حرمین شریفین اور دیگر بلاد کے علماء کی تحریر شدہ تقاریظ دیکھی جاسکتی ہیں، جس سے اندازہ ہو جائے گا کہ ان کی عربی اپنے محاسن کے اعتبار سے اسقدر مسحور کن ہے کہ خود فصحائے عرب ان کی تحریر کو پڑھ کر اور ان کے کلام کو سن کر مسحور ہوتے ہیں بلکہ وجد میں آجاتے ہیں لیکن وہ اس بات کو تسلیم کرنے کو تیار نہیں کہ یہ کسی عجمی (غیر عرب، ہندوستانی) کی تحریر یا کلام ہے۔

ان کی عربی منثور و منظوم تخلیقات کا بالاستعیاب مطالعہ کرنے والے عرب علماء یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ گو بظاہر امام احمد رضا عجمی (ہندوستانی) ہیں لیکن ان کی روح یقیناً عربی ہے۔ علماء و فصحائے عرب کا امام رضا کے حضور یہ خراج عقیدت دراصل صدقہ ہے ان کے جذبۂ صادق اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ وہ خود اس انعام پر تحدیثِ نعمت کے طور پر فرماتے ہیں:

کیسے آقاؤں کا بندہ ہوں رضاؔ

بول بالے مری سرکاروں کے

ایک مرتبہ مصر (قاہرہ) کی ایک ادبی محفل میں فاضل ترین ادباء اور علما کے سامنے امام احمد رضاؔ بریلوی کے درج ذیل حمدیہ و نعتیہ اشعار پڑھے گئے۔ پڑھنے والے نے امام احمد رضاؔ کا

تعارف نہیں کرایا' انہوں نے ان اشعار کی بہت تعریف کی اور بیک زبان ہو کر کہا یہ قصیدہ کسی فصیح اللسان عربی النسل عالمِ دین کا ہے لیکن جب ان کو معلوم ہوا کہ یہ قصیدہ لکھنے والے مولانا احمد رضا بریلی، ہندوستان کے رہنے والے ہیں، بلادِ عرب سے ان کا نسلاً تعلق نہیں ہے تو حاضرین محفل حیرت و استعجاب کا مجسمہ بن گئے کہ عجمی ہو کر لسان و لغتِ عرب کے اسقدر ماہر! یہ قصیدہ ۱۷ اشعار پر مشتمل ہے، ان میں سے چند اشعار ملاحظہ فرمائیں:

الحمد للمتوحد بجلاله المتفرد
و صلوة دوما علی خیر الانام محمد
و الآل و الاصحاب هم ماوی عند شدائد
فالی العظیم توسلی بکتابه و باحمد
ولکل من وجد الرضا من عند رب واحد

یہ ہے امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ کی عربی لسان ولغت پر دسترس کامل کی ایک ادنی جھلک۔ علماء ادباء و فصحاءِ مصر کے ایک نمائندہ اجتماع نے جس کی سلاست وروانی، زبان پر قدرت وطلاقت' الفاظ وحروف کا دروبست' لفظوں کا انتخاب' شکوہِ الفاظ' والہانہ کیفیت' زبان و بیان کا تنوع' جودتِ فکر کی جلوہ افشانی، عقیدت ومحبت کی فراوانی، شگفتگی و برجستگی' اسلوبِ بیان کی بے مثالی اور دیگر خصوصیات کو خراجِ تحسین پیش کیا۔

اگر ہم حضرتِ رضا بریلوی کی عربی زبان وادب کی خدمات اوران کے عربی شعروادب کے شہ پاروں کا تنقیدی وتحقیقی جائزہ پیش کریں تو باقاعدہ ایک ضخیم اور مبسوط مقالہ تیار ہو سکتا ہے جن کی یہ سطور متحمل نہیں ہو سکتیں۔ اسلئے ہم عربی زبان کی خدمات اور شعر وادب میں ان کی اسلوبِ نگارش کی انفرادیت کے بارے میں دو حوالوں پر اکتفاء کرتے ہیں:

۱۔ العطایا النبویہ فی الفتویٰ الرضویۃ کا خطبہ

محقق علماء اور جدید اسکالرز کی تحقیق کے مطابق علامہ بریلوی قدس سرہ نے 1000 (ایک ہزار) سے زیادہ چھوٹی بڑی کتب تصنیف فرمائی ہیں' لیکن ان سب میں شہرہ آفاق' معرکۃ الآرا' جامع العلوم اور موسوعاتی (Encyclopedic) تصنیف آپکا کا مجموعۂ فتاوی' العطایا النبویہ فی فتاوی الرضویۃ المعروف بہ فتاوی رضویہ ہے، جو جہازی سائز کی ۱۲ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے اور ہر جلد کے ایک ہزار صفحات اور اب جدید تحقیق وتحشی کے اضافہ کے ساتھ یہ فتاویٰ آٹھ سو صفحات کی ۳۰ جلدوں میں منتقل ہوئے ہیں۔ رضا فاؤنڈیشن لاہور نے جن کی ۲۸ جلدیں شائع کردی ہیں۔ اس کی جلد اول کے عربی خطبہ میں آپ کے قلم نے جو جدت وندرت پیش کی ہے' فقہ کی پوری تاریخ اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے۔

یہ خطبہ عربی فصاحت وبلاغت کا ایک اچھوتا شاہکار ہے۔ اس میں آپ نے کتب فقہ اور ائمۂ مذاہب کے ناموں کو دلکش اشارات' روشن تلمیحات' خوبصورت استعارات اور خوشنما تشبیہات کی لڑیوں میں موتیوں کی طرح ایک مربوط ترتیب کے ساتھ اس طرح پرویا ہے کہ فصحائے عرب حیران رہ جاتے ہیں۔

پاکستان کے نامور عالم، محقق' شاعر اور شعروادب کے ناقد علامہ مولانا قاضی عبدالدائم دائم صاحب اس بلیغ عربی خطبے پر تبصرہ فرماتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"اس بلاغت پارے کی خصوصیات یہ ہے کہ خطبے کے جملہ لوازمات ومناسبات .... یعنی اللہ تعالیٰ کی حمد' رسول اللہ ﷺ کی تعریف، صحابہ اور اہلِ بیت کی مدح، رسول اللہ ﷺ اور ان کے اہل بیت پر درودوسلام .... یہ تمام چیزیں کتب فقہ اور ائمہ کے ناموں سے ادا کی گئی ہیں یعنی کتب فقہ کے ناموں اور ائمہ کے مسجع اسماء گرامی کو اس طرح ترتیب دیا گیا ہے کہ حمد کے غنچے چٹک اُٹھے

ہیں اور کہیں نعت کے پھول کھل پڑے ہیں' کہیں منقبت کے گجرے بن گئے ہیں اور کہیں درود و سلام کی ڈالیاں تیار ہو گئی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ جملہ محسنات بدیعیہ از قسم براعتِ استہلال و رعایتِ مسجع وغیرہ بھی پوری طرح ملحوظ رکھی گئی ہیں۔ اتنی قیودات اور پابندیوں کے باوجود خطبے کی سلاست وروانی میں ذرہ برابر فرق نہیں پڑا...... نہ جملوں کی بے ساختگی میں کہیں جھول پیدا ہوا، نہ تراکیب کی برجستگی میں کوئی خلل واقع ہوا:

تلک فضل اللّٰہ یؤ تیہ من یشاء و اللّٰہ ذو الفضل العظیم O" (فتاوی رضویہ کا خطبہ' تحریر مولانا قاضی عبدالدائم دائم (ہری پور) مشمولہ معارف رضا شمارہ ۱۴ (۱۴۱۵ھ/۱۹۹۴ء، ص ۴۷)

پاکستان کے ایک اور معروف ادیب، صحافی' شاعر' مصنف اور نقاد جناب کوثر نیازی صاحب کو جب ادارے کے بانی مولانا سید ریاست علی قادری علیہ الرحمۃ اور راقم نے فتاویٰ رضویہ کی جلدیں دیں اور انہوں نے اس خطبہ کا مطالعہ کیا تو امام احمد رضا کی عربی زبان ولغت پر کامل عبور دیکھ کر پھڑک اُٹھے اور امام احمد رضا کانفرنس (منعقدہ ۱۰ فروری ۱۹۹۴ء، اسلام آباد) کے موقع پر اپنا مقالہ پڑھتے وقت ان خیالات کا اظہار کیا۔

"دوران تعلیم مولوی فاضل کے درجے میں مقامات حریری پڑھے جو عربی ادب کے حوالے سے ایک منفرد مقام کے حامل ہیں۔ اسی طرح فیضی کی تفسیر بے نقط دیکھی جس کو تاریخ میں ایک بلند امتیاز حاصل ہے...... اسی طرح عربی ادب کے اور بھی شاہکار مطالعہ کے دوران نظر سے گذرے' مگر ان سب پر امام احمد رضا کے فتاویٰ کا عربی خطبہ فوقیت اور انفرادیت رکھتا ہے"۔

غرض کہ یہ خطبہ عربی ادب میں ایک شاہکار ہے کہ صرف ایک خطبہ پر اگر فاضل ادبِ عربی چاہے تو پی۔ ایچ۔ ڈی کا مقالہ لکھ سکتا ہے۔ اس خطبہ سے امام احمد رضا کی جلالت علمی اور وسعتِ مطالعہ کا بھی اندازہ ہوتا ہے کہ ۹۰ سے زیادہ کتب فقہ ان کے مطالعہ میں تھیں۔

امام احمد رضا کو عربی زبان کا ذوق ہی نہیں بلکہ اس سے عشق تھا اور یہ کیوں نہ ہو کہ ان کے عشق رسول ﷺ کا تقاضا یہی تھا' انہیں تو آقا و مولا ﷺ سے ادنیٰ سی ادنیٰ نسبت رکھنے والی شے سے بھی محبت تھی۔ پھر یہ تو لسان القران اور لسان النبی ﷺ تھی۔ عربی زبان سے بے پناہ لگاؤ کا اظہار اس بات سے بھی ہوتا ہے کہ آپ نے اپنے ہر رسالہ بلکہ تحریر کا خطبہ عربی میں تحریر کیا، خواہ وہ رسالہ اردو میں تحریر کیا ہو یا فارسی میں۔ دوسری امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ آپ اپنے ہر رسالے کا نام اس کے سنِ تحریر کی مناسبت سے عربی ہی میں لکھتے ہیں۔ آپ ہر خطبہ میں، جیسا کہ دستور ہے حمد و ثناء اور آل واصحاب پر درود و سلام لکھتے ہیں لیکن عربی ادب میں اس مقام پر آپ کو ایک ایسی انفرادیت حاصل ہے جو برصغیر پاک و ہند میں خصوصاً عالم اسلام میں عموماً ناپید ہے، بلکہ آپ اس فن کے خود ہی موجد نظر آتے ہیں۔ وہ یہ کہ آپ ہر رسالہ کا اس کے موضوع کے اعتبار سے ایک خطبہ تحریر کرتے ہیں نہ صرف یہ بلکہ اس میں حمد و ثناء کے صیغے بھی اسی فن کی مصطلحات کے ساتھ استعمال کرتے اور پڑھنے والوں کو پوچھے گئے سوال کا اجمالی جواب بھی مل جاتا اور رسالہ کا خلاصہ بھی۔ یہ خطبات جہاں آپ کے علمی کمال کے عکاس ہیں وہیں عربی زبان و لغت پر آپ کے کامل عبور کے آئینہ دار بھی۔ یہ سطور امام احمد رضا کی عربی دانی کی تمام خوبیوں کے احاطے کی متحمل نہیں ہوسکتیں۔ اس کے لئے ایک مبسوط مقالے کی ضرورت ہے۔ مختصراً یہ کہ عربی زبان میں منظوم اور منثور دونوں نوع میں آپ نے ادب کی خوب خدمت کی۔ آپ کی ہزار سے زیادہ تصانیف میں تقریباً ۲۵ فیصد رسائل عربی زبان میں ہیں یہی وجہ ہے کہ عربی زبان میں آپ نے خوب خوب دادِ تحقیق دی ہے اور معتدبہ گراں قدر اضافہ کیا ہے۔

لیکن اس کے باوجود بعض حضرات نے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمۃ کی عربی دانی پر نکتہ چینی کو اپنا وطیرہ بنالیا ہے جو ان کی اپنی لاعلمی اور عربی زبان وادب سے ناواقفی کی بناء پر ہے یا محض مخالفت برائے مخالفت کی آئینہ دار ہے۔ مثلاً ایک اہلِ حدیث عالم جنہوں نے اپنی

پوری زندگی سعودی حکومت کے ٹکڑوں پر بسر کی ہے، اعلیٰ حضرت کی دشمنی میں اس قدر آگے بڑھ گئے کہ انہوں نے نجدی حکومت سے مالی فائدہ کے حصول کے لئے اعلیٰ حضرت کے خلاف ''البریلویۃ'' نامی ایک کتاب عربی زبان میں تحریر کی جس میں امام صاحب پر ایسے ایسے اعتراضات عائد کئے ہیں کہ جنہیں پڑھ کر حیرت ہوتی ہے کہ کسی محقق اہلِ علم کے قلم سے اس قدر لچرو بے اصل الزامات کہ جس کا سیاق وسباق سے کوئی تعلق نہیں ہے، تحریر کیا جاسکتا۔ انہی میں ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ اعلیٰ حضرت عربی سے نابلد تھے۔ وہ لکھتے ہیں:

خامسا۔ أن سلسلة بيعته تصل ألى النبى ﷺ بواسطة أئمة الشيعة كما ذكر نفسه فى عبارته العربية ((اللّهم صل وسلم وبارك على سيدنا و مولانا محمد المصطفى رفيع المكان، المرتضى على الشان الذى رجيل من أمته خير من الرجال السالفين، وحسين من زمرته أحسن من كذا و كذا، حسنا من السابقين، السيد السجاد زين العابدين، باقر علوم الانبياء والمرسلين ساقى الكوثر، و مالك تسنيم، وجعفر الذى يطلب، موسى الكليم، رضا ربه بالصلاة عليه))

ومن هذه العبارة يظهر أيضاً نبوغه فى العربية و مهارته فيها، الشخص الذى يقولون عنه: أنه كان يتكلم بها وهو فى الثالثة من العمر.

ولا ندرى أى تركيب هذا وأية عبارة هذه ((حسين من زمرته أحسن من كذا و كذا)) ؟

وأيضاً ما معنى ((باقر علوم الأنبياء))؟

وما معنی ((بالصلاۃ علیہ))؟

(احسان الٰہی ظہیر۔ البریلویۃ۔ ادارہ ترجمان السنۃ، لاہور۔ پاکستان۔ ص:۲۳)

اس سے قبل کے اعتراض کا جواب تحریر کیا جائے اعلیٰ حضرت کی اس تحریر (شجرہ شریف) کی اصل عبارت ملاحظہ ہوں، اہلِ علم اس کے مطالعہ سے خود ہی اندازہ کر سکتے ہیں کہ معترض کا مبلغ علم عربی زبان ولغت کی تفہیم کے اعتبار سے کتنا ہے اور یہ کہ علم وتحقیق کا دعویدار دیانت ومتانت کے معیار کے اعتبار سے کس مقام پر کھڑا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللّٰھم صلّ وسلّم وبارک علی سیّدنا ومولٰنا محمد المصطفٰی رفیع المکان ۝ المرتضٰی علیّ الشان ۝ الذی رجبٌ من امتہ خیر من رجال من السالفین ۝ وحسینٌ من زمرتہ احسن من کذا وکذا حسنًا من السابقین ۝ السید السجاد زین العابدین باقر علوم الانبیاء والمرسلین ۝ ساقی الکوثر ۝ مالک تسنیم ۝ وجعفر الذی یطلب موسی الکلیم رضا ربّہ بالصلاۃ علیہ ۝ ویذھب ابراھیم الخلیل لطلب معروف جودہ الیہ ۝

السَّرِيُّ السَّارِي سِرُّهُ فِي ذَرَّاتِ الْأَكْوَانِ
الْغَالِبُ جُنَيْدُهُ مِنْ جُنُودِهِ عَلَى جُيُوشِ
الْجَوْرِ وَالْعُدْوَانِ ۔ أَصْلُ الْمُرَادِ مِنْ عَالَمِ
الْإِيجَادِ ۔ الَّذِي لَهُ أَنْ يَقُولَ لِآدَمَ وَمَنْ
دُونَهُ تَجَلِّي ۔ وَلِكُلِّ أَسَدٍ مِنْ أُسْدِ اللّٰهِ
شِبْلِي ۔ الْأَحَدُ الْمَاجِدُ ۔ عَبْدُ الْوَاحِدِ
أَخُو الْأَحْزَانِ فِي عِشْقِهِ ۔ أَبُو الْفَرَحِ
مِنْ لُطْفِهِ وَرِفْقِهِ ۔ الْإِيمَانُ حَسَنٌ
وَهُوَ أَبُو الْحَسَنِ إِذْ مِنْهُ نَشَأَ وَبِهِ
ظَهَرَ ۔ وَالْمُؤْمِنُ سَعِيدٌ وَهُوَ أَبُو سَعِيدٍ
إِذْ هُوَ الَّذِي رَبَّى وَهَدَاهُ فَرَبِحَ وَافِرُ
الْأَيَادِي فِي دَارِ الْأَيْدِيَيْنِ عَبْدُ الْقَادِرِ

یم "السری سروار"
عم "اصل المراد"
سم "الشبلی شبلی"
سم "سبز"
صم "ضبہ"
ص "الاسی النغمہ"
حم "بمبارز"
"اکی مسلمان"

غوثُ الثقلین ۔ [۱۸] عبدُ الرزاق
قاسمُ الارزاق ۔ [۱۹] ابو صالح
المؤمنین ۔ نصرُ الاسلام [۲۰] محیُ الدین
[۲۱] علیُّ المرتضٰی والمدارج ۔ [۲۲] موسٰی
طورِ المعارج ۔ [۲۳] حسنُ الخلق ۔ احمدُ
الخلق ۔ بہاؤ [۲۵] الدین الکریم ۔ سنا
شریعۃِ ابراہیم ۔ الامیُّ [۲۷] القاری
نظامُ دینِ الباری ۔ العربُ والفرسُ
والہندِ کلّہم لہٗ سائلٌ وگدا و بھکاری
ضیاءُ الانبیا ۔ جمالُ الاولیا محمدُ
الذات ۔ احمدُ الصّفاتِ ۔ فضلُ اللہ
وبرکۃُ اللہِ ۔ وعلی آلِ محمدِ الاعاظم

العارفين نص الشرع المطهر ورمزه ،

الصاعدين المتحملين شدة الجهاد الاكبر و

حمزة ، ثم آل احمد العظيم الكريم

آل الرسول الرؤف الرحيم ، اللهم و

على اصحابه العظام ومشائخنا الكرام

وعلينا معهم يا ذا الجلال والاكرام

مارهرة اقمار اليقين في قمة صمدية

العارفين ، امين امين ، يا ارحم الراحمين

(اللهم) ومن انشأ هذه الصيغة المباركة

فاغفر له يا عظيم وارض عنه حبيبك

احمد رضا المولى العفو الكريم امين

كتبه الفقير احمد رضا القادري غفرله في مارهرة المطهرة ۲۱ محرم يوم الجمعة ۱۲۹۶

محترم جناب علامہ عبد الحکیم شرف قادری صاحب نے مذکورہ کتاب کا مفصل جواب بعنوان ''احسان الٰہی ظہیر کی کتاب البریلویۃ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ'' تحریر کیا ہے۔ وہ اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

''امام احمد رضا کے قلم سے لکھے ہوئے اس شجرہ کا عکس انوار رضا (ص ۲۸ تا ۳۰) میں دیکھا جاسکتا ہے۔ یہ شجرہ مارہرہ شریف میں ۲۱ محرم الحرام بروز جمعہ ۱۳۰۶ھ کو تحریر فرمایا۔ بلاشبہ عربی زبان پر امام احمد رضا کی دسترس کا بہترین گواہ اور عربی ادب کا شہ پارہ ہے۔ لسان عربی کا ماہر اسے دیکھے تو پھڑک اٹھے، لیکن جسے اس کا مطلب ہی سمجھ نہ آئے، وہ اعتراض کے سوا کیا کرسکتا ہے؟ اور اعتراض بھی ایسے کمزور کہ جنہیں دیکھ کر اہلِ علم مسکرائے بغیر نہ رہ سکیں۔ لکھا ہے:

''اس عبارت سے عربی میں ان کا نابغہ اور ماہر ہونا ظاہر ہو جاتا ہے، وہ شخص جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ تین سال کی عمر میں عربی زبان میں گفتگو کرتا تھا۔''

جب کہ ان کی اپنی حالت یہ ہے کہ عربی عبارت صحیح نقل بھی نہ کرسکے، اصل عبارت یہ تھی: ''خَیْرٌ مِّنْ رِّجَالٍ مِّنَ السَّالِفِیْنَ'' اسے یوں نقل کردیا:'' خیر من الرجال السالفین ''یعنی'' رِجَالٍ'' پر الف لام زیادہ کردیا اور اس کے بعد'' مِنْ'' حذف کردیا۔ رِجَالٍ پر تنوین تعظیم کے لئے تھی، اس کے حذف کرنے سے اصل مفہوم برقرار نہیں رہا۔ پھر کئی جگہ قومہ (،) بے موقع اپنے پاس سے لگادیا، مثلاً: ''کذا و کذا، حسنا'' کے درمیان، اسی طرح تسنیم اور جعفر کے درمیان اور یطلب اور موسیٰ الکلیم کے درمیان، جعفر کے بعد قومہ ہونا چاہئے تھا، جو نہیں دیا گیا۔ اگر عبارت کا مطلب سمجھ میں آجاتا تو یہ تبدیلیاں رونما نہ ہوتیں۔

دراصل شجرۂ طریقت میں جتنے بزرگوں کے نام تھے، ان کو امام احمد رضا بریلوی نے یا تو نبی کریم ﷺ کا وصف بتایا ہے یا کسی طور پر آپ کے وصف میں ذکر لے آئے ہیں اور اس درود شریف کا ترجمہ ملاحظہ ہو، تردد جاتا رہے گا۔ ''اے اللہ! صلوٰۃ وسلام اور برکت نازل فرما،

ہمارے آقا ومولا محمد ﷺ، منتخب بلند مرتبے والے، پسندیدہ عالی شان والے پر، جن کی امت کا ایک چھوٹا مرد پہلے بڑے بڑے مردوں سے بہتر ہے اور جن کے گروہ کا چھوٹا سا حسین گزشتہ بڑے بڑے حسینوں سے زیادہ حسن والا ہے، سردار بہت سجدے کرنے والے عابدوں کی زینت، انبیاء ومرسلین کے علوم کے کھولنے والے، کوثر کے ساقی، تسنیم اور جعفر (جنت کی نہر) کے مالک، وہ کہ موسیٰ کلیم علیہ السلام ان پر درود بھیج کر ان کے رب کی رضا طلب کرتے ہیں۔"

یہ تمام نبی اکرم ﷺ کے اوصاف ہیں، شجرہ میں امام حسین رضی اللہ عنہ کا نام بھی تھا اور حُسین تصغیر کا صیغہ ہے، جس کا استعمال حضور نبی کریم ﷺ کے لئے بے ادبی تھا۔ اس لئے اسے انتہائی حسین اور لطیف طریقے پر لائے ہیں: "جن کے گروہ کا چھوٹا سا حُسین، گزشتہ بڑے بڑے حسینوں سے زیادہ حُسن والا ہے۔"

سبحان اللہ! کیا پاسِ ادب ہے اور کیا حُسنِ بیاں! چونکہ یہ (احسان الٰہی ظہیر) اس عبارت کا مطلب نہیں سمجھے، اس لئے بڑے بھولپن سے کہتے ہیں: ولاندری أی ترکیب هذا وأية عبارة هذه "پتا نہیں یہ کونسی ترکیب ہے اور کیسی عبارت ہے؟" مطلب سمجھ میں آجاتا تو اس سوال کی نوبت ہی نہ آتی۔ پھر کہتے ہیں: "باقر علوم الانبياء کا کیا معنیٰ ہے؟" اتنی واضح عبارت کا معنیٰ بھی سمجھ میں نہیں آتا، اس کے باوجود امام احمد رضا کی عربی دانی پر نکتہ چینی! گزشتہ سطور پر ترجمہ دیا جا چکا ہے، اسے دیکھنے سے معنیٰ سمجھ میں آجائے گا۔

امام نووی فرماتے ہیں کہ امام محمد باقر کو "باقر" اس لئے کہتے ہیں: لانه بقر العلم ای شقه وفتحه فعرف اصله و تمكن فيه "کہ انہوں نے علم کو کھول دیا، اس کی اصل کو پہچانا اور اس میں ماہر ہوئے۔" "باقر علوم الانبیاء" کا معنیٰ ہوگا، انبیاء کے علم کو کھولنے والا اور بیان فرمانے والے۔ یہ نبی کریم ﷺ کا وصف ہے۔ پھر کہتے ہیں: وما معنى "بالصلوة عليه"؟ "بالصلاة عليه" کا معنیٰ کیا ہے؟ پورے جملہ کا ترجمہ دیکھئے،

معنیٰ سمجھ میں آجائے گا۔ ''وہ کہ موسیٰ کلیم علیہ السلام ان پر درود بھیج کر ان کے رب کی رضا طلب کرتے ہیں۔''

(علامہ عبد الحکیم شرف قادری، احسان الٰہی ظہیر کی کتاب البریلویہ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، رضا دار الاشاعت، لاہور۔ ۱۹۹۵ء۔ صفحہ ۱۶۲ تا ۱۶۴)

اعلیٰ حضرت کی عربی پر جا بجا چوٹ کرنے والے مصنف کی عربی زبان دانی کا کیا عالم ہے، اس کا پول خود مصنف کے مکتبۂ فکر (اہلِ حدیث) سے تعلق رکھنے والے حافظ عبد الرحمٰن مدنی کھولتے ہیں: ''جہاں تک اس کی عربی دانی کا تعلق ہے، اس کا بھی صرف دعویٰ ہی ہے ورنہ اس کی مطبوعہ کتابوں کا شاید ہی کوئی صفحہ گرامر یا زبان کی غلطیوں سے پاک ہوگا چنانچہ عربی دان حضرات اپنی مجلسوں میں احسان الٰہی کی عربی کتب کے سلسلہ میں ایسی باتوں کا اکثر ذکر کرتے ہیں۔''

(بحوالہ ہفت روزہ اہلِ حدیث، لاہور۔ ۳ راگست ۱۹۸۴ء۔ ص:۶)

علامہ عبد الحکیم شرف قادری صاحب ''البریلویۃ'' کے مصنف احسان الٰہی کی عربی کا تذکرہ کرتے ہوئے صفحہ نمبر ۴۰ پر رقم طراز ہیں:

''(احسان الٰہی ظہیر) ایک جگہ لکھتے ہیں: فانهم اعطوا للعصاة البغاة رسيد الجنة (البریلویۃ۔ ص۔ ۱۳۵) یہ احساس ہی نہ ہوا کہ 'رسید' لفظ عربی نہیں، فارسی ہے۔ ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں: بل اصدروا فرمانا (البریلویۃ۔ ص:۳۷) انہیں کون سمجھائے کہ ''فرمان'' لفظ عربی نہیں، فارسی ہے۔ ذیل میں اغلاط کی مختصر فہرست ملاحظہ ہو:

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۵	۱۲	ان اخلص المحبّين	قلوه قلاه
//	۱۷	انفصلت البريلوية	عن البريلوية
۱۸	۱۰	مع الثابت	مع ان الثابت

۲۰	۱۱	عبد الحق خیر آبادی	الخیر آبادی
//	۱۷	من ابنه ابی الحسین	من ابن ابنه
۲۱	۱۵	لم تکن رائجة بین السنّة	بین اهل السنّة
۲۱	۲۰	یروجها بین السنة	بین اهل السنّة
۲۲	۱۴	کتب فیها لآل البیت	لاهل البیت
۲۴	۴	کفر السنّة	اهل السنّة
۲۵	۳	حلی	حلیا
//	۲۱	ولا فلسا	فلسا
۲۷	۱۴	ای یصفه بها	ان یصفه بها
۲۸	۱۷	ان القوم	الی ان القوم
//	۲۱	المواضیع	المواضع
۲۹	۱۲	هذه الکتب	تلک الکتب
۲۹	۱۲	الی البریلویة	الی البریلوی
۳۴	۱۲	الحجم الصغیر	القطع الصغیر
//	۱۸	یشتمل علی ۲۶۴ صفحة	۸۶۴ صفحة
۳۷	۱۲	اصدروا فرمانا	حکما (فرمان لفظ فارسی)
۳۹	۱۲	نظرة تقدیر و احترام	نظرة تعظیم و احترام
۴۰	۱	اعتزلت البریلوی	اعتزل البریلوی
//	۱۵	غضبوها	غصبوها
//	۱۸	استرتقاق	استرقاق

//	۲۲	فی صالح المستعمرین	فی مصالحة المستعمرین
۴۱	۲۰	استخالا ص	استخلاص
۴۲	۴	والا المقصود الاصلی	والا فالمقصود الاصلی
//	۲۱	مناصرة للاستمار	للاستعمار
۴۴	۱۰	الاستعمرا	الاستعمار
۵۲	۱۲	ستمبر	سبتمبر
۵۳	۱۲	من ابن البریلوی احمد رضا	حامد رضا
۵۵	۱۸	بعد ماکنت مرفوضة	کانت
۶۷	۷	فلینصف القراء ة	القراء
//	۸	ومن جاء	الی من جاء
//	۱۷	کبیب النمل	کدبیب النمل
۶۸	۷	فیکتبت	فیکتب
۷۲	۲	الذی بینهما	الّتی بینهما
۱۱۰	۱۲	ولم یبقی	ولم یبق
۱۱۱	۸	ولکنّ تعمی	ولٰکنْ تعمی
۱۱۷	۳	ردّ المختار	ردّ المحتار
//	//	دار المختار	الدّر المختار
۱۳۵	۸	رسید الجنة	رسید عجمی لفظ
۱۳۸	۱۹	ان یبوس	عجمی، بوسہ سے ماخوذ
۲۰۵	۳	ترك التکایا	تکیه کی جمع، عجمی لفظ

غرض کہ امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ کی دنیائے عرب وعجم میں روز افزوں مقبولیت نے مخالفین وحاسدین کو کچھ اس قدر تشویش اور اضطراب میں مبتلا کر دیا کہ ان میں کے بعض شدت پسندوں کو امام موصوف کی یہ پذیرائی ایک آنکھ نہ بھائی، انہوں نے محض ذاتی عناد کی بناء پر انصاف ودیانت کے تمام مسلمہ اصولوں کو پس پشت ڈالا اور الزام تراشی کی حدود پار کرتے ہوئے وہ بہتان طرازی اور اتہام تک جا پہنچے، انا للہ وانا الیہ راجعون! آنجہانی احسان الٰہی ظہیر ایسی ہی کچھ کوشش کر کے ''البریلویۃ'' کے نام سے جہاں چند سعودی ریال کھرے کر گئے وہیں ایک مومنِ صادق پر بہتان لگا کر اپنا نامۂ اعمال بھی سیاہ کر گئے۔

یہ حقیقت ہے کہ امام احمد رضا کے وصال (۱۹۲۱ء) کے بعد غیروں کی چیرہ دستی اور اپنوں کی غفلت اور نا اہلی کی بناء پر ایک طویل عرصہ تک محققین خصوصاً عربی ادب کے علماء نے اس طرف توجہ نہیں دی لیکن بحمد اللہ اب صرف برِعظیم پاک وہند ہی نہیں بلکہ بلادِ عرب خصوصاً علماءِ جامع ازہر امام احمد رضا کی عربی انشاء پردازی اور شاعری کے محاسن بیان کر رہے ہیں۔ اس کی ابتداء جامعہ ازہر شریف کے فاضل نوجوان استاذ ڈاکٹر محمد عبد الرحیم حازم نے اعلیٰ حضرت محدث بریلوی کا عربی دیوان بساتین الغفران (۱۹۹۸ء) مرتب کر کے کی۔ پھر انہی کی وساطت سے مصر کے نامور ہفت زبان شاعر، ادیب، عالم، سابق استاذ جامعہ ازہر شریف، ڈاکٹر حسین مجیب مصری مرحوم مغفور امام احمد رضا کی طرف متوجہ ہوئے سب سے پہلے انہوں نے ڈاکٹر حازم صاحب کی مدد سے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمۃ کے قصیدۂ سلامیہ کا منظوم ترجمہ (۱۹۹۹ء) بنام ''المنظومۃ السلامیۃ فی مدح خیر البریۃ'' کیا جو ''الدار الثقافیہ للنشر، قاهره، مصر سے طبع ہوا۔ بعدہٗ امام احمد رضا رحمہ اللہ کے یوم وصال ۲۵ صفر المظفر ۱۴۲۲ھ/ ۲۰۰۱ء میں ان کے نعتیہ دیوان ''حدائقِ بخشش'' حصہ اول دوم کا منظوم ترجمہ ''صفوۃ المدیح'' کے نام سے کیا، جو قاهرہ ہی سے مطبع ''دار الهدایہ'' سے شائع ہوا۔ اس کے علاوہ جامعہ ازہر شریف سے امام احمد رضا محدث

بریلوی کی فقہی خدمات کے حوالے سے اوران کی عربی شاعری پر ایم فِل کے دو مقالے لکھے گئے (اول الذکر کے مصنف مولانا مشتاق شاہ الازھری ہیں اور دوم کے مولانا ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی الازھری صاحب ہیں) ایک ایم فِل کا مقالہ '' رد بد مذھبان اور امام احمد رضا '' (اصل عنوان: امام احمد رضا القادری و جهوده فی مجال العقيدة الا سلاميه فی شبه القارة الهنديه) کے حوالے قاہرہ یونیورسٹی سے زیر تکمیل ہے' یہ کام محترم جلال الدین چاٹگامی بنگلہ دیشی انجام دے رہے ہیں اور اب یہ حال ہے کہ بڑے بڑے فصحائے عرب ،امام صاحب کے عربی نثری اور منظوم سرمایہ کی طرف ملتفت ہو رہے ہیں۔

مثلاً ڈاکٹر مجیب مصری مرحوم اپنے ایک شعر میں فرماتے ہیں:

'' امام احمد رضا نے اپنے فتاویٰ '' فتاویٰ رضویہ '' سے ہماری رہنمائی فرمائی اور ہمیں حلال وحرام کا راستہ دکھایا۔

آپ نے جو سرکار دو عالم ﷺ کی تعریف کی اس نے میرے دل کی دھڑکنوں کو تیز تر کر دیا۔''

قاہرہ کی ایک عظیم بزرگ ہستی جنہیں وہاں کے علماء سیوطیِ وقت اور جاحِظِ عصر کہتے حضرت علامہ الاستاذ ڈاکٹر عبدالمنعم خفاجی حفظہ اللہ الباری قصیدہ سلا میة پر ''من عقائد المديح الغوی المنظومة الاسلاميه " کے عنوان سے تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

'' اشعار رضا صرف مدحِ رسول ہی نہیں ہے بلکہ یہ شاہ نامۂ اسلام ہے''۔

رفتہ رفتہ مصر اور عالمِ عرب کی صحافت میں بھی امام احمد رضا کے علم وفضل اور عربی زبان و ادب پر تبصرے شائع ہونے لگے۔

اخبار '' الاھرام '' مصر کا سب سے بڑا اور عظیم بین الاقوامی شہرت کا حامل اخبار ہے۔

اس نے امام احمد رضا کی شخصیت اور نعتیہ شاعری پر بڑا جامع تبصرہ شائع کیا۔ اس نے لکھا:

''حدائق بخشش میراث اسلامی کا تحفہ ہے اور امام احمد رضا القادری اسلامی اجماع مفکرین میں بیسویں صدی کے سب سے بڑے اور عظیم عالم دین ہیں''۔

مزید برآں دنیائے عرب کے چار عظیم اکابر ادباء وشعراء، شیخ عبد المجید فرغلی محمد، احمد محمد عبد الهادی، پروفیسر ڈاکٹر محمد حامد الحفیری لیبی اور شیخ عبد الغفار عفیفی دلاش نے حدائق بخشش کے ادبی محاسن پر ۲۲۶ خوبصورت اشعار رقم کیے ہیں۔ اس کے علاوہ وہاں کے بکثرت اساتذہ اور علمی انجمنوں کے ادباء نے امام احمد رضا کی نعتیہ عربی شاعری پر تبصرے اور مختصر اور جامع نقد ونظر پیش کیے ہیں (ملخصا عربی مقالہ ''حدائق بخشش مصر کے علماء وادباء کی نظر میں'' مصنفہ ڈاکٹر حازم محمد احمد عبد الرحیم الازہری۔ جو امام احمد رضا کانفرنس ۲۰۰۲ء میں پڑھا گیا۔) ستمبر 1999ء میں راقم الحروف اور حضرت علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری صاحب پہلی بار قاہرہ گئے۔ فروغ رضویات کے لئے شیخ الجامعہ ازہر شریف حضرت علامہ سید محمد طنطاوی صاحب مدظلہ اور دیگر شعبہ جات کے اساتذہ کرام سے ملاقاتیں کیں، مختلف لائبریوں میں کتابیں دی گئیں اور سب سے بڑھ کر تاریخ میں پہلی بار جامعہ ازہر شریف میں ''ایک امام احمد رضا کانفرنس'' کا انعقاد ہوا اور اختتام پر اعلیٰ حضرت کا مشہور زمانہ سلام ''مصطفیٰ جان رحمت پر لاکھوں سلام'' پڑھا گیا۔

اسلامک ریسرچ اکیڈمی کے اہم رکن اور الازہر میگزین کے چیف ایڈیٹر استاذ الاجیال جناب پروفیسر ڈاکٹر محمد رجب بیومی، امام احمد رضا کے حضور یوں خراج تحسین پیش کرتے ہیں:
''یوں تو ہندوستانی علماء کی ایک بڑی تعداد عالم عرب میں مشہور ہے لیکن ان میں محقق وقت امام احمد رضا خاں کا نام سرفہرست ہے''۔ مزید معلومات کے لئے رسالہ ''جامعہ ازہر شریف میں امام احمد رضا کا تعارف'' مصنفہ ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی الازہری، مطبوعہ رضا اکیڈمی، لاہور دیکھا جاسکتا ہے۔

بقول حضرت ڈاکٹر عبد المنعم خفاجی ''امام احمد رضا خاں ایسے مسلم مجاہد تھے جو عربی زبان سے اسلئے محبت کرتے تھے کہ یہ قرآن وحدیث کی زبان ہے اور امام احمد رضا خاں کا شمار ہندوستان کی ان چند اہم شخصیات میں کیا جاتا ہے جنہوں نے برطانوی استعمار کے زمانے میں عربی زبان وادب کی احیاء میں اہم کردار ادا کیا ہے۔''

امام احمد رضا خاں کی عربی اور ادبی خدمات کو اِس عہد میں پہلی بار متعارف کرانے کا سہرا امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کے ہم وطن اسکالر جناب ڈاکٹر محمود حسین بریلوی کے سر جاتا ہے۔ جب آج سے تقریباً ۱۵ سال پہلے انہوں نے علیگڑھ یونیورسٹی سے محترم ڈاکٹر عبد الباری ندوی صاحب کی نگرانی میں امام احمد رضا کی عربی ادب کی خدمات پر مقالہ لکھ کر ایم۔فل کی سند حاصل کی۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب اس موضوع پر مواد و ماخذ کا ملنا اتنا آسان نہ تھا جتنا کہ آج ہے ۔ایسے حالات میں منتشر مواد کو یکجا کرنا اور علم کے تابدار موتیوں کو پوشیدہ تہہ خانوں سے برآمد کرنا جوئے شیر لانے سے کم نہ تھا' لیکن ڈاکٹر محمود صاحب نے ہمت نہ ہاری اور جانفشانی تندہی سے تمام ضروری مواد و مآخذ اور دستاویزات اکھٹا کیئے اور نا مساعد حالات میں ایک عمدہ تحقیقی مقالہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کی اور ان کی محنت رنگ لائی ان کی تھیسس کی منظوری کے ۸، ۱۰ سال کے اندر اندر امام احمد رضا کا شہرہ بطور عظیم (عربی) شاعر وادیب برعظیم پاک وہند کی فضا سے نکل کر عالمِ اسلام کے افق تک پھیل گیا اور ان کا نامِ نامی **"الشیخ احمد رضا شاعراً عربیاً"** کے عنوان سے عربی ادب کے تابندہ ستارے کی مانند چمک رہا ہے۔

جب ڈاکٹر محمود حسین صاحب 1991 میں ہماری پہلی انٹرنیشنل امام احمد رضا کانفرنس میں بطور مہمان مقالہ نگار کراچی تشریف لائے تو آپ نے اپنے مقالے کی ایک فوٹو اسٹیٹ کاپی ادارے کی لائبریری کے لئے عطا کی اور ساتھ ہی دبے لفظوں میں اس خواہش کا اظہار بھی کیا کہ اس کی اشاعت ادارے کی طرف سے ہو جائے۔ ''اے رضا ہر کام کا اِک وقت ہے'' کے بموجب

آج ہم اس وعدے کی ایفا سے عہدہ برآ ہو رہے ہیں۔ اس دعا کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ مصنف موصوف کو بہترین جزائے خیر اور اجرِ جزیل عطا فرمائے آمین۔ بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

چونکہ یہ مقالہ ۱۵/۱۶ سال کے طویل وقفے کے بعد شائع ہو رہا تھا اور اس درمیان امام احمد رضا کے حوالے سے تحقیق و تدقیق کا کافی سفر طے ہو چکا تھا اس لئے بہتر سمجھا گیا کہ اس کی پروف ریڈنگ خود صاحب مقالہ فرمائیں، لہٰذا یہ مقالہ جون ۲۰۰۳ء ہی میں موصوف کو بھجوا دیا گیا تھا لیکن ان کی ناسازیٔ طبع کی بناء پر اس کی تصحیح میں کچھ زیادہ ہی تاخیر ہوئی اور پھر اضافات اور ردّ و تحریف کے بعد کچھ اس صورت میں آیا کہ ہمیں دوبارہ کمپوزنگ کرانی پڑی۔ کاش کہ ہمارے ممدوح مصنف کی طبیعت ناساز نہ ہوتی اور اس کو اپنی نگرانی میں بعد تصحیح، حذف و اضافہ میں کمپوز کروا کر ہمیں فائل کاپی یا زیادہ بہتر ہوتا کہ اس کی سی ڈی (C.D) بھجوا دیتے تو اس کی اشاعت کا کام زیادہ آسان اور جلد ہو جاتا۔ اس لئے اس کی طباعت میں مزید تاخیر ہوئی۔ بوجوہ امام احمد رضا سلور جوبلی کانفرنس ۲۰۰۵ء (منعقدہ ۹، ۱۰، اپریل ۲۰۰۵ء) کے موقع پر اس کی طباعت ممکن نہ ہو سکی۔ بہرحال دیر آید درست آید، اب آپ کے ہاتھوں میں کتابی صورت میں یہ موجود ہے۔

ہم اس کی اشاعت کے سلسلے میں سب سے پہلے تو صاحب مقالہ محترم ڈاکٹر محمود حسین بریلوی صاحب کے ممنون ہیں اور ساتھ ہی ہم ڈاکٹر عبد الباری ندوی صاحب کے بھی شکر گزار ہیں کہ انہوں نے نہایت محبت و شفقت اور محنت سے اس مقالے کی از ابتدا تا انتہا نگرانی فرمائی اور اپنے علم اور تجربہ کی تمام صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے مقالہ نگاری کی صحیح سمت میں رہنمائی کا فریضہ بطریقِ احسن ادا فرمایا۔ جس طرح زیرِ نظر مقالہ کے مصنف کو اس موضوع پر کام کرنے کے اعتبار سے اولیت حاصل ہے اسی طرح محترم ڈاکٹر عبد الباری ندوی صاحب کو بھی مذکورہ موضوع کا پہلا نگراں ہونے کا شرف حاصل ہے جو رضویات پر تحقیق کے حوالے سے ایک تاریخ ساز واقعہ ہے۔ ادارہ اپنے محبین و مخلصین اور معاونین کا بھی شکر گذار ہے خاص طور پر جناب حاجی

شیخ نثار احمد صاحب، حاجی عبد المجید برکاتی صاحب حاجی محمد رفیق برکاتی صاحب، محترم وسیم سہروردی صاحب، محترم ادریس سہروردی صاحب، محترم سہیل سہروردی صاحب کہ جنہوں نے خاص طور پر کتب کی طباعت واشاعت کیلئے وسائل مہیا کئے اور مفید مشوروں سے بھی نوازا۔ اس موقع پر ادارہ کے ان کارکنان کا ذکر نہ کرنا ناسپاسی ہوگی کہ جنہوں نے اس مقالے کی کمپوزنگ سے لے کر طباعت تک کے مرحلوں تک نہایت جانفشانی اور تندہی سے خدمات انجام دیں، جن میں ان ناموں کا ذکر ناگزیر ہے۔ جناب شیخ ذیشان احمد قادری صاحب، رب نواز خان صاحب، جناب عمّار صاحب (کمپوزر و کمپیوٹر سیکشن انچارج)۔ آخر میں ریسرچ اسکالر محترم مولانا شاہ محمد تبریزی زید عنایتہٗ، نائب مدیر معارف رضا کے بھی ممنون ہیں کہ انہوں نے اس مقالے کی طباعت سے قبل اس کی فائنل پروف ریڈنگ کی اور ہمیں مفید مشوروں سے نوازا۔

فجزاهم الله احسن الجزاء۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کی اس کاوش کو شرف قبول عطا فرمائے اور مؤلف محترم کے علم وعمل میں اضافہ عطا فرمائے اور صحت وعافیت کے ساتھ ان کو مزید علمی فتوحات، خصوصاً رضویات پر تحقیقات کے حوالے سے، حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین بجاہِ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

آخر میں عرض ہے کہ ہم نے اس مقالہ کی کمپوزنگ وطباعت میں حتی المقدور اغلاط و فروگذاشت کے تدارک کی کوشش کی ہے پھر بھی اگر صاحبانِ علم ونظر کو اس میں کوئی کوتاہی یا غلطی نظر آئے تو نشاندہی فرمادیں، ان شاء اللہ آئندہ اشاعت میں تصیح کرلی جائے گی۔

داغِ دل ہم نے نوریؔ دکھا ہی دیا
دردِ دل کا فسانہ سنا کر چلے

احقر العباد

سید وجاہت رسول قادری عفی عنہ

صدر ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل، کراچی، پاکستان

پیشِ لفظ

از قلم: ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم
﴿ریڈر شعبۂ علومِ اسلامیہ، ہمدرد یونیورسٹی، نئی دہلی﴾

برِ صغیر کے جن علماء نے عربی زبان وادب میں دینِ حق کی اشاعت اور علوم وفنون کی ترویج میں اہم کردار ادا کیا ہے، ان میں امامِ اہلسنّت حضرت مولانا شاہ امام احمد رضا خاں قادری علیہ الرحمۃ والرضوان کا نام نامی اسم گرامی کافی اہمیت کا حامل ہے۔ آپ نے عربی زبان وادب میں ان پیچیدہ مسائل پر سیرِ حاصل بحث فرمائی ہے جن کا بسا اوقات مادری زبان میں لکھنا اور اس کے متعلق سے اپنے مافی الضمیر کا اظہار کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ آپ کی ہزار سے زیادہ تصانیف میں سے اگر عربی زبان میں لکھی جانے والی کتابوں کا جائزہ لیا جائے تو ان کی تعداد بھی ڈھائی تین سو سے کم نہ ہوگی۔ یہ صراحت اس بات کی دلیل ہے کہ عربی زبان وادب پر آپ کو کامل عبور تھا۔ بہ تکلف نہیں بلکہ سلاست وروانی کے ساتھ اپنے افکار و خیالات کے شہ پاروں کو آپ صفحۂ قرطاس پر بکھیرنے کا بھرپور ملکہ رکھتے تھے۔

ہر زبان وادب کے ماہرین کی صلاحیتیں دو طرح کی ہوتی ہیں۔ بعض کو نثر میں لکھنے کی قدرت ہوتی ہے اور بعض کو نظم نگاری کا ملکہ حاصل ہوتا ہے اور بعض حضرات دونوں میدانوں کے شہ سوار ہوتے ہیں۔ مولانا احمد رضا خاں قادری رحمۃ اللہ علیہ نہ صرف ایک نثر نگار تھے بلکہ عربی زبان میں شعر وشاعری کا اچھا ذوق اور ملکہ رکھتے تھے جس کا اعتراف عرب وعجم کے علماء نے یکساں طور پر کیا ہے۔ بعض اہم مسائل کی تحقیق پر جب آپ کی عربی زبان وادب میں تصانیف اہلِ عرب کے سامنے پیش کی گئیں تو وہ صرف آپ کی زبان دانی کو دیکھ کر نہ صرف حیرت زدہ رہ گئے بلکہ اس کی سلاست کو دیکھ کر بیک زبان پکار اٹھے:

فوجدتها شذرة من عسجد وجوهرة و عقود در و زبرجد قد نظمها بيد الاجادة فی سلک اصابة الصواب

''یہ تو خالص سونے کی ڈلی ہے یا یاقوت و زبرجد اور موتیوں کی لڑیوں کا دانہ ہے جسے قابلِ قدر ہاتھوں نے صراطِ مستقیم کی لڑی میں پرویا ہے۔''

(پروفیسر مسعود احمد، فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں۔ ص:۱۴۲۔ المجمع الاسلامی مبارکپور ۱۹۸۱ء)

عربی زبان وادب میں آپ کی اعلیٰ مہارت سے متاثر ہوکر علمائے حرمین نے نہ یہ کہ آپ کی تصانیف پر تقاریظ لکھیں بلکہ آپ سے سندات واجازت بھی حاصل کیں جس کی تفصیل ''فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں'' نامی کتاب میں دیکھی جاسکتی ہے۔ ایک شافعی عالم شیخ حسین بن صالح جمل اللیل آپ کی علمی عبقریت سے اس درجہ متاثر ہوئے کہ انہوں نے اپنی ایک تصنیف الجوهرة المضيئة پر عربی زبان میں شرح لکھنے کی فرمائش بھی کرڈالی جسے آپ نے نہ صرف شرفِ قبولیت سے سرفراز کیا بلکہ وہیں دوروز کے اندر اس کی ایک بلیغ شرح النيرة الوضيئة فی شرح الجوهرة المضيئة (۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء) لکھ کران کی خواہش کی تکمیل بھی کردی۔ اس شرح پر تعلیقات وحواشی کا اضافہ بعد میں کیا جس کا نام الطرة الرضية علی النيرة الوضيئة (۱۳۰۸ھ/۱۸۹۰ء) تجویز کیا۔

(رحمٰن علی، تذکرہ علمائے ہند۔ ص:۱۶، کراچی ۱۹۶۱ء)

یہ داستان تو پہلے سفرِ حج کی تھی لیکن جب آپ دوسری بار سفرِ حج پر تشریف لے گئے تو اس وقت کے علمائے حرمین نے اپنا ایک لاینحل مسئلہ جس کا تعلق نوٹ سے تھا، آپ کے خدمت میں استفتاء کی شکل میں پیش کیا جس کا آپ نے قلم برداشتہ دلائل وشواہد سے مربوط اس طرح جواب دیا کہ عرب کے سارے فضلاء ورطۂ حیرت میں ڈوب گئے۔ اس استفتاء کے جواب کا نام آپ نے كفل الفقيه الفاهم فی احكام قرطاس الدراهم (۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء) رکھا۔

اس کے علاوہ ایک دوسرا مسئلہ جو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب سے متعلق تھا اس کا جواب

بھی آپ نے چند گھنٹوں میں لکھ کر پورے عالم میں اپنی علمی عبقریت کی دھاک بٹھادی۔ اس کتاب پر حرمین کے علماء نے جو تقاریظ لکھی ہیں وہ ان کے لئے تازیانہ ہے جو آپ کی علمی عبقریت کے منکر ہیں۔

یہ تو رہی بات امام اہلسنت کی عربی زبان وادب میں نثر نگاری کی جہاں تک بات رہی آپ کی شعری صلاحیت کی تو اس کے اعتراف میں عالمِ اسلام کے عصری جامعات میں ہونے والے ان پی۔ ایچ۔ ڈی کے مقالات کو پیش کیا جاسکتا ہے جو محققین نے جمع کئے ہیں۔ فاضل بریلوی کی عربی شاعری کے تعلق سے ماضی میں جو کام ہوا ہے اس سے تو اہلِ دانش باخبر ہیں اور یوں بھی اس کی تفصیل ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کراچی کے زیرِ اہتمام شائع ہونے والے جرنل "معارفِ رضا" میں متعدد بار شائع ہوچکی ہے اور اس فہرست میں روز افزوں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ پوری دنیا میں جو کام ہورہا ہے اس کی تفصیل کا یہاں کوئی موقع نہیں لیکن ادھر ماضی قریب میں امامِ اہلسنّت کی عربی شاعری اور بطورِ خاص نعتیہ شاعری کے تعلق سے جو کام ہوا ہے اس کی طرف میں اختصار سے اشارہ اس لئے کرنا چاہتا ہوں تا کہ آپ کی زندگی کا یہ پہلو بھی اربابِ دین ودانش کے سامنے نمایاں ہوکر آجائے اور غلط فہمیوں کی جو دبیز چادر معاندین کی آنکھوں اور دل ودماغ پر پڑی ہے وہ ہٹائی جاسکے۔

امامِ اہلسنّت کی شاعری کا اگر جائزہ لیا جائے تو برملا اس کا اعتراف کرنا پڑے گا کہ آپ کی نعتیہ شاعری عشق ومحبت اور سوز وگداز کا ایسا الاؤ ہے جہاں غرورِ عقل وخرد کی ساری زنجیریں سوزِ محبت کی آنچ سے پگھلتی نظر آتی ہیں۔ اسی لئے جامعہ ازھر کے سابق عمید **كلية الآداب** اور **رابطة الادب الحديث** کے صدر نشین استاذ عبدالمنعم خفاجی نے اپنے ایک مقالہ میں آپ کی شاعرانہ عظمت کا اعتراف کرتے ہوئے عربی اور فارسی زبان وادب میں آپ کی مہارت کو یکساں تسلیم کیا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ ان کی شاعری کا بیشتر حصہ نعتِ رسولِ مقبول ﷺ سے متعلق ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

"كان شاعراً محلقاً، ينظم الشعر بالاردية والفارسية والعربية، ببلاغة وتميز والكثير من شعره في مدح رسول ﷺ وفي التصوف"

(حازم محمد محفوظ، الكتاب التذكاري مولانا احمد رضا خان۔ ص:۴۵ القاہرہ۔ ۱۹۹۹ء)

تعصب کی عینک اتار کر جس نے آپ کی شاعری اور صرف شاعری ہی نہیں بلکہ تمام علوم وفنون میں آپ کی نگارشات کا کھلے دل سے مطالعہ کیا ہے اس میں انہیں محاسن نظر آئے۔ یہی وجہ ہے کہ ارباب علم ودانش کا ایک طبقہ بڑی تیزی سے آپ کی علمی شخصیت اور علمی کمالات کی تحقیق اور ریسرچ کی جانب بڑھ رہا ہے۔ برصغیر کی مرکزی جامعات کے علاوہ اب دینی مدارس میں بھی آپ کی بعض کتب کو شاملِ نصاب کرلیا گیا ہے۔ یہ سن کر آپ کو مسرت ہوگی کہ حکومت اتر پردیش جس کے تحت ایک ہزار سے زائد دینی مدارس بلا اختلاف مسلک مربوط ہیں اس کے نصاب کی تجدید راقم السطور کے قلم سے ۲۰۰۱ء میں ہوئی۔ اس نصاب کی تجدید راقم نے دو ورکشاپ لکھنؤ اور دہلی کے ذریعہ کی جس میں ہر مکتبۂ فکر کے علماء شریک ہوئے۔ اس ورکشاپ میں **فاضل عربی ادب** کے چھٹے پرچے ''اصناف ادب'' میں **قصیدہ تان رائعتان** کو بطور ٹیکسٹ شامل کیا گیا اور **فاضل معقولات** کے دوسرے پرچے **"طبیعات"** میں ''ردفلسفۂ قدیم'' کے تحت امام غزالی کی **تھافۃ الفلاسفۃ** کے ساتھ امام احمد رضا کی **الکلمۃ الملھمۃ** کو بھی جگہ دی گئی ہے اور یہ سب کچھ راقم السطور کی کوششوں سے ممکن ہوسکا ہے۔ **(فَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ)**

(ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم، نصاب تعلیم برائے درجات عالیہ اتر پردیش، عربی فارسی بورڈ ص: ۱۶۴، ۱۸۴۔ دہلی ۲۰۰۱ء)

برصغیر میں جس طرح امام اہلسنّت کی علمی ودینی خدمات کا اعتراف ہو رہا ہے اس سے اہلِ دانش وبینش بے خبر نہیں ہیں۔ خوش آئند بات یہ ہے کہ عرب جامعات میں بھی آپ کی عبقری شخصیت پر بحث وتحیث کا سلسلہ شروع ہو چکا ہے۔ ابھی ماضی قریب میں ہی عربی زبان وادب کے ایک استاذ شیخ رزق مرسی ابو العباس جامعہ ازھر کی زیرِ نگرانی امام احمد رضا کے علمی کارناموں کے تعلق سے ایک مقالہ جمع ہوا ہے جس کا عنوان ہے: **"الشیخ احمد رضا خان البریلوی شاعراً عربیاً"** (۱)۔ اس مقالہ میں مقالہ نگار نے اعتراف کیا ہے کہ عربی زبان وادب میں نعتیہ شاعری جس شیریں لب ولہجہ اور پسندیدہ اسلوب میں مولانا احمد رضا خاں نے لکھی ہے، دوسرے

(۱) یہ مقالہ علامہ عبد الحکیم شرف قادری صاحب کے صاحبزادہ مولانا ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی الازہری نے لکھا تھا جس پر ان کو بسندِ ممتاز ایم فل کی سند عطا ہوئی۔ مؤسسۃ الشرف لاہور سے کتابی شکل میں شائع ہو چکا ہے۔ (وجاہت)

عجمی شعراء کے یہاں وہ مفقود ہے۔اس مقالہ کے نگران استاذ شیخ مرسی نے بھی آپ کی شاعرانہ عظمت کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "لب ولہجہ کی متانت، زبان وبیان کی چاشنی، جذبہ کی فراوانی، احساس کی ندرت سے ان کی شاعری پوری طرح مملو ہے انہوں نے اپنی شاعری میں ہمارے اجداد کے ورثہ کی بھرپور نمائندگی کی ہے اور قدیم شعراء کی روش سے سرموانحراف نہیں کیا ہے۔وہ لکھتے ہیں:

"انہ احمد رضا خان شاعر محیر، العقل مکتمل، والعاطفة جیاشة، والاحساس عین فوارة، ولسانه طیع، الفاظه تاتیه مستملحة غیر مستکرهة فی اغلب الاحیان، متمسك غایة التمسك بتراث اجدادنا العرب مقتف اثر من سلف من الشعراء"

(حازم محمد محفوظ، الکتاب التذکاری امام احمد رضا. ص:۶۱۔ القاہرہ، ۱۹۹۹ء)

پروفیسر محمد رجب بیومی جو مصر کے ادبی حلقوں کی مشہور شخصیت ہیں ان کی قلمی نگارشات اکثر جامعۃ الازھر کے ہفت روزہ میگزین "صوت الازھر" میں شائع ہوتی رہتی ہیں، منصورہ نامی شہر میں الازہر کی ایک برانچ **کلیة اللغة العربیة** کے سابق ڈین بھی رہ چکے ہیں، انہوں نے جامعہ ازہر میں مولانا احمد رضا پر کیے جانے والے تحقیقی مقالہ کا مطالعہ کرنے کے بعد فرطِ مسرت سے فرمایا:

"اس (مقالہ نگار) نے اہلِ عرب کے ایسے ورثہ پر مطلع کیا ہے جسے وہ اس سے پہلے نہیں جانتے تھے۔"

(ماہنامہ معارف رضا کراچی۔ ص:۱۰ جنوری ۲۰۰۱ء)

اسی طرح کئی ایک مصری ادباء اور اربابِ علم ودانش نے مولانا احمد رضا خاں قادری کی عربی شاعری اور نعتیہ قصائد پر کتب وجرائد میں اپنے زریں خیال کا اظہار کیا ہے۔ایک تحقیق کے مطابق آپ کے عربی اشعار متعدد کتابوں میں چارسو کی تعداد میں پائے جاتے ہیں جس کا بیشتر حصہ حمد خدا اور مدحِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مشتمل ہے۔

اس طرح امام اہلسنت کی عربی زبان وادب میں خدمات پر جو دینی مدارس اور دنیا کی جامعات میں ریسرچ ہورہی ہیں وہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کے علمی کارنامے اس قابل ہیں

کہ پوری دنیا کے اربابِ خرد کے سامنے پیش کیے جائیں۔ ڈاکٹر محمود حسین صاحب صدر شعبہ عربی، بریلی کالج، روہیل کھنڈ یونیورسٹی کی یہ کاوش بھی اسی کا ایک حصہ ہے۔ یہ مقالہ ڈاکٹر موصوف نے مسلم یونیورسٹی میں ان دنوں تیار کرلیا تھا جب ہم بھی علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں ڈاکٹریٹ کر رہے تھے۔ موصوف نے اس موضوع کا انتخاب اس وقت کیا جب طلبہ ایسے موضوعات کی طرف بمشکل تمام رغبت کا اظہار کیا کرتے تھے۔ عربی زبان وادب کے حوالے سے ڈاکٹر صاحب نے ایک صدی کی بکھری ہوئی تاریخ کے ملبے سے امام اہلسنّت کی عربی زبان وادب کے حوالے سے مواد جس عرق ریزی اور حزم واحتیاط کے ساتھ جمع کیے ہیں وہ انہی کا حصہ ہے۔ اس عظیم اور بے مثال قلمی خدمت کے لئے پوری جماعت اہلسنّت کی طرف سے شکریہ کے مستحق ہیں اور ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا کراچی جس کا نصب العین ہی ہمہ دم مسلکِ اہلسنّت کی ترویج اور امام اہلسنّت کی شخصیت پر ہونے والے کاموں کی نشرو اشاعت اور ریسرچ اور تحقیق ہے۔ اس ادارہ نے اس کتاب کو شائع کرنے اور اسے عالمِ اسلام میں پھیلانے کا جو بیڑا اٹھایا ہے وہ کچھ کم اہمیت کا حامل نہیں۔ اس اہم کام پر ہم اس ادارہ کے اراکین ومعاونین اور جملہ ممبران کو مبارکباد دیتے ہیں اور امام اہلسنّت کے وہ جملہ معتقدین جو مسلک حق کی نشرو اشاعت کا دعویٰ کرتے ہیں ان سے درخواست کرتے ہیں کہ اشاعتی امور میں ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا کراچی کی کارکردگی کو اپنے لئے مشعلِ راہ بنائیں۔

کام وہ لے لیجئے تم کو جو راضی کرے
ٹھیک ہو نامِ رضا، تم پہ کروڑوں درود

آمین بجاہ حبیبه سید المرسلین وصلی الله تعالیٰ علیٰ خیر خلقه سیدنا محمد واٰله وصحبه وحزبه اجمعین

غلام یحییٰ انجم

یکم رمضان المبارک ۱۴۲۵ھ

۱۶/اکتوبر ۲۰۰۴ء



مولانا احمد رضا خاں کی عربی زبان وادب میں خدمات۔ایک جائزہ

از قلم: ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی، بریلی شریف

امام احمد رضا فاضل بریلوی (م ۱۹۲۱ء) کی شخصیت محتاجِ تعارف نہیں۔آج نہ صرف عرب وعجم بلکہ یورپ وامریکہ کے دانش کدوں میں بھی ان کے نام اور علمی کارناموں کی دھوم ہے۔امام احمد رضا نے ستر مجرد نقلی وعقلی علوم وفنون پر ہزار سے زائد کتب و رسائل تصنیف فرما کر دینی ودنیوی علوم وفنون کے جہان کو مالامال اور نہال کر دیا ہے۔

امام احمد رضا جہاں ایک عظیم فقیہ ومفتی، محدث ومفسر تھے نیز عمرانی، معاشی، سائنسی اور ریاضیاتی علوم وفنون پر حاوی تھے، وہیں وہ اردو، فارسی اور عربی زبان وادب پر بھی یکساں عبور رکھتے تھے۔عربی زبان وادب میں ان کی مہارت کا تو یہ عالم تھا کہ ان کی عربی تحریروں کو دیکھ کر اہلِ عرب کو یقین ہی نہیں آتا تھا کہ یہ کسی ہندی نژاد عالم یا ادیب کی تحریر ہے۔

آج امام احمد رضا کے دینی علوم کے ساتھ ساتھ ان کی عربی شاعری اور نثر نگاری کی طرف دنیا کی قدیم اور عظیم عربی یونیورسٹی جامعہ ازہر، مصر کے اساتذہ بھی متوجہ ہیں۔کئی سال قبل الاستاذ حازم محمد احمد عبدالرحیم المحفوظ (**بكلية اللغات والترجمة، جامعة الازهر الشريف، القاهره، مصر**) امام احمد رضا کے کئی سو (۱۰۰) عربی اشعار ان کی مختلف تصانیف سے یکجا کر کے عربی دیوان بنام "بساتین الغفران" مرتب کر چکے ہیں۔اسی جامعہ کے ایک اور استاذ، امام کے دیوان "حدائقِ بخشش" کے اردو کلام کا منظوم عربی ترجمہ بھی کر رہے ہیں (۱)۔ایک پاکستان اسکالر مولانا ممتاز احمد سدیدی (لاہور) جامعہ ازہر سے امام احمد رضا کے عربی شاعری پر بعنوان "**الشيخ احمد رضا خان البريلوى الهندى۔ شاعراً عربياً**" ایم۔فل (M.Phil) کی

(۱) حدائقِ بخشش حصہ اول ودوم کا منثور ترجمہ دکتور حازم المحفوظ نے کیا اور اس کو نظم میں جامعہ ازہر کے نامور استاذ الاستاذ الدکتور حسین مجیب مصری مرحوم نے کیا، جو مصر ہی سے "صفوة المديح" (۲۰۰۱ء) کے نام سے شائع ہوا۔(وجاہت)

ڈگری بھی حاصل کر چکے ہیں۔ پاکستان کے ایک اور پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحٰق قریشی نے امام احمد رضا کی عربی شاعری پر مقالہ بھی لکھا ہے۔ لیکن اگر تحقیق و تاریخ کی روشنی میں دیکھا جائے تو ان حضرات سے قبل ''امام احمد رضا کی عربی زبان وادب پر خدمات'' کا جائزہ بریلی ہی سے لیا گیا ہے اور بریلی کے وہ اسکالر ہیں ڈاکٹر محمود حسین صاحب، لکچرار شعبۂ عربی، بریلی کالج، بریلی۔ آپ نے تقریباً ۱۲، ۱۳؍سال قبل ''امام احمد رضا کی عربی شاعری'' پر ایک مبسوط و وقیع مقالہ لکھا جس میں امام احمد رضا کی عربی شاعری کا ادبی و فنی جائزہ بہت ہی ناقدانہ انداز میں لیا گیا ہے اور اس مقالہ سے بھی قبل آپ نے (ڈاکٹر محمود حسین صاحب نے) ۱۹۹۰ء میں دنیا کی مانی ہوئی یونیورسٹی علیگڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، سے ''امام احمد رضا کی عربی زبان وادب میں خدمات'' پر وقیع مقالہ رقم فرما کر ایم فل (M.Phil) کی ڈگری حاصل کی۔

یہ الگ بات ہے کہ ڈاکٹر محمود حسین صاحب نے اس کی پبلسٹی (تشہیر) نہیں کی اور کسی وجہ سے ان کا یہ خصوصی مقالہ منصہ شہود پر نہ آسکا لیکن بقول امام احمد رضا

اے رضا ہر کام کا ایک وقت ہے : دل کو بھی آرام ہو ہی جائے گا

اب کام کے منظرِ عام پر آنے کا وقت آگیا اور یہ حقیقت اب عیاں ہو جائے گی کہ یونیورسٹی کی سطح پر امام کی عربی دانی پر تخصص و تحقیق کی اولیت کا سہرا ڈاکٹر محمود حسین صاحب ہی کے سر ہے۔

ڈاکٹر محمود حسین صاحب کا زیرِ نظر مقالہ ''مولانا احمد رضا خاں کی عربی زبان وادب میں خدمات'' (جو کتابی شکل میں زیرِ طبع ہے) کو مندرجہ ذیل ابواب میں تقسیم کیا ہے:

باب اول: ہندوستان میں عربی زبان وادب کا ارتقاء

باب دوم: امام احمد رضا شخصیت کے آئینے میں۔

باب سوم: امام احمد رضا۔ ان کے ہم عصر علماء

باب چہارم: امام احمد رضا۔ علم وفن کی دنیا میں۔

باب پنجم: امام احمد رضا۔ ہندوستان میں زبان وادب کا عبقری

باب ششم: امام احمد رضا۔ تصنیفات ونوادرات کی روشنی میں۔

ابتداء ہی میں ہر باب کا مختصر تعارف بھی دے دیا گیا ہے۔ اس سے قاری کو پوری کتاب کے مطالعہ کی دلچسپی بڑھ جاتی ہے۔

مقدمہ بہت زوردار ہے۔ ڈاکٹر محمود حسین صاحب نے حقائق وشواہد اور امام احمد رضا کے مخالفین ومعاندین کے اعترافات نیز عالمی سطح پر ان پر تخصص وتحقیق کے انجام دیئے جانے والے امور کی روشنی میں امام کی عبقریت ثابت کردی ہے اور اس طرح ان کے حاسدین ومخالفین کے بچھائے ہوئے کذب بیانی اور غلط فہمی کے دام خود بخود کٹ کر رہ جاتے ہیں۔

باب اول میں ہندوستان میں عربی زبان کے ارتقاء کا اجمالی جائزہ پیش کیا گیا ہے جو بہت ہی جامع ہے۔ یہ جائزہ محمد بن قاسم کے فتح سندھ سے لے کر غزنوی عہد، غوری عہد، غلام خاندان، خلجی خاندان، خاندانِ تغلق کے سلاطین، سید ولودھی وسوری سلاطین۔ یہاں تک کہ مغلیہ عہدِ حکومت تک کا جامع جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ سلطنتِ مغلیہ کے زوال کے بعد علاقۂ روہیل کھنڈ، مرادآباد، امروہہ، رام پور، بدایوں، بریلی وغیرہ کے ان علماء کی فہرست بھی دی ہے جو علوم دینیہ میں مہارت رکھنے کے باوصف عربی زبان وادب پر بھی دسترس رکھتے تھے۔

اخیر میں یہ وضاحت بھی کردی ہے کہ خانوادۂ رضا سے عربی زبان وادب کو بڑا فروغ حاصل ہوا۔

بریلی کی مختصر تاریخ بھی بہت محققانہ ہے۔ مہا بھارت کے عہد میں پانچال سلطنت سے لے کر مسلم سلاطین، پھر روہیلہ سردار حافظ رحمت خاں شہید وغیرہ کے عہد کے بریلی کا اچھا جائزہ پیش کیا ہے۔

بریلی کو نئی شکل میں بسانے کا کام "بریلی دیو"، "بانس دیو" نے ہی کیا ہے اسی لئے پہلے اسے بانس بریلی کہا جاتا رہا اور اب بھی بہت سے لوگ اسے "بانس بریلی" ہی کہتے ہیں۔

باب دوم تا چہارم میں امام احمد رضا کے آباء واجداد، حیات وشخصیت، علوم وفنون، علم و

فضل، اساتذہ، مشائخ، خلفاء، تلامذہ، اولاد امجاد وغیرہ کا اچھا تذکرہ پیش کیا گیا ہے۔

خاصے کا باب، باب پنجم ہے یعنی ''امام احمد رضا۔ ہندوستان میں عربی زبان وادب کا عبقری۔''

امام احمد رضا نے مختلف علوم وفنون پر زبانِ عربی میں جو کتابیں لکھی ہیں اور جن کی تعداد ڈاکٹر صاحب نے ۲۹۱ بتائی ہے۔ ان کے علاوہ ان کے فتاوی اور دیگر کتب ورسائل میں بھی عربی عبارات موجود ہیں۔ اگر ان سب کو بھی یکجا کرلیا جائے تو امام کی تصانیف کا ۱/۳ حصہ عربی پر ہی مشتمل ہوگا۔ امام احمد رضا کے دیوان ''حدائقِ بخشش'' ہر سہ حصص کے علاوہ بھی ان کے عربی کلام متعدد تصانیف میں بکھرے پڑے ہیں۔ اگر امام کی نثری تحریروں اور منظومات کو یکجا کرلیا جائے تو کمیت اور کیفیت کے اعتبار سے وہ دنیا کے مشاہیر عربی داں حضرات کے کارناموں سے کسی بھی طور کم نہیں اتریں گے۔

اس باب میں ڈاکٹر محمود صاحب نے امام کی تصانیف بالخصوص ''الدولۃ المکیہ'' اور ''کفل الفقیہ الفاہم'' وغیرہ کا بھی نثری جائزہ پیش کیا ہے۔ مکاتیب اور خطبات کے حوالے سے بھی امام احمد رضا کی عربی نثر نگاری اور انشاء پردازی کا جائزہ پیش کیا ہے۔

امام احمد رضا کی جن تصانیف سے ڈاکٹر صاحب موصوف نے عربی اشعار یکجا کیے ہیں۔ ان کے حوالے بھی دیے ہیں اور اس طرح امام کے حمد ومناجات، نعت ومنقبت، قصائد اور تاریخ گوئی وغیرہ کا فاضلانہ ادبی وفنی جائزہ پیش کر کے امام کو عربی زبان وادب کا عبقری ثابت کیا ہے اور ان کے مقام ومرتبہ کا دیانت دارانہ محاکمہ کیا ہے۔

ڈاکٹر صاحب موصوف نے امام کے عربی اشعار کا اردو ترجمہ بھی بہت ادبی انداز میں پیش کیا ہے۔ چند نمونے ملاحظہ کیجئے:

﴿۱﴾ رسول اللہ انت المستجارُ
ولا أخشی الاعادی کیف جاروا
بفضلک ان تجی ان عن قریب
تمزق کیدھم والقوم باروا

ترجمہ: ”یارسول اللہ! آپ آماجگاہ ہیں چنانچہ دشمنوں سے ذرہ برابر بھی خائف نہیں کہ وہ کس طرح ظلم وستم کریں، مجھے آپ کے فضل وانعام سے توقع ہے، آکر جلد ہی دشمنوں کے مکر وفریب کے دام کو چاک فرمادیں گے اور دشمنوں کا گروہ تباہ ہو جائے گا۔“

﴿۲﴾ حکیم اجمل خاں کے والد ماجد حکیم محمود خاں کے انتقال پر درج ذیل اشعار کہے جو آج بھی پتھر پر کندہ ہیں جو حکیم صاحب کے سرہانے لگا ہوا ہے۔

بکت العیون اما ترید جموداً
ابکت شریفاً صادقاً محموداً
أسفت لفقدا لطب عصر قوامه
فاست وهل باسا تحس فَقيداً
املت علی مثواه یوم معاده
قبر الذی فی الطّبّ مات حمیداً

ترجمہ: ”آنکھوں نے آنسو بہائے۔ کیا آنکھوں نے اشک رواں سے بھڑنے کا ارادہ کرلیا ہے؟ کیا شریف، صادق اور محمود پر گریاں ہیں۔

(حکیم محمود خاں کے جد امجد اور والد ماجد کے اسماء بالترتیب حکیم شریف خاں اور حکیم صادق علی خاں تھے، اس شعر میں تینوں کو بالترتیب لکھا گیا ہے۔)

آنکھیں غمگین ہیں، کیونکہ طب نے اپنے مایۂ صحت کا سہارا کھودیا ہے۔ آنکھوں سے اشک جاری ہیں۔ کیا ہم سے رحلت کر کے گم ہو جانے والے پر آنکھوں کو کسی عذاب کے خطرہ کا احساس ہے۔ حکیم کی رحلت کے وقت آنکھوں نے ان کی قبر پر برجستہ تحریر کرایا، یہ اس کی قبر ہے جس نے فنِ طب میں اعلیٰ زندگی بسر کی اور بعد رحلت قرار پایا۔“

باب ششم میں ڈاکٹر محمود حسین صاحب نے امام احمد رضا کی ۲۹۱ رتصانیف کے اسماء ان کے تعارف کے ساتھ پیش کئے ہیں۔

زیرِ نظر مقالہ رضویات میں ایک اہم اضافہ ہے۔ مولائے کریم اسے شرفِ قبول عطا فرمائے اور ڈاکٹر صاحب موصوف کو صحت وعافیت کے ساتھ عمر طویل۔ آمین!! بجاہِ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

مقدمہ

ہندوستان میں عربی زبان کی نشر واشاعت کا سلسلہ یہاں مسلمان فاتحین کی آمد ہی سے شروع ہو چکا تھا، ایسے ایسے جید علماء ودانشور پیدا ہوئے، جنہوں نے ایسی خدمات انجام دیں، جس کے سبب یہ اعتراف کیا جانے لگا کہ'' قرآن اترا عربوں میں' پڑھا مصریوں نے، سمجھا ھندیوں نے'' اس مقولہ کی صداقت کہاں تک ہے، اس سلسلہ میں کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ البتہ اتنا مسلّم ہے کہ لسان الفردوس عربِی مبین میں نازل شدہ قرآن مقدس کی تشریح وتوجیہ جتنی ہندوستان میں کی گئی شاید اور کہیں نہیں کی گئی۔

ہندوستان کے ہر عہد حکومت میں کچھ نہ کچھ ایسے علماء رہے، جن کی عبقریت دانشوروں کے درمیان مسلم رہی۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی (م ۱۱۷۶ھ) حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی (م ۹۹۹ء) حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی (م ۱۲۳۹ھ) علیہم الرحمۃ والرضوان۔ یہ وہ نابغۂ روزگار شخصیات ہیں جن کی علمی خوبیوں اور کمالات کا خطبہ آج بھی پڑھا جارہا ہے۔ اس کے علاوہ علماء فرنگی محل، علمائے بدایوں، علمائے خیرآباد، علمائے بلگرام اور علمائے بریلی نے عربی زبان وادب اور دیگر علوم وفنون میں جو خدمات انجام دی ہیں وہ بھی ہندوستان کی تاریخ میں ایک زریں باب کا درجہ رکھتی ہیں۔

جن ارباب علم وفضل نے عربی زبان وادب کو بطور خاص اپنی دلچسپی کا میدان قرار دیا اور اپنی صلاحیتیں صرف کر کے افکار وخیالات کو حیطۂ تحریر میں لائے ان کی بھی ایک لمبی فہرست ہے، جن میں بطور خاص حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی (م ۱۱۷۶ھ/۱۷۶۲ء) علامہ فضل حق خیرآبادی (م ۱۲۷۸ھ)، وصی احمد محدث سورتی (م ۱۳۳۴ھ/۱۹۱۶ء)، مولانا ارشاد حسین رامپوری (م ۱۳۱۱ھ)، مولانا عبدالحق رائے بریلوی، مولانا فیض الحسن سہارنپوری (م ۱۳۰۴ھ) اور مولانا عبدالعزیز میمن وغیرہ کا نام نامی اسم گرامی لیا جاسکتا ہے۔

امام احمد رضا خان بریلوی چودھویں صدی ہجری کی وہ مسلم الثبوت، بے مثال شخصیت ہے، جس کی پوری صدی میں کوئی مثال زندگی کے کسی گوشہ اور شعبہ میں نہیں ملتی۔ عربی زبان و ادب کو ان کے زبان وقلم سے جو جلا ملی ہے اس سے کوئی فرد بشر انکار نہیں کر سکتا۔ ہندوستان کی تاریخ میں امام احمد رضا کے سوا ایسا کوئی شخص کو یا نظر نہیں آتا جس کی نظر تمام علوم وفنون پر یکساں محیط ہو۔ مذکورۃ الصدر شخصیات کی زندگی کا مطالعہ کیا جائے تو اندازہ ہوگا کہ کسی نے حدیث کے ذریعہ عربی زبان وادب کی خدمات کی، کسی نے سیاسی طور پر اسے استعمال کیا، کسی نے اس زبان کو سوانحی انداز میں پیش کیا، کسی نے اس صلاحیت کا اظہار شاعرانہ لب ولہجہ میں کیا اور کسی نے اسے تحقیق کا معیار بخشا اور اس حیثیت سے یہ حضرات عربی زبان کے ماہرین میں سے تسلیم کیے گئے مگر اس کے برعکس جب ہم مولانا احمد رضا خاں کی شخصیت کا جائزہ لیتے ہیں اور ان کی زندگی کا مطالعہ کرتے ہیں تو بیک وقت ساٹھ علوم میں ان کی مہارت تسلیم کی جاتی ہے اور چھوٹی بڑی ہزار تصانیف میں عربی، فارسی اور اردو کے جامہ میں ان علوم سے متعلق افکار وخیالات ملبوس نظر آتے ہیں۔ قرآن فہمی، حدیث دانی، فقہی بصیرت، الغرض علوم نقلیہ میں مہارت تامہ حاصل ہونے کے ساتھ ساتھ علم کیمیا، حیوانات، طبعیات، ریاضی، ہیئت، نجوم، ارضیات، علم صوتیات، علم توقیت، علم طب، علم الأدویہ، علم معاشیات، علم اقتصادیات، علم تجارت، علم شماریات، علم جغرافیہ، علم سیاسیات، علم معدنیات، علم اخلاقیات، علم بین الاقوامی امور، منطق، فلسفہ جیسے سائنس کے بیشتر علوم میں خواہ تجرباتی ہوں یا فکری ان کی صلاحیت مسلم ہے، جب کہ ان کی زندگی کا مقصد اصلاح عقائد فاسدہ اور فتویٰ نویسی کے علاوہ کچھ نہ تھا جس کا اعتراف خود انہوں نے اپنی زبان وقلم سے کیا ہے:

> ”فقیر کے یہاں علاوہ دیگر مشاغل کثیرہ دینیہ کے کار فتویٰ اس درجہ وافر ہے کہ دس مفتیوں کے کام سے زائد ہے۔ بریلی شہر و دیگر بلاد و امصار جملہ رقعاء ہندوستان، بنگال و پنجاب، ملیبار، برما، ارکان چین وغزنی، امریکہ، افریقہ حتیٰ کہ سرکار حرمین محترمین سے استفتا آتے ہیں اور ایک وقت میں پانچ پانچ سو جمع ہوجاتے ہیں۔

عقیدت مندوں کی بھیڑ، دعا وتعویذ لینے والوں کا ہجوم، مسائل شرعیہ پوچھنے والوں کا جمگھٹ اس پر مستزاد تھا۔ اس سادہ زندگی گزارنے والے فقیر منش نے تنہا وہ سب کچھ کر کے دکھادیا جسے کرنے کیلئے آج منظم اکیڈمیوں کی ضرورت ہے۔

امام احمد رضا علوم وفنون کے اعتبار سے کس بلندی پر فائز تھے۔ اس کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا، اسی طرح ان کے کتنے مخالفین تھے اس کی بھی کوئی تعداد نہیں پیش کی جاسکتی حد تو یہ ہے کہ اکثر مؤرخین نے ان کی عبقری شخصیت کو نظر انداز کر دیا، ذاتی اور مسلکی اختلافات کے سلسلے جب دراز ہوتے ہیں تو بہت سارے حقائق بھی نظروں سے اوجھل ہو جاتے ہیں۔ مخالفین اپنی جگہ لیکن حقائق اور وہ بھی علمی وادبی، واشگاف ہو ہی جاتے ہیں۔

امام احمد رضا کی عبقری شخصیت کو بعض مورخین نے ایسا توڑ مروڑ کر پیش کر دیا جس سے ان کی علمی جلالت وقدر کا اندازہ لگانا کسی قدر مشکل ہو جاتا ہے۔ لیکن اس مخالفت کے باوجود بعض ارباب علم ودانش ان کی صلاحیت کا اعتراف کئے بغیر نہ رہ سکے۔

☆ ....مولانا ابوالاعلی مودودی (بانی جماعت اسلامی)

☆ ....مولانا عبدالحئی رائے بریلوی

☆ ....مولانا علی میاں ندوی

☆ ....مولانا اشرف علی تھانوی

☆ ....مولانا محمد الیاس (بانی تبلیغی جماعت)

☆ ....حکیم محمد سعید دہلوی

☆ ....مولانا ابوالکلام آزاد

☆ ....مولانا شاہ معین الدین ندوی (ناظم دارالمصنفین اعظم گڑھ)

☆ ....علامہ اقبال (شاعر مشرق)

☆ ....آنرایبل لیفٹیننٹ کرنل ڈاکٹر ضیاء الدین، سابق وائس چانسلر، مسلم یونیورسٹی، علیگڑھ

☆ ....پروفیسر حاکم علی۔

جیسے دانشوروں نے بھی ان کی صلاحیت وعلمی خدمات کے اعتراف کے صلے میں کلمات تحسین سے نوازا ہے۔

امام احمد رضا کی یہ صلاحیت خداداد تھی۔ انہوں نے صرف اپنے والد ماجد مولانا نقی علی خاں (م۱۲۹۷ھ/۱۸۸۰ء) کی آغوش تربیت میں کچھ کتابیں پڑھیں تھیں، اس کے علاوہ مرزا غلام قادر بیگ (م۱۳۳۶ھ)، مولانا عبدالحئی رامپوری (م۱۲۹۷ھ) اور مولانا ابوالحسین نوری مارہروی (م۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء) کی خدمت میں انہوں نے زانوئے تلمذ تہہ کیا تھا، یہی چندان کے اساتذہ تھے جن کی تربیت نے انہیں اس طرح نکھار دیا کہ عرب وعجم کے علماء ان کے نور علم سے مستنیر ہونے لگے۔ عبقری ہوتو ایسا کہ عرب وعجم میں جس کے علم کا سکہ چلے، ہندوستان میں جن لوگوں نے آپ سے کسب فیض کیا ان میں مدارس کے اساتذہ سے لیکر یونیورسٹی کے ارباب علم و فضل تک شامل ہیں، ان کی فہرست تو پیش کرنی مشکل ہے، البتہ عرب وعجم کے جن علماء کو انہوں نے فیضیاب فرما کر اجازات سے نوازا ہے، ان کی تفصیل کچھ اس طرح ہے:

- شیخ صالح کمال مکی م-۱۳۲۵ھ/۱۹۰۶ء
- سید اسمٰعیل خلیل مکی م-۱۳۳۹ھ/۱۹۱۹ء
- سید مصطفیٰ خلیل مکی م-۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء
- شیخ احمد خضراوی مکی، م-۱۳۳۶ھ/۱۹۰۶ء
- شیخ عبدالقادر کردی مکی، م-۱۳۴۶ھ/۱۹۲۷ء
- شیخ فرید مکی م-۱۳۳۵ھ/۱۹۱۶ء
- مولانا حامد رضا خاں م-۱۳۶۲/۱۹۴۳ء
- مولانا سید عبدالسلام م-۱۳۹۳ھ/۱۹۴۴ء
- مولانا عبدالعلیم میرٹھی م-۱۳۷۳ھ/۱۹۵۳ء
- سید دیدار علی الوری م-۱۳۵۲ھ/۱۹۳۳ء
- مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی م-۱۳۶۸ھ/۱۹۴۸ء

۞ ....مولانا محمد امجد علی اعظمی م-۱۳۶۸ھ/۱۹۴۸ء

۞ ....مولانا سید سلیمان اشرف بہاری م-۱۳۶۸ھ/۱۹۴۸ء وغیرہ۔

رشد و ہدایت کی مشغولیت بھی اپنی جگہ مسلم تھی۔اسلام کی نشر و اشاعت زبان وقلم سے ہی زندگی کا مطمح نظر تھا، سیکڑوں لوگوں نے اسلام قبول کیا اور ہزاروں بھٹکے ہوئے لوگوں کو اسلام کی راہ صداقت پر لا کھڑا کیا۔آپ متعدد سلاسل میں مرید بھی کرتے اور سند خلافت بھی عطا کرتے ،اور یہ دولتِ بے بہا آپ کو ہندوستان کی عظیم خانقاہ مارہرہ مطہرہ کی سرزمین سے حضرت مولانا سید الِ رسول احمدی اور حضرت مولانا ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہا کی درگاہ سے حاصل ہوئی تھی۔ یہ ان کے مرشد اعلیٰ کا کرم ہے کہ انہوں نے کئی لاکھ لوگوں کو سلسلۂ قادریہ میں شامل کیا اور عرب وعجم کے متعدد جید علماء کو اپنے ہاتھ سے تحریر کر کے سند خلافت مرحمت فرمائی، ان کی فہرست اپنے مقام پر پیش کی جائے گی۔

امام احمد رضا کے علم وفن پر دبیز پردہ ڈالنے کی مخالفین نے حد درجہ کوشش کی مگر انہیں اپنی منہ کی کھانی پڑی، اس میں وہ ناکام ہی رہے۔علم وفضل کے آفتاب کی تابانیوں کو کوئی روک نہ سکا جو کھلے ذہن ودماغ کے لوگ تھے ان کے علم وفضل کی کرنوں نے ان کے اذہان وقلوب کو منور کرہی ڈالا جو لوگ مولانا احمد رضا کے نور علم سے مستنیر ہوئے اور اپنی کتب ورسائل کی روشنی میں ان کی شخصیت کو پڑھا، اور سمجھا اور اس افہام وتفہیم میں اپنی زندگی کا ہر ہر لمحہ وقف کر دیا۔ایسے لوگوں کی بھی ایک لمبی فہرست ہے جس میں عرب وعجم کے علماء یکساں طور پر شامل ہیں، کچھ تو امام احمد رضا ہی کی شخصیت کو مقصود زندگی سمجھ کر پڑھتے پڑھاتے ہیں ایسے لوگوں نے جو کچھ ان کی شخصیت کو سمجھا ہے اس کو انہوں نے اپنے افکار وخیالات کا درجہ دیکر قرطاس کی زینت بنایا ہے اور بڑی اہم مبسوط کتابیں لکھ کر رضا شناسی کا حق ادا کیا۔مولانا ظفر الدین بہاری کی حیات اعلیٰ حضرت ،مولانا بدرالدین کی سوانح اعلیٰ حضرت اور پروفیسر محمد مسعود احمد کی حیات مولانا احمد رضا خاں کے علاوہ ماہنامہ قاری، دہلی ۱۹۸۹ء؛ المیزان ، بمبئی ۱۹۷۶ء؛ حجاز جدید، دہلی ۱۹۸۹ء؛ ماہنامہ اشرفیہ،

مبارکپور کے امام احمد رضا کے حوالے سے خصوصی شماروں کے علاوہ انوار رضا پاکستان ۱۹۷۷ء، معارف رضا، کراچی، پاکستان (۱۹۸۱ء تا حال) کے سالنامے امام احمد رضا کی حیات وخدمات پر مشتمل دستاویزات ہیں جن کی اہمیت اصحاب علم وفن میں مسلّم ہے۔ اس کے علاوہ اس پر ایک اندازہ کے مطابق ۵۰۰/ کتابیں ہیں جس میں مصنفین نے امام احمد رضا کے مختلف گوشوں پر خامہ فرسائی کی ہے۔ مجلات ورسائل کے چھوٹے چھوٹے خصوصی شمارے اس پر مستزاد ہیں۔ رضا شناسی کا یہ سلسلہ ادھر کچھ سالوں سے عالمی پیمانے پر ہونا شروع ہوگیا ہے، امریکہ، ہالینڈ، ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش، انگلینڈ وغیرہ جیسے اہم ملکوں میں ان پر کام کیا جارہا ہے اوران سے متعلق اکیڈمیاں اور ریسرچ سینٹرز معرض وجود میں آچکے ہیں۔ ہندوپاک میں پچھلے چند سالوں میں بہت کچھ لوگوں نے خامہ فرسائی کی ہے لیکن امام احمد رضا کی عالمگیر شخصیت کو مدنظر رکھتے ہوئے ابھی بہت کچھ لکھنے کی ضرورت ہے۔ رضا شناسی کا یہ سلسلہ اپنی آب وتاب کے ساتھ جاری ہے، مدارس کی دنیا سے ہٹ کر ملک کی نامور یونیورسٹیوں اور کالجوں میں ان کی شخصیت کو سمجھنے اور پرکھنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ یہ سلسلہ عرصہ سے جاری ہے، کچھ لوگوں نے تو ان کی زندگی کے بعض گوشوں کو عنوانِ تحقیق کے طور پر منتخب کیا اور شبانہ روز جدوجہد کر کے اپنے محققانہ افکار کو کتابی شکل دے سکے جس کے اعتراف میں انہیں یونیورسٹی نے ڈاکٹر آف فلاسفی کی سند عطا کی، ایسے لوگوں میں سے ڈاکٹر حسن رضا خان اعظمی کا نام نامی اوّلیت کا حامل ہے۔ موصوف نے فاضل بریلوی کی فقہی بصیرت پر اپنا تحقیقی وعلمی مقالہ ۱۹۷۹ء میں پٹنہ یونیورسٹی میں پیش کیا تھا جس پر ڈاکٹر صاحب کو پی.ایچ.ڈی کی ڈگری عطا کی گئی۔ یہ مقالہ ۱۹۸۱ء میں اسلامک پبلی کیشن سینٹر پٹنہ نے شائع کیا۔ اس کے علاوہ بہت سے علم وفن کے رسیا ابھی امام احمد رضا کی تحقیق وجستجو میں لگے ہوئے ہیں ایسے لوگوں میں یونیورسٹیوں کے ریسرچ اسکالر کے علاوہ پروفیسران بھی شامل ہیں، میری معلومات کے مطابق اس وقت جہاں جہاں ان کی شخصیت پر تحقیقی کام ہو چکا ہے اس کی قدرے تفصیل اس طرح ہے:

نمبر	نام اسکالر	عنوان	نگران	یونیورسٹی	تاریخ منظوری
1	ڈاکٹر حسن رضا خاں	فقیہِ اسلام	ڈاکٹر اطہر شیر	پٹنہ یونیورسٹی، انڈیا	1979ء
2	ڈاکٹر مسز اوشیا سانیال	Devotional Islam and Politics in British India (Ahmad Raza Khan Bareilvi and his Movement 1870-1920)		کولمبیا یونیورسٹی، نیویارک	1990ء
3	ڈاکٹر سید جمیل الدین (جمیل راٹھوی)	اعلیٰ حضرت محمد امام احمد رضا خاں اور ان کی نعت گوئی		ڈاکٹر ہری سنگھ گورویشا یونیورسٹی ساگر، ایم۔پی۔انڈیا	27-3-1992
4	ڈاکٹر محمد امام الدین (جوہر شفیع آبادی)	حضرت رضا بریلوی بحیثیت شاعرِ نعت	ڈاکٹر فاروق احمد صدیقی	بہار یونیورسٹی، مظفر پور، انڈیا	31-12-1992
5	ڈاکٹر طیب علی رضا انصاری	امام احمد رضا خاں...... حیات و کارنامے	ڈاکٹر قمر جہاں	ہندو یونیورسٹی، بنارس، انڈیا	1993ء
6	پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری	کنز الایمان اور دیگر معروف اردو تراجم کا تقابلی جائزہ	پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد	جامعہ کراچی، پاکستان	6-11-1993
7	پروفیسر ڈاکٹر حافظ عبد الباری صدیقی	امام احمد رضا بریلوی کے حالات، افکار اور اصلاحی کارنامے (سندھی)	پروفیسر ڈاکٹر مدد علی قادری	سندھ یونیورسٹی، جامشورو، پاکستان۔	1993ء
8	ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی	اردو نعت گوئی اور فاضل بریلوی	پروفیسر زیڈ۔ ایچ۔ وسیم	روہیل کھنڈ یونیورسٹی، بریلی، انڈیا	1994ء
9	ڈاکٹر سراج احمد بستوی	مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی نعتیہ شاعری	پروفیسر سید ابو الحسنات حقی	کانپور یونیورسٹی، انڈیا	10-3-1995

10	مولانا ڈاکٹر امجد رضا قادری	امام احمد رضا کی فکری تنقیدیں	پروفیسر ڈاکٹر طلحہ برق رضوی	ویر کنور سنگھ یونیورسٹی، آرہ، بہار، انڈیا	8-12-1998
11	پروفیسر ڈاکٹر محمد انور خاں	مولانا احمد رضا بریلوی کی فقہی خدمات	پروفیسر ڈاکٹر ایس۔ ایم سعید	سندھ یونیورسٹی، جامشورو، پاکستان	1998ء
12	ڈاکٹر رضا الرحمٰن عاکف سنبھلی	روہیل کھنڈ کے نثری ارتقا میں مولانا امام احمد رضا خاں کا حصہ	ڈاکٹر محمد سیادت نقوی	روہیل کھنڈ، بریلی، انڈیا	26-8-2003
13	مولانا ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجم القادری	امام احمد رضا کا تصورِ عشق	ڈاکٹر جہاں آرا بیگم	میسور یونیورسٹی، انڈیا	2002ء
14	ڈاکٹر غلام غوث قادری	امام احمد رضا کی انشاء پردازی	پروفیسر مظفر حسین	رانچی یونیورسٹی، بہار، انڈیا	11-03-2003
15	مسز ڈاکٹر تنظیم الفردوس	مولانا احمد رضا خاں کی نعتیہ شاعری کا تاریخی اور ادبی جائزہ	ڈاکٹر فرمان فتح پوری	جامعہ کراچی، پاکستان	25-4-2004
16	ڈاکٹر سید شاہد علی نورانی	الشیخ احمد رضا ساعراً عربیاً مع تدوین دیوانه العربی	ڈاکٹر ظہور احمد اظہر	پنجاب یونیورسٹی، لاہور، پاکستان	15-4-2004
17	مولانا ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی	امام احمد رضا اور ان کے مکتوبات	ڈاکٹر فاروق احمد صدیقی	بی۔ آر۔ امبیڈکر، بہار یونیورسٹی، مظفر پور، انڈیا	20-12-2004

(معارف رضا سالنامہ ۲۰۰۵ء)

مسلم یونیورسٹی علیگڑھ علم وتحقیق کا گہوارہ رہی ہے۔ یہاں علوم وفنون کی مختلف اصناف سخن پر تحقیقی مقالے سپردقلم ہوتے رہے، ساتھ ہی ساتھ اہم علمی وادبی شخصیتوں پر بھی ریسرچ کا کام کرایا جاتا رہا ہے۔

عربی زبان وادب اور اسلامیات کے دائرے میں اس بات کا بھی یہاں لحاظ پایا جاتا ہے کہ جہاں اسلامی دنیا کی معروف شخصیتوں کو زیر بحث لایا گیا، وہاں ہندی نژاد علماء اور ان کی علمی وادبی کاوشوں کو خصوصیت سے اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی، لیکن ایسا محسوس ہوتا ہے کہ بعض ہندی نژاد شخصیتیں جو اپنا عالمی مقام ومرتبہ بھی رکھتی ہیں، ہنوز تحقیق کی سطح پر متعارف نہیں کرائی جاسکی ہیں، تحقیق کے نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو اسلامی علوم و فنون کے ضمن میں ہندوستان اور ہندوستانی علماء وفضلاء کی زندگی اور علمی کارناموں کا جائزہ ایک مرکزیت اختیار کرلیتا ہے۔ خصوصیت سے عربی زبان وادب میں سبک ہندی کی معنویت سے کون انکار کرسکتا ہے۔

مذکورہ مرکزیت اور معنویت کا لحاظ کرتے ہوئے کسی نابغۂ روزگار ہندی عالم کے حیات اور علمی کارناموں کو تحقیق کی سطح پر اجاگر کرنے کی سعی یقیناً کارآمد چیز سمجھی جائے گی۔
یہ میرے لئے بڑے فخر وانبساط کی بات ہے کہ مجھے شعبۂ عربی کی طرف سے مولانا احمد رضا کی شخصیت کے اس پہلو پر کام کرنے کی ذمہ داری سپرد کی گئی جس میں عربی زبان وادب کا حصہ شامل ہے میں اس مقصد میں کس طرح کامیاب ہوسکا اور کن کن حضرات کی کاوشیں میری حوصلہ افزائی کرتی رہیں، اس کا ذکر یہاں مناسب نہیں، مختصر یہ کہ ۲۴رفروری ۱۹۸۸ء کو **Contribution of Rohilkhand to Arabic Language & Literature,** کے تحقیقی موضوع پر پی.ایچ.ڈی میں داخلہ ہوا، جبکہ ماسٹر آف فلاسفی کے لئے **Maulana Ahmad Raza Khan's Contribution to Arabic Language and Literature** کا موضوع طے پایا جس کی نگرانی کے لئے استاد محترم ڈاکٹر عبدالباری صاحب کو میرے لیئے منتخب کیا گیا۔ یہ مسلم ہے کہ استاد محترم

ملک کے دوسرے دانشوروں کی طرح امام احمد رضا خاں کی علمی جلالت کے معترف ومداح ہیں اوران کی یہی وہ علم دوستی ہے کہ میں مختصر سی مدت میں یہ مقالہ موصوف کی زیرنگرانی کے باعث پیش کرنے کے قابل ہوسکا۔ اگر محترم نگراں اعلیٰ کی بھرپور توجہ اور پدرانہ شفقتیں مجھے حاصل نہ ہوتیں تو شاید اس اعزاز سے میں ابھی محروم رہتا۔

میں نے اس مقالہ کے سپردقلم کرنے میں کتنی محنت کی اور کس کس طرح لوگوں سے ملاقاتیں کرکے امام احمد رضا سے متعلق اہم دستاویزات حاصل کرنے کی جدوجہد کی ہے، وہ قارئین سے مخفی نہ رہے گا، چونکہ امام احمد رضا کی شخصیت پر اس موضوع سے متعلق یہ پہلا مقالہ ہے اور ہر نئی چیز کو معرض وجود میں لانے کے لئے جس قدر دقتیں اور پریشانیاں ہوتی ہیں اسے وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جو تحقیق جیسے خارزار اور دشوار مراحل سے گزرے ہوں۔

میں اپنی اس تحقیق میں کہاں تک کامیاب ہوں اس کا فیصلہ تو قارئین کے ذمہ ہے۔ اتنا ضرور ہے تمتع زہر خوشہ یافتن کے مصداق علمی شخصیات سے ملاقاتیں بھی کی ہیں اور علمی مقامات کا سفر بھی کیا ہے اور ذاتی و پبلک لائبریریوں کے علاوہ علیگڑھ مسلم یونیورسٹی اور دیگر مقامات کی درج ذیل لائبریریوں سے بھی استفادہ کیا ہے، مختصر یہ کہ۔

سنوار آئے ہیں زلفِ آدمیت
جہاں تک ہاتھ پہنچے ہیں ہمارے

۱- مولانا آزاد لائبریری، مسلم یونیورسٹی	علیگڑھ
۲- رضا لائبریری	رامپور
۳- روہیل کھنڈ لائبریری	بریلی
۴- ہمدرد لائبریری	دہلی
۵- عربی اسلامک اسٹڈیز لائبریری، علی گڑھ مسلم یونیوسٹی	علیگڑھ

۶-	کتب خانہ رضویہ	بریلی
۷-	کتب خانہ مولانا توصیف رضا خاں	بریلی
۸-	کتب خانہ مولانا خالد رضا خاں	بریلی
۹-	کتب خانہ مولانا تحسین رضا خاں	بریلی
۱۰-	کتب خانہ مولانا سبحان رضا خاں	بریلی
۱۱-	کتب خانہ مولانا بہاء المصطفیٰ نومحلہ	بریلی
۱۲-	کتب خانہ مولانا انور علی صاحب	بریلی
۱۳-	کتب خانہ اشرفیہ	مبارکپور
۱۴-	کتب خانہ قادریہ	بدایوں

ہم نے اس مقالے کو متعدد ابواب وفصول میں تقسیم کیا ہے تاکہ دیگر آسانیوں کے علاوہ بھی سہولت فراہم ہو سکے کہ عربی زبان وادب صرف نثر نگاری اور شاعری ہی کا نام نہیں بلکہ اس سے متعلق جتنے علوم وفنون ہیں جیسے علم لغت، علم عروض، علم قوافی، علم فصاحت و بلاغت، علم معانی وبیان، علم نحو وصرف وغیرہ سب اس زبان میں شامل ہیں، اسی کے تقریب فہم کے لئے یہ شکل اختیار کرنی پڑی۔ اس مقالے میں کل چھ ابواب ہیں جس کے ضمن میں متعدد بحثیں ہیں۔



﴿باب اول﴾

ہندوستان میں عربی زبان وادب کا ارتقاء

اس باب میں ہندوستان کے مختلف ادوار مثلاً ''غزنوی عہد، غوری عہد، غلام خاندان، خلجی سلاطین، تغلق سلاطین، لودھی سلاطین، سوری سلاطین میں عربی زبان وادب

کے فروغ اور ہندوستان میں مدارس کے اندر عربی زبان میں نشر واشاعت سے متعلق مختلف زاویے سے بحث کی گئی ہے اور آخر میں مغلیہ سلطنت میں عربی زبان وادب سے متعلق تفصیلی بحث کی ہے، پھر امام احمد رضا خاں کے آباؤ اجداد کی خدمات پر مختصر روشنی ڈالی گئی ہے۔

باب دوم

امام احمد رضا..........شخصیت کے آئینے میں

اس باب میں مولانا احمد رضا خاں کی شخصیت کے تقریب فہم کے لئے پہلے تو بریلی کا پس منظر بیان کیا گیا ہے اور ساتھ ہی اس بحث کو موکد کرنے کیلئے بریلی کا نقشہ پیش کر کے ان کے اس وطن مالوف کی نشاندھی کی گئی ہے جہاں انہوں نے جنم لیا اور علوم وفنون کی نشر و اشاعت کر کے اپنی عبقریت تسلیم کرائی۔ اس بحث میں ان کے آباؤ اجداد کا بھی ذکر ہے، جن میں بعض کے حالات ضرورۃً تفصیل کے ساتھ دیئے گئے ہیں تا کہ اس پس منظر میں ان کی خاندانی نجابت وشرافت کا اندازہ لگایا جاسکے۔ اس کے بعد مولانا احمد رضا کے بچپن سے لیکر وفات تک کے حالات کا ذکر ذیلی عنوان کے تحت کیا گیا ہے جیسے عہد طفلی، حلیہ، لباس، غذا، اہل دول سے اجتناب وغیرہ۔

ایسا صرف اس لئے کیا گیا تا کہ قارئین کو ان سے متعلق کسی بات کا پتا لگانے میں دشواری نہ ہو۔ آپ کی سوانح حیات کے ضمن میں آپ کے صاحبزادگان، اساتذہ، مشائخ کرام، خلفاء اور عرب وعجم کے ان نادر روزگار ماہرین علوم وفنون کا بھی ذکر تفصیل کے ساتھ کیا گیا ہے، جنہوں نے آپ کی صلاحیت کے اعتراف میں اجازات سے نوازا ہے۔ اس باب میں ان روحانی پیشواؤں کا بھی ذکر ہے جنہوں نے راہ سلوک میں آپ کی رہنمائی فرمائی اور خلافت جیسی عظیم دولت سے آپ کو مالا مال کیا اور ساتھ ہی ان تمام سلاسل کی

فہرست بھی دی گئی ہے جن میں آپ کو اجازت وخلافت حاصل تھی اور آخر میں ان اسناد کی نقول بھی شامل ہیں۔

باب سوم

امام احمد رضا اور ان کے معاصر علماء

ان علماء پر مشتمل ہے جن کا شمار امام احمد رضا کے معاصرین میں ہوتا ہے جس زمانہ میں مولانا احمد رضا خاں علوم وفنون کی نشر واشاعت میں سرگرم عمل تھے اسی دور میں بعض ایسی دوسری شخصیتیں بھی تھیں جن کا علمی فیضان بحر ذخار کی طرح موجیں مار رہا تھا، ان کی حیثیت بھی ارباب علم ودانش کی نظر میں مسلم الثبوت تھی لیکن امام احمد رضا اپنے علمی کمالات کے سبب مرجع خلائق بنے اور ان معاصر نے بھی آپ کی علمی عبقریت تسلیم کی۔ یہ ایک بڑی دلچسپ بحث ہے جسے آپ اسی باب میں ملاحظہ کریں گے۔ اس بحث میں ان علماء کا بھی تفصیلی بیان موجود ہے جن کے درمیان امام احمد رضا نے اپنے علم وفن کے جوہر دکھائے اور معاصرین پر سبقت حاصل کی۔ معاصرین کے ذکر میں ان کی علمی خوبیوں پر بھر پور بحث ہے جس سے ان کی علمی شخصیت کی نشاندہی کی جاسکتی ہے۔

باب چہارم

امام احمد رضا...... علم وفن کی دنیا میں

امام احمد رضا علوم وفنون کے پیکر تھے۔ عقلی ونقلی تمام علوم میں آپ کو کمال حاصل تھا۔ یہ ایک بڑی حیرت انگیز بات ہے کہ ایک شخص کے اندر خداوند کریم نے وہ تمام صلاحیتیں یکجا کردی تھیں، جو دوسروں کے اندر انفرادی طور پر پائی جاتی ہیں، اس کی روشنی میں بجا طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ امام احمد رضا ان علوم وفنون کے بحر ناپیدا کنار تھے۔ آپ کے ان علمی کارناموں کا جائزہ لینے کے لئے باب چہارم منتخب کیا گیا ہے۔

ظاہر ہے کہ ان کی علمی خوبیوں کے اجمالی تذکرہ کے لئے بھی اس مقالہ کے مختصر صفحات متحمل نہیں۔ سردست ان مشہور علوم کی نشاندہی کی جائے گی جن کے باعث ارباب علم وفن نے انہیں امام تسلیم کیا ہے۔

علوم نقلیہ میں متعدد موضوعات شامل ہیں۔ ہر ایک کا تفصیلی ذکر نظر انداز کر کے صرف تفسیر، حدیث، فقہ اور فقہہ سے بحث کی گئی ہے جن پر شریعت مطہرہ کی بنیاد ہے، اسی ضمن میں ان کی ان تصانیف کا بھی سرسری جائزہ لیا گیا ہے جن کا تعلق مذکورہ علوم سے ہے۔

علوم عقلیہ میں امام احمد رضا کو کتنی مہارت تھی، اس پر تفصیلی بحث آپ اپنے مقام پر دیکھیں گے۔ ریاضی تاریخ گوئی، علم جفر، علم ہیئت، علم توقیت، علم تکسیر ایسے مباحث ہیں جن کی طرف ہر کس و ناکس توجہ نہیں کر سکتا۔ یہ بذات خود مستقل موضوعات ہیں جن کے ماہرین نے انہیں فنون میں زندگی بسر کر دی ہے۔

امام احمد رضا کی وہ واحد شخصیت ہے جس نے ایک طرف حدیث وقرآن کا درس دیا تو دوسری طرف فلکیات جیسے مشکل علوم کو اپنی فکری جولانگاہ بنایا اور وہ نادر خیالات پیش کیے جن سے اس فن کے ماہرین بھی انگشت بدنداں رہ گئے۔ اس باب میں ان کے ان تمام سائنسی علوم کا ذکر اجمالاً اور مذکورۃ الصدر علوم پر خصوصی بحث کی گئی ہے اور اس سے متعلق ثبوت کے طور پر ان کی تصانیف کا ذکر بھی کیا گیا ہے، تاکہ قارئین اپنی علمی تشنگی دور کر سکیں۔

﴿باب پنجم﴾

امام احمد رضا - ہندوستان میں عربی زبان وادب کا عبقری

آپ ایک بہترین ادیب تھے، آپ کی عربی زبان وادب میں مہارت اور برجستگی کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ جن علماء عرب نے آپ سے کسی مسئلے پر

استفسار کیا تو آپ نے فی الفور عربی زبان میں اس مسئلے کے جواب میں عربی زبان وادب کے اندر جو اپنی عدیم المثال رائے پیش کی اس کی ایک تاریخی حیثیت ہے۔ آج وہ جوابات الدولة المكية بالمادة الغيبية (۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء) و كفل الفقيه الفاهم في احكام قرطاس الدراهم (۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء) کی تصانیف کی صورت میں عربی زبان وادب کا ایسا شہ پارہ ہے جو ارباب علم ودانش پر مخفی نہیں۔ ان دونوں کتابوں کے علاوہ بہت سے ایسے مسائل ہیں جس کا سلیس عربی زبان میں جواب دیا ہے، ان جوابات سے اگر آپ کی فقہی بصیرت مترشح ہے تو دوسری طرف عربی زبان وادب میں مہارت کی بیّن دلیل ہے اس باب میں موصوف کی اسی صلاحیت پر گفتگو کی گئی ہے۔ اس بحث میں اس بات کی بھی وضاحت ہے کہ آپ کی عربی زبان میں برجستگی کا عالم یہ تھا کہ بہت ہی زود نویس چار آدمی نقل کرنے بیٹھتے اور امام احمد رضا ایک ایک ورق تصنیف فرما کر نقل کرنے کو مرحمت فرماتے، یہ چاروں نقل نہ کر پاتے کہ پانچواں ورق تیار ہو جاتا۔

امام احمد رضا کو عربی زبان وادب میں مہارت صرف نثر نگاری کی حد تک نہ تھی بلکہ اسی زبان کے ایک زبردست قادر الکلام شاعر بھی تھے اور جس برجستگی کے ساتھ آپ نے فارسی اور اردو میں شاعری کی ہے، وہی برجستگی ان کی عربی شاعری میں بھی پائی جاتی ہے، تشبیہات کا استعمال، محاورات، استعارات کی بندش نظم کلام میں جس حسن وخوبصورتی کے ساتھ آپ نے کی اس کی مثال عرب شعراء کے یہاں بھی مشکل سے ملتی ہے۔

امام احمد رضا نے شاعری کے ان تمام اصناف سخن پر طبع آزمائی کی ہے جس پر اس زمانے کے شعراء اپنی اپنی صلاحیتیں صرف کرتے رہے۔ حمد ہو یا نعت، قصیدہ ہو یا مرثیہ، غزل ہو یا رباعی اور قطعات جیسے اصناف پر ان کی شاعری کا بیشتر حصہ شامل ہے، اس باب میں نمونہ کے طور پر مختلف اصناف سخن سے مستقل اشعار درج کر دیئے گئے ہیں۔

امام احمد رضا کے یہاں آورد نہیں بلکہ آمد تھی۔ ایک ایک نشست میں سیکڑوں اشعار کہہ دینا ان کے نزدیک معمولی بات تھی۔

امام احمد رضا کے اس پہلو پر ہندو پاک کے دانشوروں نے ضرور قلم اٹھایا مگر سیر حاصل بحث نہیں کی۔ راقم السطور نے اس باب کے ضمن میں قارئین کی تشنگی کو دور کرنے کی کوشش کی ہے اور حوالوں کی مدد سے اس باب کو مؤکد کر کے اس کی اہمیت کی بھی نشاندھی کی ہے۔

امام احمد رضا کی شاعری کا احاطہ تو ناممکن سی بات ہے اس لئے کہ ان کا تمام قلمی سرمایہ ایک جگہ محفوظ نہیں، تلاش بسیار کے بعد ان کے جن عربی اشعار تک رسائی ہو سکی ہے ان کی تعداد ۱۴۸ ار ہے، جبکہ کتب سوانح میں مزید اشعار سے متعلق حوالے ملتے ہیں۔

باب ششم

امام احمد رضا۔ تصنیفات ونوادرات کی روشنی میں

مولانا احمد رضا خاں کثیر التصانیف بزرگ تھے۔ ان کی مجموعی کتب کی تعداد ۷۲ رعلوم وفنون پر مشتمل ایک ہزار سے زائد کی نشاندہی ملتی ہے۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد (سابق پرنسپل گورنمنٹ ڈگری کالج، سکھر) نے اعلیٰ حضرت کی ۵۴۸ ر تصانیف کی ایک نامکمل فہرست کا اپنی گرانقدر تصنیف ''حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی'' میں حوالہ دیا ہے، اس کے بعد مولانا عبدالمبین، مدیر ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور، اعظم گڑھ، نے مزید جستجو کے بعد اس فہرست میں اور اضافہ کیا ہے اور اپنی فہرست ''المصنفات الرضویہ'' میں ۸۵۰ ر چھوٹی بڑی کتابوں کی فہرست درج کی ہے۔ موصوف کی یہ فہرست اب بھی غیر مکمل ہے۔ راقم اپنی تحقیق کے دوران جب باب ششم کی ترتیب دے رہا تھا تو اس سلسلہ میں تلاش وجستجو کے بعد جو کامیابی ملی وہ یقیناً حوصلہ افزا ہے۔ شبانہ روز کوششوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ تقریباً ۲۵ ر ایسی کتابوں تک میری رسائی ہو سکی جن کا کسی سوانح یا کسی فہرستِ کتب میں اندراج نہیں، ایسی کتابوں تک میری رسائی کیونکر ہو سکی اس کی ایک لمبی داستان ہے جس کے بیان کی یہاں چنداں ضرورت نہیں۔ اگر اس پر مزید محنت صرف کی جائے تو اعلیٰ حضرت کی ان تصانیف کو

بھی کھوج کر نکالا جا سکتا ہے، جو ابھی اہل علم کی نگاہوں سے اوجھل ہیں اور زمانہ کے دست برد سے محفوظ ہو کر ان لوگوں کی لائبریریوں کی زینت بنی ہوئی ہیں، جنہیں علم سے کم کتاب سے زیادہ محبت ہے۔ ریسرچ کے دوران آپکی تصانیف سے متعلق میں جس نتیجہ پر پہنچا ہوں اس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے۔

امام احمد رضا کی تمام کتابیں تو زیور طبع سے آراستہ نہ ہو سکیں، جتنی طبع ہوئی ہیں ان کی بھی ایک خاصی تعداد ہے۔ ان کی غیر مطبوعہ کتابیں عرب وعجم کے متعدد علماء کرام کی لائبریریوں میں محفوظ ہیں۔ اس کے علاوہ ہندو پاک کے درج ذیل کتب خانوں میں فاضل بریلوی کی تصانیف پائی جاتی ہیں:

(۱)	ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا (انٹرنیشنل)	کراچی
(۲)	مرکزی مجلس رضا	لاہور
(۳)	کتب خانہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود	کراچی
(۴)	کتب خانہ قاری وجاہت رسول قادری	کراچی
(۵)	کتب خانہ مجید اللہ قادری	کراچی
(۶)	کتب خانہ تقدس علی خاں	پیر جو گوٹھ، سکھر (پاکستان)
(۷)	کتب خانہ نو محلہ مسجد	بریلی شریف
(۸)	کتب خانہ بہاء المصطفیٰ صاحب	بریلی شریف
(۹)	کتب خانہ انور علی صاحب	بریلی شریف
(۱۰)	کتب خانہ مولانا مناظر حسین	سنبھل
(۱۱)	کتب خانہ ذوالفقار علی خاں	بریلی شریف
(۱۲)	کتب خانہ عبد النعیم عزیزی	بریلی شریف
(۱۳)	کتب خانہ مولانا اختر رضا خاں	بریلی شریف
(۱۴)	کتب خانہ مولانا توصیف رضا خاں	بریلی شریف

(۱۵)	کتب خانہ مولانا سبحان رضا خاں	بریلی شریف
(۱۶)	کتب خانہ مولانا خالد علی خاں	بریلی شریف
(۱۷)	کتب خانہ مرزا عبدالوحید بیگ	بریلی شریف
(۱۸)	کتب خانہ قادریہ	بدایوں
(۱۹)	کتب خانہ جہانگیر علی خاں	بدایوں
(۲۰)	المجمع الاسلامی مبارکپور	اعظم گڑھ

اس مقالے کی تیاری کے دوران ایک تکلیف دہ امر یہ دیکھنے میں آیا کہ امام احمد رضا کے بعض مسودات کی دریافت پر پتہ چلا کہ اس کے کچھ اوراق اور حصے ایک صاحب کے پاس ہیں تو بقیہ دوسرے صاحب کے پاس' ان سب کو یکجا کرنا جوئے شیر لانے سے کم نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اعلیٰ حضرت کے بعض حواشی چند اوراق پر ملتے ہیں اور بعض کثیر اوراق پر، اس سے یہ غلط اندازہ نہ لگایا جائے کہ فاضل بریلوی نے صرف چند اوراق پر' حاشیہ لکھا جیسا کہ بعض حضرات نے اس قسم کے خیالات پیش کیے ہیں۔

امام احمد رضا کی اکثر و بیشتر کتابیں محفوظ ہیں اور کچھ زمانہ کی دست برد کا شکار ہوگئیں، اس کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ جب تقسیم ہند کے موقع پر جو ہنگامہ ملک میں برپا ہوا تو اس ہنگامہ سے یوں تو ہند کے تمام اضلاع متاثر ہوئے لیکن روہیل کھنڈ (بریلی) کا علاقہ اس ہنگامہ سے نسبتاً دیگر اضلاع سے زیادہ متاثر ہوا۔

مولانا احمد رضا کے قرب و جوار کے اکثر و بیشتر حضرات اس خلفشار کے باعث بریلی چھوڑ کر دوسرے علاقوں میں چلے گئے۔ اہل بریلی نے امام احمد رضا کے فرزند اصغر مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا خان علیہ الرحمۃ کو ہجرت کے لئے مجبور کیا اور یہ بھی کہا کہ اعلیٰ حضرت کی کتب بھی یہاں سے منتقل کردی جائیں چنانچہ اعلیٰ حضرت کی جملہ تصانیف اور دیگر کتابیں چند بیل گاڑیوں کے ذریعہ پیلی بھیت کے ایک گاؤں ''برکھن'' لے جائی گئیں اور وہاں ایک بڑے مکان میں ان کو ڈال دیا گیا۔ موسم برسات میں بے توجہی کے سبب

بارش نے اس مکان پر کچھ اس طرح حملہ کیا کہ اس عمارت میں رکھی ہوئی اکثر کتابیں یا تو سڑ گل گئیں یا کیڑوں کی خوراک بن گئیں، جب اس کا علم علامہ مصطفیٰ رضا خاں علیہ الرحمہ کو ہوا تو ان کے دل ودماغ پر اس کا گہرا صدمہ ہوا اور محفوظ کتابیں بیل گاڑیوں میں رکھوا کر بریلی لے آئے اور انہیں دھوپ دکھا کر الماریوں میں محفوظ کر دیا۔

راقم السطور نے ۴۲ رعلوم وفنون پر ابجدی طور سے ۲۸۲ رکتابوں کی نشاندھی کی ہے جس کی زبان خالص عربی ہے، ان میں کچھ تو مطبوعہ ہیں اور کچھ غیر مطبوعہ ہیں۔

اس باب میں ان کی مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کتب ورسائل حواشی وشروح پر مختصر تبصرہ بھی ہے اور بعض کتابوں کے اسماء پر ہی اکتفا کیا گیا ہے، اس کا یہ ہرگز مطلب نہیں کہ یہ کتاب موجود نہیں بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ ایسی کتابیں ذاتی کتب خانے میں زیادہ نہیں۔

امام احمد رضا کی اکثر وبیشتر تصانیف کے اسماء تاریخی ہیں اس لئے راقم نے جستجو اور کاوش کے بعد ان کے تاریخی اعداد کی بھی وضاحت کردی ہے اور جن کتابوں کے اسماء غیر تاریخی ہیں ان کو اسی حال پر بے کسی صراحت کے لکھ دیا گیا ہے۔ راقم نے جدید وقدیم موضوعات کے تحت جن کتب ورسائل اور حواشی کو ابجدی ترتیب کے ساتھ پیش کیا ہے وہ کتب سوانح میں دستیاب نہیں۔

آخر میں راقم السطور نے ان کتابوں کا ذکر کیا ہے جن سے واسطہ یا بلا واسطہ استفادہ کیا ہے اس سلسلہ میں اصل ماخذ تک پہنچنے کی کوشش کی گئی ہے، بصورت دیگر ثانوی حیثیت کو بھی مرجع تسلیم کرلیا ہے اور جن کتابوں کو درج کیا گیا ہے وہ میرے زیر مطالعہ رہیں اور میں نے ان سے استفادہ کیا ہے اور:

"من لم يشكر الناس لم يشكر الله"

کے تحت ان تمام حضرات کا شکریہ ادا کرنا میرا اخلاقی فریضہ ہے جنہوں نے میری علمی معاونت فرمائی اور مفید مشوروں سے نوازا۔ سب سے پہلے تو ارمغان تشکر استاذ محترم ڈاکٹر عبدالباری صاحب مدظلہ العالی کی جناب میں پیش کرنا ضروری سمجھتا ہوں جنہوں نے اس اہم موضوع پر اپنی زیر نگرانی کام کرنے کے لیئے میری ہمت بڑھائی اور حوصلہ بخشا اسی پر بس نہیں بلکہ انہوں نے قلم پکڑ پکڑ کے لکھنا سکھایا۔ اگر ان کی یہ پدرانہ شفقتیں شامل حال نہ ہوتیں تو شاید میں

اس مشن کو کتابی شکل نہ دے پاتا۔

کیا محمود کو محمود فیضِ عبدِ باری نے
ملی ذرہ کو تابانی مگر ہے آپ کے دم سے

راقم استاذ مکرم سید شاہد علی رضوی نوری، ناظم اعلیٰ الجامعۃ الاسلامیہ، پرانا گنج رامپور کا بھی ممنون کرم ہوں کہ انہوں نے اس عنوان پر کام کرنے کی اجازت مرحمت فرما کر میری دیرینہ خواہش کی تکمیل فرمائی۔

پاکستان کے ان دانشوروں کا بھی تہہ دل سے شکر گزار ہوں جنہوں نے پاکستان سے مقالہ سے متعلق کتب ورسائل اور قیمتی آراء پر مشتمل خطوط بھیج کر میری مشکل آسان کی اور اس مقالہ کو وقیع بنانے میں بھرپور میرا تعاون کیا، ان میں خاص طور سے پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب (سابق پرنسپل گورنمنٹ ڈگری کالج، سکھر)، جناب پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری صاحب اور جناب صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری صاحب (جنرل سیکریٹری وصدر، ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل۔ کراچی) قابل ذکر ہیں۔

ڈاکٹر سمیع الدین صاحب کا بھی ممنون ہوں جنہوں نے اس مقالہ کے مواد کی فراہمی میں بڑی رہنمائی فرمائی۔

گرامی منزلت ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم (صدر شعبۂ تقابل ادیان، ہمدرد یونیورسٹی، دہلی) اور مرزا عبدالوحید بیگ، محمد الکافی، استاذ المکرم مولانا انور علی صاحب دامت برکاتہم العالیہ اور استاد محترم علامہ تحسین رضا خاں مدظلہ العالی اور مولانا منان رضا خاں صاحب مہتمم جامعہ نوریہ رضویہ، بریلی کا شکریہ نہ ادا کرنا ناانصافی ہوگی جنہوں نے میرے اس کام کو آخری شکل دینے میں بھرپور کوشش کی۔

یہ تحقیقی مقالہ کتابی شکل میں ارباب علم ودانش کی خدمت میں پیش ہے۔ اسکی اشاعت ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل، کراچی (پاکستان) کی مرہون منت ہے۔ اگر ادارہ کے ذمہ داران بالخصوص محترم سید وجاہت رسول قادری صاحب (صدر، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا) کی نظر کرم نہ ہوتی تو ممکن تھا یہ بھی دیگر بہت سے علمی وتحقیقی مقالوں کی طرح طاقِ نسیان شکار ہو جاتا یا

عرصۂ دراز تک اشاعت کے انتظار میں پڑا رہتا۔ یہ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کی خوش قسمتی ہے کہ موصوف ادارہ کے ذمہ دار ہیں اور انکی نگرانی میں گذشتہ ۱۵ ر سالوں میں ادارہ نے بہت ترقی کی ہے۔ سیکڑوں کتابیں شائع ہوئیں امام احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ پر متعدد عالمی سیمینار منعقد ہوئے موصوف نہایت فعال اور ہمہ جہت شخصیت کے مالک ہیں۔ انہیں امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی سے والہانہ عشق ہے جس کا ہر شخص معترف ہے۔ ایک بار پھر میں ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ موصوف کی خاص توجہ ہی کے باعث یہ کتاب منظر عام پر آرہی ہے۔ اس مقالہ میں زبان وبیان اور تحقیق کی بہت سی خامیاں ملیں گی ممکن ہے بہت سے کتب ورسائل مطالعہ سے رہ گئے ہوں، چونکہ یہ ایک ادنیٰ کاوش ہے اس لئے اصحاب علم وفن سے گزارش ہے کہ وہ ان فرو گذاشتوں کو نظر انداز فرمائیں اور براہ کرم راقم السطور کو مطلع فرمائیں تا کہ آئندہ اشاعت میں ان کی اصلاح ممکن ہوسکے۔

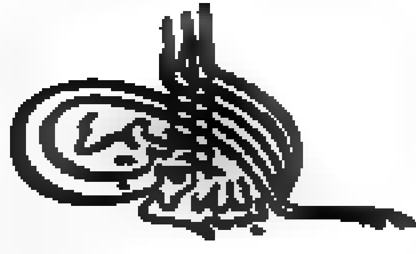
آخر میں ہم ان تمام بزرگوں، دوستوں اور لائبریریوں کے منتظمین، ملازمین اور کرم فرماؤں کے شکر گزار ہیں جن کے تعاون سے مجھے یہ مقالہ ترتیب دینے میں کامیابی ملی۔ اس کے علاوہ میں ان تمام حضرات کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اس سے متعلق کسی بھی موقع پر میری مدد فرما کر ہمت افزائی کی۔

فجزاهم الله تعالیٰ احسن الجزاء فی الدنیا والآخرة
آمین بجاه حبیبه سید المرسلین و علی اله و اصحا به اجمعین
ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد!

تاریخ : ۹ شعبان المعظم
۱۴۲۵ھ / 2004

ڈاکٹر محمود حسین بریلوی

بریلی (یوپی۔ انڈیا)



﴿الباب الاول﴾

ہندوستان میں
عربی زبان وادب
کا ارتقاء



عربی زبان:

ہندوستان میں عربوں کی آمد پہلی صدی عیسوی ہی سے ہوگئی تھی، لیکن مذہب اسلام کے ظہور تک اس آمد نے تجارتی تعلقات کے سوااور کوئی شکل اختیار نہیں کی تھی۔

محمد بن قاسم کے داخلہ سندھ اور وہاں باقاعدہ اسلامی اقتدار کے قیام کی وجہ سے طبعی طور پر عربی زبان وادب اور علوم اسلامی کی نشر واشاعت ہوئی۔ عربی فاتح عربی زبان وادب کی ترویج وارتقاء میں پوری دلچسپی لیتے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ زبان ان کی مادری زبان تھی اور قرآن کریم اور علوم شرعیہ کی زبان بھی یہی تھی۔ یہ بات پورے وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ عربی زبان عالم اسلام میں ٹھیک اسی طرح مروج ہوئی جس طرح یورپ میں لاطینی زبان کو رواج ملا۔ یہ زبان اگرچہ مافی الضمیر کی ادائیگی کا سبب نہ بن سکی مگر تعلیم اور مراسلت اسی زبان میں ہوتی تھی۔ اس کی تصدیق وتوثیق کے لئے ہم ان تراجم کو پیش کر سکتے ہیں جو چانک ہندی، رتن ہندی اور کنکھ ہندی کی مدد سے سنسکرت کی کتابوں کے عربی تراجم کئے گئے۔ کچھ عرصہ کے بعد اس میں کچھ کمی واقع ہوئی، مگر یہ کمی اتنی نہ تھی کہ عجمی اس سے غافل ہوجاتے، اس کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے ایک عرصہ تک اس زبان کی نشر واشاعت کی تھی اور ان کی خدمات اس زبان میں موجود تھیں اس قول کی تصدیق کے لئے ہم ابن خلدون کا درج ذیل قول پیش کر سکتے ہیں:

''اسلام میں عجمی علماء کی تعداد عربوں کی بہ نسبت کہیں زائد ہے'' (۱)

تاریخ کی روشنی میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ مثال خاص طور سے ہندوستانی علماء کی شان کے عین مطابق ہے۔

ہندوستان میں عربی زبان وادب کی نشر واشاعت اور ترویج وارتقاء کا سلسلہ مختلف ادوار میں قائم ودائم رہا۔ اس کی نشر واشاعت کے بہترین مراکز اس دور کی خانقاہیں اور اس سے

وابستہ مدارس تھے۔ بادشاہوں کا دربار بھی علوم وفنون کی ترقی کا بہترین مرکز تھا، جو بادشاہ علم دوست تھا اس کے دور میں علوم کی ترقی میں کسی قسم کی کوئی دشواری آڑے نہ آئی اور انہوں نے بھرپور علم دوستی کا حق ادا کر دیا۔

غزنوی عہد: (۳۸۸ تا ۵۸۲ھ...... ۹۹۸ تا ۱۱۸۶ء)

غزنوی عہد حکومت میں علم کی نشر واشاعت سے متعلق اہم کام ہوا، اس سے صرف نظر ممکن نہیں۔ خود غزنوی بڑا علم دوست اور علماء نواز تھا۔ اس کی علم کی قدر و منزلت میں دلچسپی کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس نے ایک مدرسہ کی بنیاد ڈالی اور اس میں علوم وفنون کی نشر واشاعت کے سلسلہ میں ماہرین علوم کی ایک جماعت منتخب کی اس کے اس نقش قدم پر اس کے بھائی نصر اور صاحبزادگان نے بھی عمل کیا اور انہوں نے بھی کئی مدارس کی بنیاد ڈال کر علوم وفنون کی نشر واشاعت میں حصہ لیا۔(۲)

جن اہم شخصیات نے اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور نمایاں خدمات انجام دیں ان میں شیخ اسماعیل لاہوری (۴۸۸ھ/ ۱۰۵۶ء) اور شیخ علی ہجویری عرف داتا گنج بخش علیہما الرحمۃ سرفہرست ہیں۔ ان مشائخ کے علاوہ اسی بادشاہ کے عہد میں البیرونی نے ہندوستان آ کر اپنی تصنیف ''کتاب الہند'' کے لئے مواد اکٹھا کیا اور اپنی گرانقدر ''قانون مسعودی'' سلطان غزنوی کے فرزند مسعود غزنوی کے نام معنون کی(۳)۔

غوری عہد: (۵۸۲ تا ۶۰۲ھ......۱۱۸۶ تا ۱۲۰۶ء)

غوری عہد میں بھی علوم وفنون کی مناسب ترقی ہوئی اس دور میں علوم وفنون کی اشاعت میں ہندوستانی علماء کے علاوہ باہر سے آنے والے علماء وصوفیاء نے حصہ لیا۔ ۵۵۶ھ/۱۱۶۱ء میں ہندوستان کے مشہور ومعروف بزرگ سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری علیہ

الرحمۃ (۶۳۴ء) اپنے عدیم المثال مرید حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی علیہ الرحمۃ کے ہمراہ ہندوستان آئے اور اس سرزمین کو مستقل جائے سکون اختیار کر کے اپنی تعلیمات سے جو علوم وفنون کی اشاعت کی ہے، اس کی تفصیل ارباب بصیرت پر مخفی نہیں۔

غلام خاندان: (۶۰۲ تا ۶۸۹ھ......۱۲۰۶ تا ۱۲۹۰ء)

غلام خاندان میں قطب الدین ایبک ۷۹۶ھ اور التمش خود علم دوست تھے۔ سلطان ایبک نے کشمیر میں ایک مدرسہ قائم کیا، اسی طرح التمش نے اپنے بیٹے ناصر الدین محمود (۶۲۶ھ) کے نام پر مدرسہ ناصریہ، پرانی دہلی میں بنایا (۴)۔ ہندوستان کے بادشاہوں کی علم نوازی کے سبب بہت سے علماء وصوفیاء ہندوستان آئے اور یہاں کے بادشاہوں نے ان کے علم وفن کے اعتراف میں مناسب اعزاز سے نوازا اور ان کے ذمہ علوم وفنون کی نشر واشاعت کی اہم ذمہ داری سپرد کی، جس کے سبب مختلف زبانوں میں علوم وفنون کو کافی فروغ ہوا اور اس قلیل عرصہ میں ہندوستان اسلامی علوم وفنون کا فقید المثال مرکز ہوا، برنی نے اس عہد کے علماء وماہرین کی ایک طویل فہرست اپنی گرانقدر تصنیف ''تاریخ ہند بادشاہی'' میں درج کی ہے (۵)، جس کی تفصیل کی چنداں ضرورت نہیں، البتہ چند اہم شخصیتوں کے اسماء قابل ذکر ہیں:

(۱) قاضی جلال الدین کاشانی
(۲) سراج الدین سنجری
(۳) کمال الدین زاھد
(۴) قاضی رفیع الدین گازونی وغیرھم

خلجی سلاطین: (۶۸۹ھ تا ۷۲۰ھ/۱۲۹۰ء تا ۱۳۲۰ء)

خلجی دور بھی علوم وفنون کی نشر واشاعت کے اعتبار سے اہم ہے۔ اس خاندان کا بانی

سلطان جلال الدین خلجی علم دوست اور علماء نواز تھا۔اس کی تصدیق وتوثیق علماء کی ایک کثیر جماعت سے ہوتی ہے جو اس کے دربار سے وابستہ تھی۔ان علماء کے اسماء ہم عصر مؤرخوں نے اپنی شہرۂ آفاق کتابوں میں لکھے ہیں۔(۶) اس دور میں علوم نقلیہ کے ساتھ ساتھ علوم عقلیہ کی بھی ترقی ہوئی۔منطق وفلسفہ جیسے ادق مضامین کی طرف لوگوں نے توجہ کرنی شروع کردی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک زمانہ میں عقلیہ کے سلسلہ میں ہندوستان دوسرے دنیا کے معقولات کے مراکز میں سے ایک شمار ہونے لگا۔اس عہد کے علماء نے علوم وفنون سے دلچسپی رکھنے والوں کے اذہان کھول دیئے اور کثرت سے لوگ علم وفن میں دلچسپی لینے لگے۔مختلف اسلامی ممالک سے علوم عقلیہ ونقلیہ کے ماہروں کی آمد نے یہاں کے باشندوں کی ذہنی پرداخت کی۔(۷) اور فکر وخیال کو صیقل کرکے علوم وفنون کی طرف موڑ دیا۔اسی عہد میں مشہور محدث شمس الدین مصری چار سو کتب حدیث کے ساتھ ملتان تشریف لائے۔(۸)

تغلق سلاطین : (۷۲۰ھ تا ۸۱۵ھ/۱۳۲۰ء تا ۱۴۱۴ء)

خاندان تغلق کا بانی سلطان غیاث الدین تغلق بھی علم دوست تھا اس کے علاوہ سلطان محمد تغلق اور فیروز تغلق دونوں علماء نواز تھے،اس عہد میں علماء کی قدردانی کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ سلطان محمد تغلق نے باہر کے علماء کو ہندوستان کے لیے مدعو کیا اور ہندوستان کے ماہرین کو بیرون ہند جانے کا حکم صادر کیا تھا۔

سلطان محمد تغلق نے مولانا معین الدین عمرانی دہلوی کو قاضی عضد الدین شیرازی کو دہلی لانے کیلئے مامور کیا لیکن شیراز کے حاکم ابو اسحاق نے قاضی موصوف کو وطن مالوف ترک کرنے کی اجازت نہیں دی۔(۹) سلطان فیروز تغلق بھی علماء کا قدرداں تھا اس کے عہد میں متعدد مصنف ہوئے جنہوں نے علوم شرعیہ پر طبع آزمائی کی۔اس عہد کے نامور علماء میں

قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے جلیل القدر استاد مولانا خواجگی ، قاضی حمید الدین دہلوی، احمد تھانیسری اور عبد المقتدر وغیرہ تھے۔

فیروز تغلق کے دربار سے متعلق ایک امیر تاتار خاں بھی علم کا قدرداں تھا۔ اس کی زیر نگرانی عالم بن علاء اندر پتی (۶۸۶ء) نے الفتاویٰ التاتارخانیہ کے نام سے ایک عظیم الشان کتاب تحریر کی۔ یہ بات بھی ناقابل فراموش ہے کہ اس بادشاہ کے عہد میں ''القاموس'' کا مصنف مجد الدین ہندوستان وارد ہوا تھا۔(۱۰)

سید سلاطین کا عہد: (۸۱۷ھ تا ۸۵۵ھ/۱۴۱۴ء تا ۱۴۵۱ء)

اس کے علاوہ سید سلاطین کے عہد میں بھی عربی زبان وادب کی نشو ونما ہوئی، مگر اس خاندان کا دور حکومت بہت مختصر تھا۔ اس خاندان کا آخری تاجدار ۳۰ رسال بدایوں میں رہا اور بدایوں میں علمی فضا قائم کی۔(۱۱) اور بدایوں بھی جلد مرکز علم وفن کی حیثیت سے مشہور ومعروف ہوا۔

لودھی سلاطین: (۸۵۵ھ تا ۹۳۰ھ/۱۴۱۵ء تا ۱۵۲۶ء)

لودھی سلاطین کے بادشاہ بھی فرمانرواں تھے۔ اس کا فرزند سکندر لودھی (۱۲) اپنے خاندان کا بے مثال بادشاہ تھا۔ اس کے عہد میں آگرہ دار السلطنت بنایا گیا، لہٰذا اس شہر میں علوم و فنون کی نشر واشاعت سے متعلق اہم کام ہوئے اور جلد ہی یہ شہر بھی دہلی کا مدّ مقابل ہوا۔ اس کے عہد میں بڑے بڑے نامور علماء و ماہرین آگرہ میں سکونت پذیر ہوئے، ان کی ایک لمبی فہرست ہے۔ اس دور میں علوم عقلیہ ونقلیہ سے متعلق خاصا کام ہوا اور معرکۃ الآراء کتابیں لکھی گئیں۔ اس عہد کے علماء کی ایک طویل فہرست ہے۔ سر دست چند اہم شخصیتوں کے اسماء درج کیے جا رہے ہیں:

(۱) رفیع الدین شیرازی

(۲) جلال الدین دوّانی

(۳) ابوالفتح تھانیسری

چودھویں صدی اور پندرھویں صدی میں ہندوستان مختلف حکومتوں میں منقسم تھا۔ ان میں سے بیشتر حکومتوں میں علوم شرعیہ کی کافی نشرواشاعت ہوئی۔ بڑے بڑے جلیل القدر ماہر فن ہوئے۔ انہوں نے عربی زبان وادب میں وہ نمایاں خدمات انجام دیں جو ناقابل انکار ہیں۔ مثلاً سلطنت جونپور، سلطنت مالوہ، سلطنت گجرات، سلطنت خاندیش، سلطنت بہمنیہ کے زوال کے بعد پانچ حکومتیں ہوئیں۔

(۱) عادل شاہی، سلطنت بیجاپور

(۲) قطب شاہی، سلطنت گلکنڈا

(۳) نظام شاہی، سلطنت احمد نگر

(۴) کشمیر

ان سلطنتوں میں بھی علوم وفنون کی نشرواشاعت سے متعلق زبردست کام ہوا جو ارباب علم ودانش پر مخفی نہیں۔

سوری سلاطین کا عہد: (۹۴۶ تا ۹۶۲ھ......۱۵۲۵ تا ۱۵۵۵ء)

شیر شاہ سوری اور اس کے فرزند سلیم شاہ سوری کو علوم وفنون سے گہری دلچسپی تھی۔ اس کے عہد میں علوم عقلیہ سے متعلق کچھ کام ہوا جو علم وادب کی تاریخ میں ایک اہم باب کا درجہ رکھتا ہے۔ (۱۳)

مغلیہ سلطنت: (۹۶۲ھ تا ۱۲۷۵ھ/۱۵۵۵ء تا ۱۸۵۷ء)

مغلیہ عہد میں جو مسلمانوں کی حکومت کا آخری اور عدیم المثال دور تھا۔ عربی زبان و ادب کی نشرواشاعت سے متعلق جتنا کام ہوا اس کا احاطہ اس مقالہ میں ممکن نہیں، البتہ اتنا مسلّم ہے

کہ عربی زبان کے مصنف جتنے اس دور میں ہوئے وہ کسی خاندان یا کسی عہد حکومت میں نہیں ہوئے۔ اس عہد کے بعض مصنفین کی عدیم المثال کتابیں عرب وعجم میں بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھی گئیں، ان شخصیتوں میں فیضی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ، عبدالحکیم سیالکوٹی علیہ الرحمۃ، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور محب اللہ بہاری رحمہما اللہ بہت مشہور ہیں۔

اکبر کے عہد میں بھی علم وادب کی نشو ونما ہوئی۔ اکبر علماء اور صاحبان کمال کا قدرداں تھا۔ (۱۴)

اکبر کے بعد جہانگیر بھی علم دوست تھا، اس نے بھی علماء کی سرپرستی کی۔ اس عہد میں بڑے بڑے نامور محدثین اور مصنفین نے علوم وفنون کی ترویج واشاعت کے لیے گرانقدر خدمات انجام دیں، جن علماء وماہرین نے اس عہد کو زیور علم سے آراستہ کیا ان میں عبدالحق محدث دہلوی اور شیخ احمد سرہندی رحمہما اللہ قابل ذکر ہیں۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے ہندوستانی مسلمانوں میں علوم حدیث کی ترویج واشاعت فرمائی تو اسی کے ساتھ حضرت شیخ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اکبر کے الحاد وارتداد کے قلعہ کو پاش پاش کیا۔

شاہ جہاں کو اپنے والد ماجد سے زیادہ علوم وفنون میں شغف تھا۔ اس نے ایک عالیشان مدرسہ، مسجد شاہ جہانی کے پاس ۱۰۷۰ء کے قریب دارالبقاء کے نام سے تعمیر کیا جس میں تاج دار علم وفن مولانا یعقوب بیانی تشنگان علوم وفنون کو سیراب کرتے تھے۔ یہ مدرسہ ایک عرصہ تک عربی زبان وادب کی خدمت کرتا رہا پھر ختم ہو گیا۔ (۱۵)

شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے زمانے میں علم وفن کی زیادہ چہل پہل رہی، متعدد فکر وفن کے علماء اس کے دربار سے وابستہ تھے۔ اس نے فقہ حنفی کی تدوین کیلئے کثیر دولت صرف کی اور فتاویٰ عالمگیری جیسا عظیم الشان فتاویٰ مرتب کرایا۔ اس عہد کے جلیل القدر علماء میں ملا جیون،

میرزاہد اور ملا قطب الدین سہالوی بہت مشہور ہیں۔

شہنشاہ عالمگیر کی رحلت کے بعد مغلیہ سلطنت کا چراغ مدہم ہونے لگا۔ سلطنت مغلیہ کے تاجدار عیش وعشرت اور لہو ولہب میں مخمور ہو کر حد سے تجاوز کرنے لگے۔ مگر مغلیہ سلطنت کے زوال اور بدامنی کے باوجود اس عہد میں ایسے ایسے سرخیل علماء وماہرین پیدا ہوئے جنہوں نے اپنی قابلیت کی دھاک عرب وعجم میں بٹھائی۔ ایسے علماء میں مولانا عبدالعلی بحر العلوم، علامہ فضل حق خیر آبادی، شاہ عبدالعزیز اور حضرت مولانا رضا علی خاں علیہم الرحمۃ وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

۱۸۵۷ء میں سلطنت مغلیہ کے زوال کے بعد عربی علوم وفنون کی ترویج واشاعت کا کام برابر جاری رہا اور بڑے بڑے سرخیل علماء، فقہاء اور ادباء پیدا ہوئے جنہوں نے متعدد موضوعات پر خامہ فرسائی کر کے علماء حجاز کو متحیر کر دیا۔ ایسے علماء میں مولانا عبدالحئی فرنگی محلی، مولانا ارشاد حسین رامپوری، نواب صدیق حسن خان قنوجی اور حضرت مولانا امام احمد رضا خاں بریلوی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

خاندان مغلیہ کے عہد میں عربی زبان وادب کے متعدد مراکز ہوئے جن میں دہلی، روہیل کھنڈ، سیالکوٹ، گوپامئو، خیر آباد، لکھنؤ اور ٹھٹھہ (سندھ) بہت اہم ہیں۔

حافظ الملک حافظ رحمت خاں (والی روہیل کھنڈ) نے متعدد مدارس کی بنیاد ڈال کر تقریباً دو ہزار علماء وماہرین کا تقرر کیا اور خورد ونوش کے علاوہ ان کیلئے سو روپیہ ماہانہ جیب خرچ مقرر کیا۔ فارغ التحصیل طلبہ کی دعوت فرما کر ان کی دستار بندی فرماتے۔ (۱۶)

جن علماء نے ان مدارس سے خوشہ چینی کی ان کی ایک طویل فہرست ہے، جس کا ذکر یہاں مقصود نہیں۔ روہیل کھنڈ میں عربی زبان وادب کی نشر واشاعت سے متعلق زبردست کام ہوا اور ہزاروں کتابیں لکھی گئیں، لہٰذا جلد ہی روہیل کھنڈ دوسرے مراکز سے ممتاز ہوا۔

بدایوں، سہسوان، آنولہ، امروہہ، سنبھل، رامپور، مراد آباد، نجیب آباد، شاہ جہانپور،

پیلی بھیت، اوجھیانی، بسولی اور بریلی میں ہزاروں علماء پیدا ہوئے، جنہوں نے عربی زبان وادب کی نشر واشاعت کی اور ہزاروں کتابیں صفحہ قرطاس کی زینت بنائیں جس کا علماء ہند کے علاوہ علماء حجاز نے یکساں طور پر اعتراف کیا ہے۔

مولانا فضل رسول بدایونی، مولانا عبدالقادر بدایونی، مولانا سلامۃ اللہ کشفی بدایونی، مولانا ارشاد حسین رامپوری، مولانا سلامۃ اللہ رامپوری، مولانا عبدالعلی رامپوری، مولانا رفیع الدین مراد آبادی، مولوی محمد حسن سنبھلی، مولانا رضا علی خاں بریلوی، مولانا نقی علی خاں بریلوی اور مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمہم اللہ ایسے نامور علماء وفقہاء ہیں جن کو تاریخ نظر انداز نہیں کر سکتی ہے۔

امام احمد رضا کے آباؤ اجداد کی ہی وہ ذات گرامی ہے جنہوں نے بریلی کی سرزمین پر علم وفن کا چراغ روشن کیا جس کو فاضل بریلوی نے تادم زیست مدھم نہ ہونے دیا۔ آپ کے والد گرامی مولانا نقی علی خاں اور جد امجد مولانا رضا علی خاں زبردست عالم دین تھے۔ اردو، فارسی کے علاوہ عربی زبان وادب میں بھی ان کی خدمات موجود ہیں۔

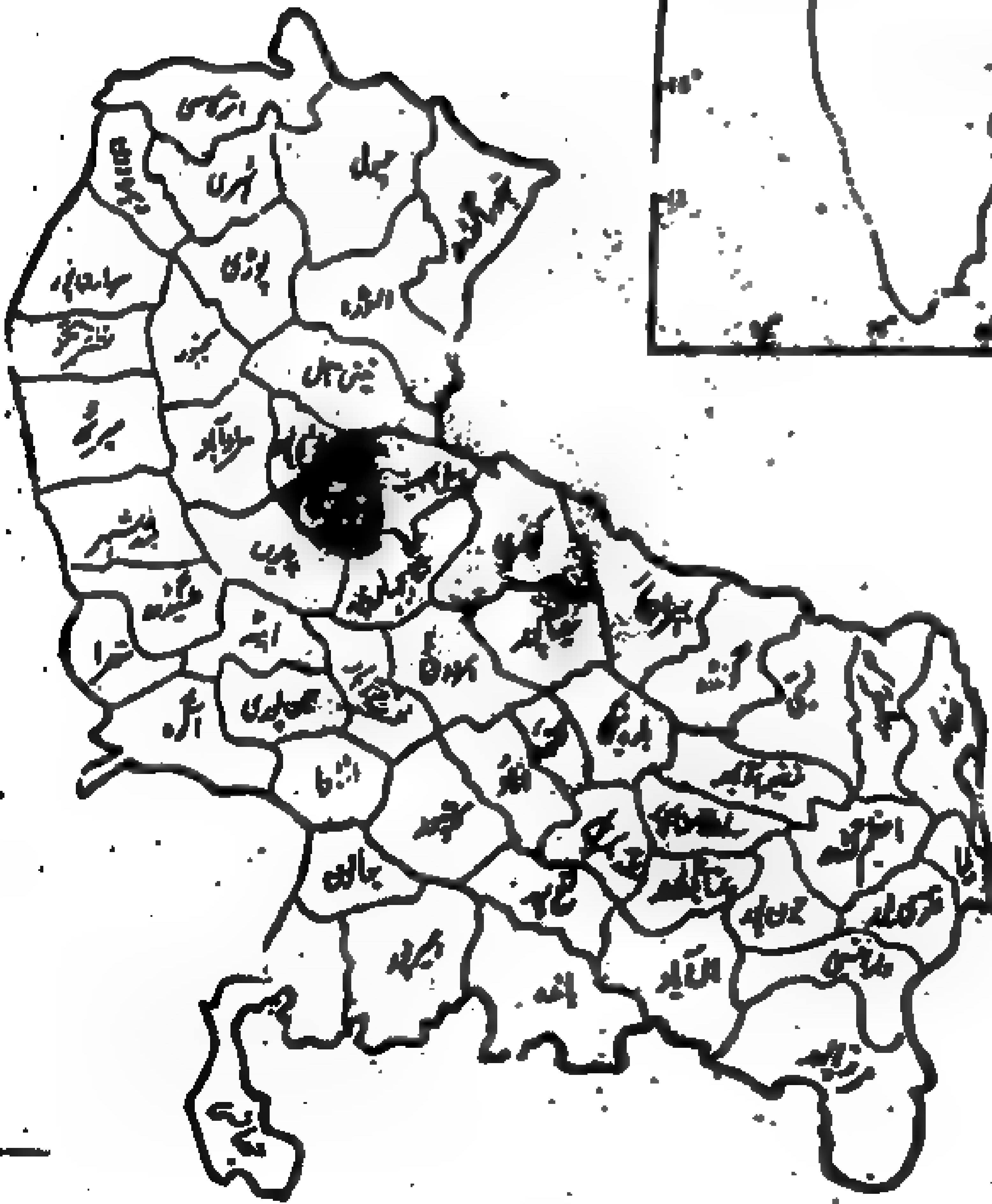
ہندوستان میں عربی زبان وادب کی ترویج وترقی کے اس مذکورہ بالا جائزے کی روشنی میں ہمیں یہ کہے بغیر چارہ کار نہیں کہ سرزمین بریلی کی مناسبت سے خانوادۂ رضا خاں نے جو اعلیٰ خدمات انجام دی ہیں وہ یقیناً لائق صد تحسین ہیں اور ہندوستان میں ان کا بہت ہی غیر معمولی مقام ومرتبہ ہے۔

اتر پردیش کا نقشہ

اتر پردیش

بریلی شریف





بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿الباب الثانی﴾

امام احمد رضا
شخصیت کے آئینے میں



بریلی کا پس منظر:

بریلی دریائے گنگا کے کنارے ایک خوبصورت شہر ہے، رام گنگا کی خوشگوار فضا نے اس کے حسن میں موثر کردار ادا کیا ہے، یہ شہر پنچالہ سلطنت کا ایک حصہ تھا(۱۷)۔ پنچالہ دیس ہمالیہ کی وادی سے جنوب میں چنبل کی ندی تک کشادہ تھا، کچھ عرصہ کے بعد پنچالہ دیس دو حصوں میں منقسم ہوا:

(۱) شمالی پنچالہ (Panchala)

(۲) جنوبی پنچالہ

بریلی، شمالی پنچالہ کا ایک علاقہ متعین ہوا۔(۱۸) اہچ ہتر اسی (۱۹) علاقہ میں واقع ہے جہاں راجہ درو پد کی حکومت تھی ۔ راجہ نے پانچال میں اپنی بیٹی کا سوئمبر رچایا تھا۔ پانڈوں نے تحصیل آنولہ (بریلی) کے گرگاؤں (۲۰) کو گرو درونڈ اچاریہ کو دان میں دیا۔(۲۱) بریلی پر چودہ راجاؤں نے حکومت کی۔ رام نگر کی کھدائی میں اس عہد کے درج ذیل سکے برآمد ہوئے:

(۱) اگنی متد	(۲) نومتد	(۳) ایومتد
(۴) بھانومتد	(۵) بھومی متد	(۶) دھرومتد
(۷) اندرمتد	(۸) جیامتد	(۹) پھل گنی متد
(۱۰) پرجاپتی متد	(۱۱) سوریہ متد	(۱۲) ورونہ متد
(۱۳) وشنومتد	(۱۴) ہرسپتی متد (۲۲)	

مذکورہ سکے ویدک عہد پر شاہد عدل ہیں۔ مہابھارت کے بعد یہ علاقہ جین دھرم سے متاثر ہوا۔ اہچ ہتر کا قلعہ اور اس سے پیوستہ مورتیاں اور کھنڈرات اس کا بین و واضح

ثبوت ہیں۔ بودھ عہد میں پنچالہ دیس پر راجہ اچیت نے قبضہ کیا۔ کیونکہ کھدائی کے دوران اس کے نام کے سکے برآمد ہوئے تھے۔ بودھوں کے بعد اس قطعہ زمین پر گپت (Gupta) خاندانوں نے اقتدار حاصل کیا۔ ۶۲۵ء میں چینی سیاح ہیوان سانگ Hiuaetsang جب رام نگر آیا تو اس نے اپنے رشحات قلم سے اس زرخیز اور شاداب علاقہ کا عدیم النظیر تذکرہ تحریر کیا اور اس میں ایک ہزار بودھ بھکشو اور بودھوں کے دس مندر نو برھمنی مندر اور تین سو جوگیوں کی نشاندھی کی۔ (۲۳)

۱۲۵۳ء میں ناصر الدین محمود نے اس علاقہ پر حملہ کیا۔ ۱۲۶۶ء میں راجپوتوں نے بغاوت کی، اس سے بدایوں اور امروھہ کافی متاثر ہوئے۔ ۱۲۹۰ء میں جلال الدین فیروز ملک کٹھیر (۲۴) میں داخل ہوا اور راجپوتوں کا قلع قمع کیا۔ ۱۳۱۳ء میں علاء الدین خلجی نے حملہ کرنے کے بعد اس ملک پر اقتدار جمایا۔ ۱۳۷۹ء میں کٹھیر یہ راجہ کھڑک سنگھ نے اس علاقہ کو زیر نگیں کیا۔ ۱۳۸۰ء میں فیروز شاہ نے اس ملک پر زبردست حملہ کیا اور کھڑک سنگھ کی راجدھانی کو تباہ و برباد کر دیا۔ راجہ سارا ماجرا دیکھ کر کمایوں Kumaun فرار ہو گیا لیکن ۱۳۹۹ء میں تیمور لنگ کے حملہ کے دوران راجہ کھڑک سنگھ اس علاقہ پر مسلط ہوا اور آنولہ کے قریب اتر چھینڈی گاؤں میں ایک عالیشان قلعہ تعمیر کرایا۔ ۱۵۰۰ء میں راجہ جگت سنگھ نے جگت پور کی بنیاد ڈالی اور ۱۵۳۷ء میں راجہ کے دو بیٹوں (بانس دیو، بریل دیو) نے بانس بریلی کی بنیاد ڈالی۔ (۲۵) اور محلہ کوٹ میں ایک عالیشان قلعہ بنوایا۔ (۲۶) ۱۵۶۸ء میں مغلیہ سلطنت کے سورماؤں نے بریلی پر سکہ جمایا۔ ۱۵۷۷ء میں بریلی کو سنبھل کے حاکم عین الملک کی جاگیر میں دے دیا گیا۔ مؤخر الذکر نے محلہ گھیر جعفر خاں (بریلی) میں ایک عالیشان مسجد تعمیر کروائی۔ (۲۷)

عین الملک کی وفات کے بعد بریلی بیرم خان کے زیر اقتدار رہا اور دہلی کی سلطنت کے تحت اسے ایک صوبہ بنا دیا گیا۔ اکبر کے بعد جہانگیر نے فرید خان کو بریلی کا صوبہ دار مقرر کیا،

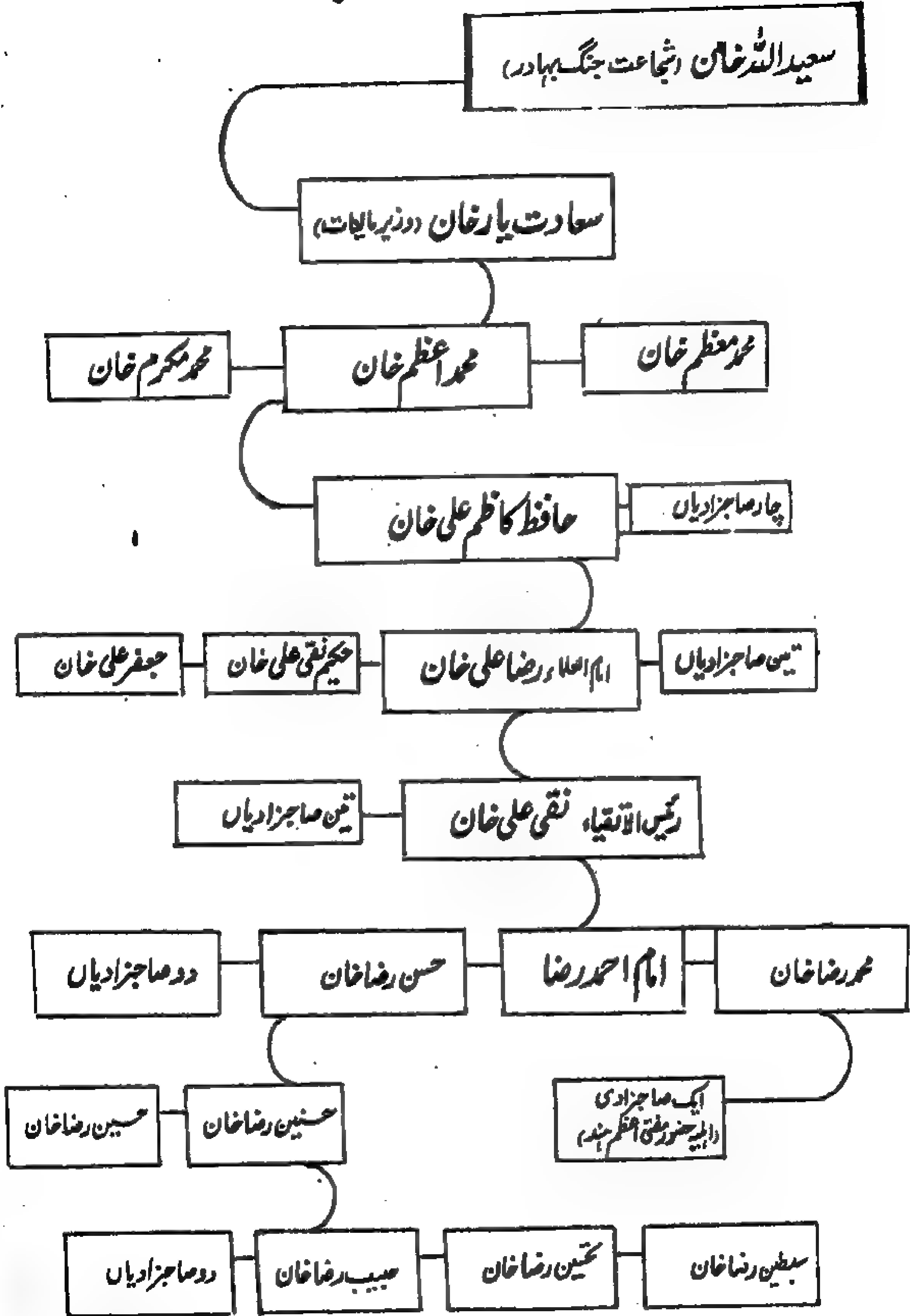
موصوف نے بریلی سے بائیس کلومیٹر دور فرید پور (۲۸) کے نام سے ایک قصبہ بنایا۔ ۱۶۵۷ء میں راجہ مکرنند رائے کو بریلی کا گورنر نامزد کیا۔

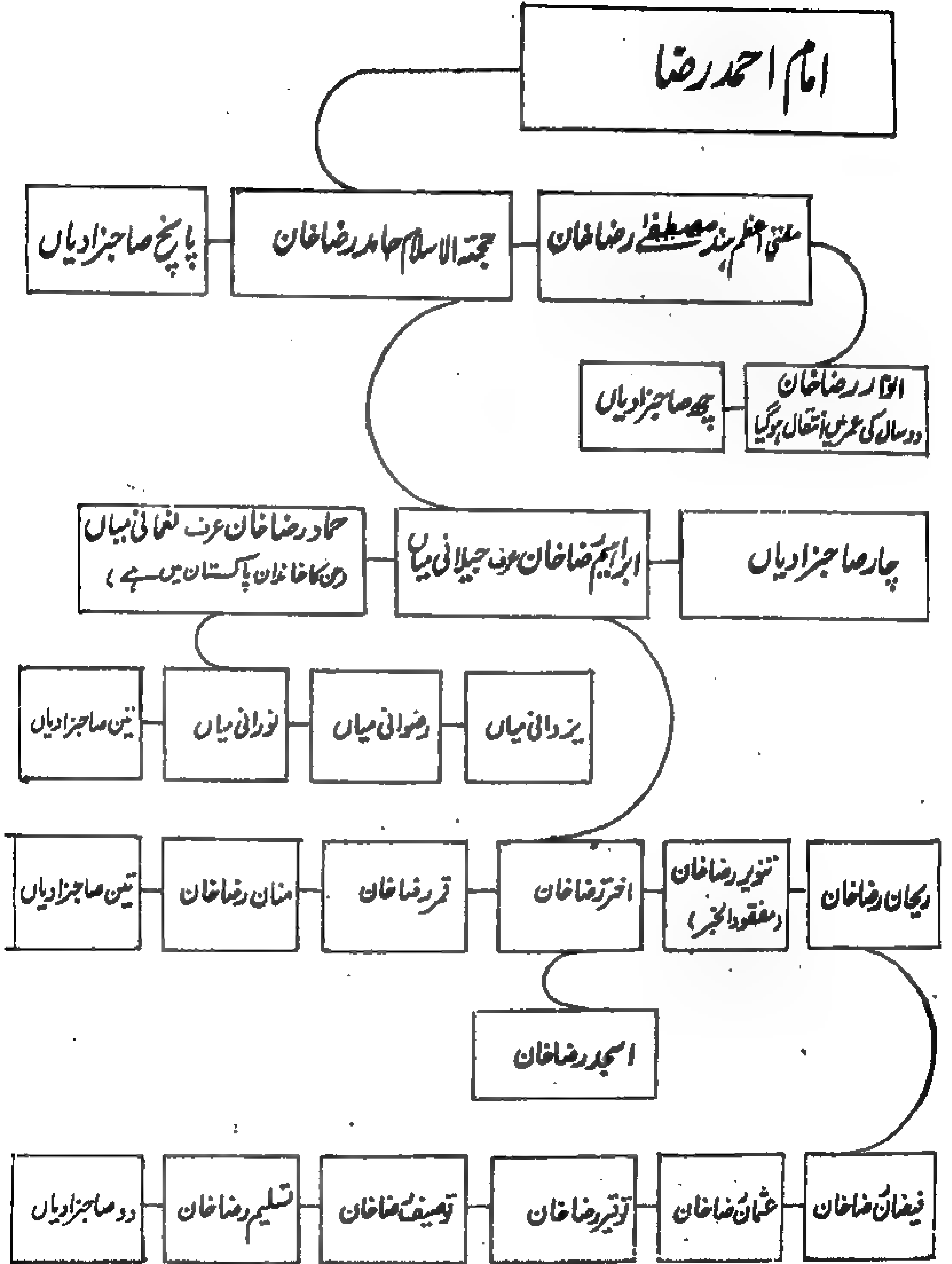
راجہ مکرنند رائے نے اپنے نام سے ایک محلہ ''مکرنپور'' آباد کیا۔ بہاری پور اور ملوکپور محلے بھی اسی راجہ کی یادگار ہیں۔ ۱۶۶۷ء میں جامع مسجد بریلی اور شاہ دانہ ولی کا مزار مبارک بھی راجہ ہی کے تعمیر کردہ ہیں۔ (۲۹) جب حکومت ہند اورنگ زیب عالمگیر کے ہاتھ میں آئی تو راجہ نے بادشاہ کے نام پر عالمگیری گنج بنایا۔ (۳۰)

اورنگ زیب عالمگیر کی رحلت کے بعد روہیلہ سردار داؤد خان (۳۱) بریلی پر قابض ہوا اور ۱۷۰۷ء سے ۱۷۷۴ء تک روہیلوں کی حکمرانی رہی (۳۲) جس کا صدر مقام بریلی تھا۔

حافظ الملک حافظ رحمت خاں (والئی روہیل کھنڈ) (۳۳) کی وفات کے بعد اس شہر پر ایک عرصہ تک نواب آصف الدولہ، شجاع الدولہ اور نواب سعادت علی خاں قابض تھے۔ ۱۸۰۱ء میں نواب سعادت علی خاں سے لیکر بریلی کو روہیل کھنڈ کی کمشنری کا صدر مقام نامزد کر دیا گیا۔

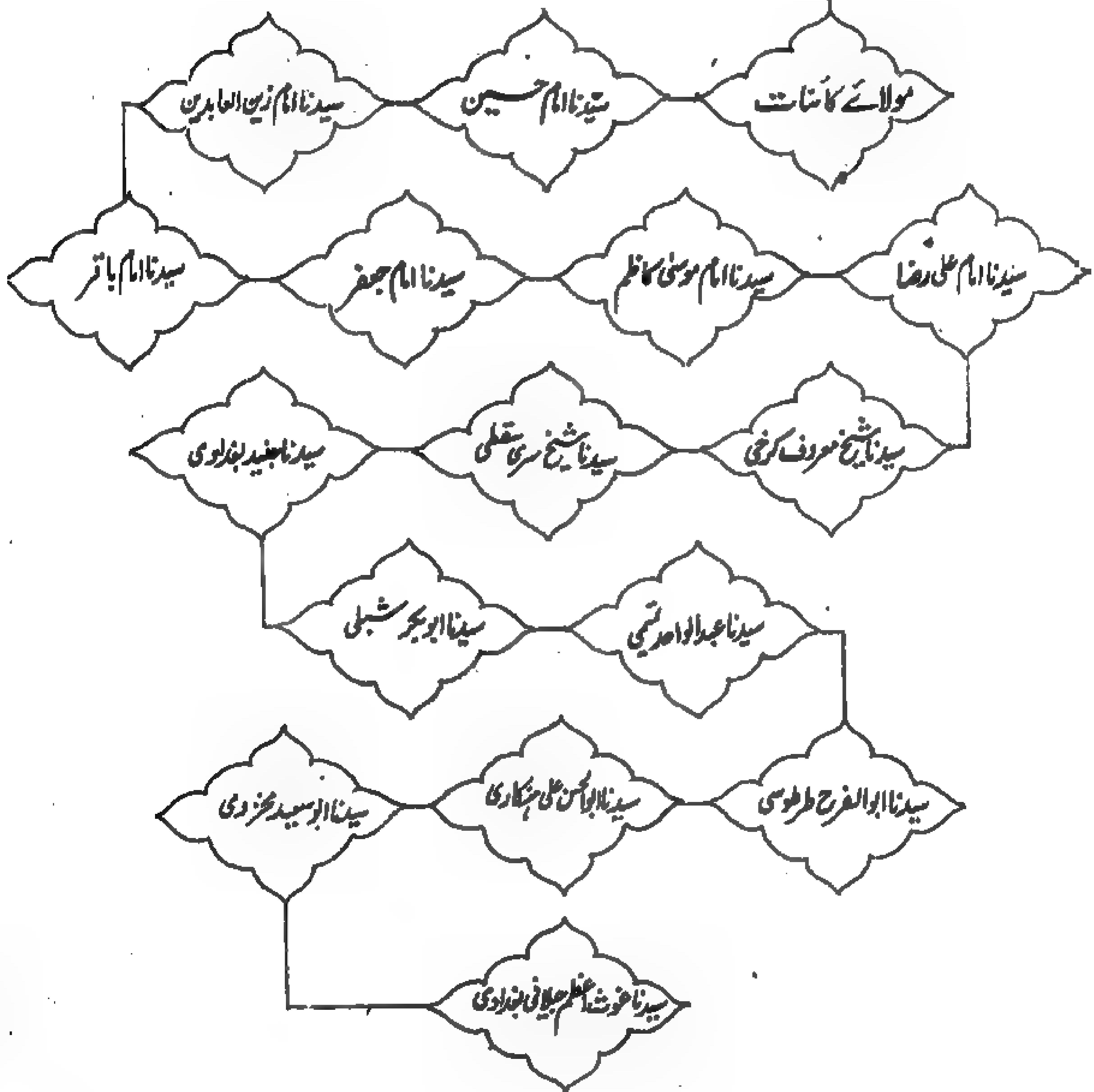
شجرۂ نسب

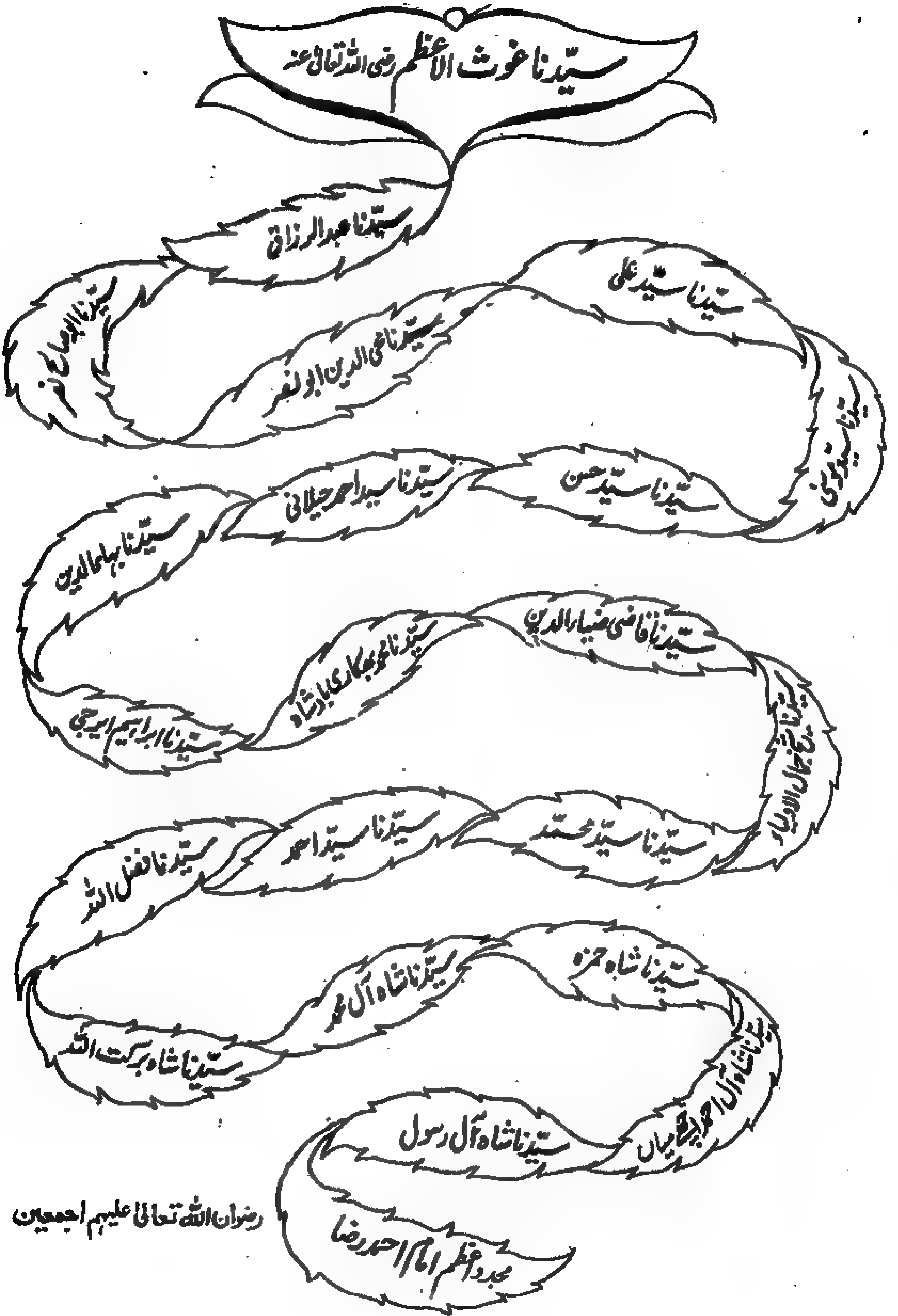

سعید اللہ خان (شجاعت جنگ بہادر)
سعادت یار خان (وزیر مالیات)
محمد معظم خان
محمد اعظم خان
محمد مکرم خان
چار صاحبزادیاں
حافظ کاظم علی خان
تین صاحبزادیاں
امام العلماء رضا علی خان
حکیم تقی علی خان
جعفر علی خان
رئیس الاتقیاء نقی علی خان
تین صاحبزادیاں
محمد رضا خان
امام احمد رضا
حسن رضا خان
دو صاحبزادیاں
ایک صاحبزادی
(اہلیہ حضور مفتی اعظم ہند)
حسنین رضا خان
حسین رضا خان
سبطین رضا خان
تحسین رضا خان
حبیب رضا خان
دو صاحبزادیاں


امام احمد رضا
مفتی اعظم ہند مصطفےٰ رضا خان
حجۃ الاسلام حامد رضا خان
پانچ صاحبزادیاں
انوار رضا خان
دو سال کی عمر میں انتقال ہوگیا
چھ صاحبزادیاں
چار صاحبزادیاں
ابراہیم رضا خان عرف جیلانی میاں
حماد رضا خان عرف نعمانی میاں
(ان کا خاندان پاکستان میں ہے)
یزدانی میاں
رضوانی میاں
نورانی میاں
تین صاحبزادیاں
ریحان رضا خان
تنویر رضا خان
(مفقود الخبر)
اختر رضا خان
قمر رضا خان
منان رضا خان
تین صاحبزادیاں
اسجد رضا خان
فیضان رضا خان
عثمان رضا خان
تنویر رضا خان
توصیف رضا خان
تسلیم رضا خان
دو صاحبزادیاں

شجرۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم





سیّدنا غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
سیّدنا عبدالرزاق
سیّدنا ابوصالح نصر
سیّدنا محی الدین ابوالنصر
سیّدنا سیّد علی
سیّدنا سیّد موسیٰ
سیّدنا سیّد حسن
سیّدنا سید احمد جیلانی
سیّدنا بہاء الدین
سیّدنا ابراہیم ایرجی
سیّدنا محمد بھکاری بادشاہ
سیّدنا قاضی ضیاء الدین
سیّدنا شیخ جمال الاولیاء
سیّدنا سیّد محمد
سیّدنا سیّد احمد
سیّدنا فضل اللہ
سیّدنا شاہ برکت اللہ
سیّدنا شاہ آل محمد
سیّدنا شاہ حمزہ
سیّدنا شاہ آل احمد اچھے میاں
سیّدنا شاہ آل رسول
مجدد اعظم امام احمد رضا
رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

آبا ؤ اجداد

امام احمد رضا کا خاندان عظمت ورفعت میں یکتائے روزگار تھا۔ آپ کا تعلق پٹھانوں کے قبیلہ یوسف زئی سے ہے جس کا سلسلہ سعید اللہ خاں تک پہنچتا ہے۔

سعید اللہ خان:

سعید اللہ خان قندھار (۳۴) کے ایک باوقار قبیلہ بڑھیچ (۳۵) کے پٹھان تھے (۳۶) سلطنت مغلیہ کے عہد میں محمد شاہ کے ہمراہ ہندوستان آئے (۳۷) اور بڑے عہدوں پر فائز ہوئے۔ لاہور کا شیش محل آپ کے ہی زیر اقتدار تھا۔ مغل بادشاہ آپ کی انتظامی صلاحیتوں کے معترف اور مداح تھے، جس کے صلہ میں آپ کو شش ہزاری کے عظیم منصب سے سرفراز کیا گیا اور شجاعت جنگ کے خطاب سے نوازا گیا۔ (۳۸)

سعادت یار خان:

سعادت یار خاں، سعید اللہ خاں کے فرزند ارجمند تھے۔ آپ کی سیاسی بصیرت اور دیانتداری کو دیکھ کر سلطنت مغلیہ نے ایک جنگی مہم سر کرنے کیلیے ملک روہیل کھنڈ (۳۹) بھیجا۔ آپ نے شجاعت وہمت کے جوہر دکھا کر اس ملک پر قبضہ کیا۔ بریلی کا صوبہ دار منتخب کیا (۴۰) اور بدایوں (روہیل کھنڈ) کے متعدد مواضعات جاگیر میں دیئے، مگر اس وقت صاحب فراش ہو چکے تھے۔ آپ کے تین صاحبزادے تھے۔ صاحبزادگان کو حکومت وقت نے اعلیٰ مراتب سے سرفراز کیا۔

محمد اعظم خان:

سعادت یار خاں کے لائق فرزند تھے۔ آپ کا مزاج مذہبی تھا۔ علوم وفنون سے گہری

دلچسپی تھی۔ بریلی (روہیل کھنڈ) میں سکونت اختیار کی اور سلطنت مغلیہ میں مرتبۂ وزارت پر ماموز تھے، چونکہ مزاج میں تدین تھا اس لئے جلد ہی اس عہدے سے سبکدوش ہو کر خلوت گزینی کر کے عبادت میں منہمک ہو گئے، متعدد کرامتیں بھی آپ سے منسوب ہوئیں، ترک دنیا کی ایک مثال حیات اعلیٰ حضرت جلد اول میں دیکھی جا سکتی ہے۔(۴۱)

کاظم علی خاں:

بدایوں کے تحصیلدار تھے۔ دو سو سواروں کی بٹالین ہمیشہ خدمت میں رہا کرتی تھی اور آٹھ گاؤں جاگیر میں ملے تھے۔ آپ کا شمار بھی صاحب کرامت بزرگوں میں تھا۔(۴۲)

رضا علی خاں:

مولانا رضا علی خاں، مولانا کاظم علی خاں کے فرزند ہیں جن کا شمار علوم وفنون کے ماہرین میں ہوتا تھا۔ بطور خاص فقہ میں ید طولیٰ حاصل تھا (۱۲۲۴ھ/۱۸۰۹ء) میں ولادت ہوئی۔ مولوی خلیل الرحمٰن سے ٹونک میں اکتساب علم کیا اور ۲۳ ربرس کی عمر میں فراغت پائی۔(۴۳)

رضا علی خاں اخلاق وعادات، حلم وتواضع میں یکتائے روزگار تھے۔ آپ کا دل عشق رسول ﷺ سے معمور تھا۔ ان کے روز وشب اتباع سنت سے مزین اور آراستہ تھے۔ اپنے عہد میں مسلمانوں کی شکست اور انگریزوں کا جابرانہ رویہ دیکھا تو مسلمانوں کو منظم فرما کر برطانوی سامراج کے قلعوں کی بنیادیں متزلزل کر دیں اور انگریزی اقتدار کی بیخ کنی کیلئے اپنا ہی گھر مرکز بنا دیا اور اس کے دفاتر کیلئے اپنا گھر وقف کر دیا۔(۴۴) اس کی تائید میں درج ذیل عبارت ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے۔

آپ جنگ آزادی کے عظیم رہنما تھے۔ عمر بھر فرنگی تسلط کے خلاف برسرپیکار رہے۔ آپ ایک بہترین جنگجو اور بے باک سپاہی تھے۔ لارڈ ٹنیگ آپ کے نام سے بے حد نالاں رہا، ہڈسن جیسے برطانوی جنرل نے آپ کا سر قلم کرنے کا انعام پانچ سو (۵۰۰) روپے مقرر کیا تھا، مگر

وہ اپنے مقصد میں عمر بھر ناکام رہا۔(۴۵)

ڈاکٹر ملی سن، مولانا رضا علی خاں کی انتظامی صلاحیت دیکھ کر متحیر تھا۔اس کا اظہار ایک مقام پر اس طرح کرتا ہے:

بریلی کے لوگوں میں جب برطانوی سامراج کے خلاف یورش پھیلی تو اس یورش کے تمام تر ذمہ دار جنرل بخت خاں اور ان کے ساتھ بریلی کے ملا شاہ رضا علی ولد حافظ کاظم علی ولد سعادت یار خاں پٹھان ہی تھے جو بریلی کی عوام کو برطانوی حکام کے خلاف اکسانے کے نہ صرف مجرم ٹھرے بلکہ انہوں نے بریلی کی عوام کو برطانوی فوج کے خلاف مقابلہ کرنے پر بے حد افروختہ کیا۔ اگر ملا رضا علی اپنے عقید تمندوں سمیت ہمارا مقابلہ نہ کرتا تو بریلی شہر پر ہمارا قبضہ ہونا بالکل آسان تھا۔اس بریلوی ملا رضا علی کی مزاحمت کی وجہ سے برطانوی افواج کو کافی کشت وخون اور آگ کا دریا عبور کرنا پڑا، پھر بھی بریلی پر بمشکل قبضہ ہوسکا۔(۴۶)

مولانا رضا علی خاں سامراجی حکومت کے سخت دشمن تھے جس کیلئے وہ برسر پیکار رہتے تھے، مگر اس مخالفانہ رویہ کے باوجود ایک لمحہ بھی دل یاد الٰہی سے غافل نہیں رہتا، روز وشب کے بیشتر حصے عبادت وریاضت میں گزرتے۔ان کی انہیں خوبیوں نے خاندانی امارت کو فقر و درویشی میں تبدیل کیا۔آپ سے قبل آپ کے آباؤ اجداد سلطنت مغلیہ کے متعدد عہدوں پر فائز رہے مگر آخر میں سلطنت پر ٹھوکر مار کر زہد وقناعت اختیار کی۔احمد رضا کے خاندان میں آپ پہلے بزرگ ہیں جس نے دنیوی حکومت سے پرہیز فرما کر زہد وتقویٰ اور تصوف کی اعلیٰ زندگی بسر کی اور اپنے علم و فن سے سیکڑوں تشنگان علوم وفنون کو سیراب فرما کر ۲ر جمادی الاولیٰ ۱۲۸۲ھ/ ۱۸۶۵ء کو انتقال فرمایا۔(۴۷) امام احمد رضا خاں نے جد امجد کی تاریخ وفات اس طرح قلم بند کی ہے۔(۴۸)

الاان اولیاء اللہ لاخوف علیہم ولاھم یحزنون (۴۹) ۱۲ ھ ۸۲

نقی علی خاں:

مولانا نقی علی خاں، رضا علی خاں کے پسر فیروز بخت تھے، جن کی شخصیت نابغۂ روزگار اور عہد آفریں تھی، جو نہ صرف عالم دین تھے بلکہ ایک مدبر عاشق رسول تھے۔ آپ کی ولادت باسعادت بریلی میں ۱۲۴۲ھ/۱۸۲۰ء کو ہوئی۔ والد ماجد سے درسیات میں کمال حاصل کیا۔ ۱۲۹۴ھ میں سید آل رسول مارہروی علیہ الرحمۃ (۱۲۹۷ھ) کے دست حق پرست پر بیعت کی، موصوف نے اجازت وخلافت سے نوازا۔ ۲۶ رشوال ۱۲۹۵ھ/ ۱۸۷۸ء میں حج بیت اللہ کے قصد سے سفر حجاز فرمایا اور حرمین شریفین کے علماء سے اسناد حاصل کیں (۵۰) اور زندگی بھر درس وتدریس میں مشغول رہے۔ ۱۲۹۷ھ/۱۸۸۰ء میں انتقال فرمایا۔(۵۱)

امام احمد رضا نے والد ماجد کی تاریخ انتقال اس طرح استخراج فرمائی ہیں۔

وادخلی فی جنتی و عبادی　　　یا غفور

۹۷......ھ......۱۲　　　۹۷......ھ......۱۲

ان کی علمی قابلیت کا اندازہ ہزاروں صفحات پر پھیلے، بیش بہا علمی مباحث سے لگایا جاسکتا ہے، جن کتابوں کا علم ہوسکا وہ درج ذیل ہیں:

(۱) الکلام الأوضح فی تفسیر ألم نشرح
(۲) اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد
(۳) اذاقة الاثام لمانعی عمل المولد والقیام
(۴) ازالة الاوهام
(۵) الکواکب الزهراء فی فضائل العلم وآداب العلمآء
(۶) الروایة فی الاخلاق النبویة

(۷) التمکین فی تحقیق مسائل التزئین
(۸) احسن الوعا لآداب الدعآء
(۹) ارشاد الاحباب الیٰ آداب الاحتساب
(۱۰) اجمل الفکر فی مباحث الذکر
(۱۱) اقویٰ الذریعة الیٰ تحقیق الطریقة والشریعة
(۱۲) النقاد النقویه فی الخصائص النبویة
(۱۳) تزکیة الایقان
(۱۴) ترویح الارواح فی تفسیر الانشراح
(۱۵) تنبیه الجهال بالهام الباسط المتعال ۱۲۹۱ھ/ ۱۸٤٤ء)
(۱۶) تشرق الاداة الیٰ طریق حجة اللّٰه
(۱۷) تحقیق الطریقة الشریعة
(۱۸) خیر المخاطبة فی المحاسبة والمراقبة
(۱۹) جواهر البیان فی اسرار الارکان
(۲۰) سرور القلوب فی ذکر المحبوب
(۲۱) فضل العلم والعلماء
(۲۲) وسیلة النجات
(۲۳) لمعة النبراس فی آدابَ الأکل واللّباس
(۲۴) هدایة البریه الیٰ الشریعة الاحمدیه
(۲۵) هدایة المشتاق الیٰ سیر الانفس والآفاق
(۲۶) عین المشاهدة لحسن المجاهدة
(۲۷) نهایة السعادة فی تحقیق الهمة والارادة(۵۲)

احمد رضا خاں:

احمد رضا خاں نسباً پٹھان، (۵۳) مسلکاً حنفی اور مشرباً قادری تھے۔ آپ کی ولادت باسعادت ۱۰ ارشوال المکرم ۱۲۷۲ھ/۱۸۵۶ء کو بریلی کے محلہ جسولی میں ہوئی۔ (۵۴) وقت ولادت آفتاب منزل غفر میں تھا جو اہل نجوم کے یہاں نہایت مبارک و مسعود ساعت ہے۔ (۵۵) امام احمد رضا خود رقم طراز ہیں:

دینا، مزار، حشر، جہاں ہیں غفور ہیں
ہر منزل اپنے ماہ کی منزل غفر کی ہے (۵۶)

خود احمد رضا خاں نے حسب ذیل آیہ کریمہ سے اپنا سن ولادت استخراج فرمایا ہے:

اولٰئک کتب فی قلوبھم الایمان وایدھم بروح منه (۵۷)

۱۲۷۲ھ

آپ کا پیدائشی نام محمد اور تاریخی نام المختار ۱۲۷۲ھ تجویز کیا گیا لیکن جد امجد مولانا رضا علی خان (۱۲۸۲ھ/ ۱۸۶۵ء) نے آپ کا نام احمد رضا رکھا، (۵۸) مگر مولانا احمد رضا نے اپنے نام کے ساتھ عبدالمصطفیٰ کا اضافہ فرمایا، چنانچہ اپنے نعتیہ دیوان ''حدائق بخشش'' میں اس کا اظہار یوں فرمایا ہے۔

خوف نہ رکھ رضا ذرا تُو، تو ہے عبد مصطفیٰ
تیرے لئے امان ہے تیرے لئے امان ہے (۵۹)

ان کی علمی عبقریت کی بناء پر انہیں علماءِ عرب و عجم نے متعدد القابات وخطابات سے سرفراز کیا ہے مثلاً فرید العصر، مجدد ھٰذہٖ الامۃ، اعلیٰ حضرت، فاضلِ بریلوی وغیرہ، جن میں ''اعلیٰ حضرت'' اور ''فاضل بریلوی'' ضرب المثل کی حیثیت رکھتے ہیں۔

عہد طفلی:

آپ عہد طفلی سے ہی ذکی وذہین تھے۔ جد امجد نے عقیقہ کے دن خواب دیکھا جس کی تعبیر یہ تھی کہ یہ فرزند عارف وفاضل ہوگا۔ (۶۰)

امام احمد رضا کا عہد طفلی نہایت خوشگوار تھا، ہر قدم دائرۂ شریعت میں ہوتا جیسا کہ عام بچوں کو اس عمر میں مشاہدہ کیا گیا ہے کہ وہ نیکی و بدی کے مفہوم میں امتیاز نہیں کرسکتے، مگر آپ کا عہد طفلی اسرار شریعت سے مزین تھا، اسرار شریعت کی مثال درج ذیل واقعات سے دی جاسکتی ہے:

ایک مرتبہ آپ کے استاد کو بچوں نے سلام کیا، مولوی صاحب نے کہا جیتے رہو، احمد رضا فوراً بول اٹھے اور فرمایا یہ تو سلام کا جواب نہ ہوا! "وعلیکم السلام" کہنا چاہیے تھا۔ استاد بے حد خوش ہوئے اور دعائیں عطا فرمائیں۔ (۶۱)

احمد رضا خاں نے چھ برس کی عمر میں یہ معلوم کرلیا تھا کہ بغداد شریف کس جانب ہے، پھر اس وقت سے اخیر تک بغداد شریف کی جانب پاؤں نہیں پھیلایا۔ (۶۲)

آپ ہمیشہ بشکل نام محمد ﷺ آرام فرماتے، اس طرح کہ دونوں ہاتھ ملا کر سر کے نیچے رکھتے اور پاؤں سمیٹ لیتے جس سے سر "میم"، کہنیاں "ح"، کمر "میم"، پاؤں "دال" بنکر گویا حضور خاتم النبیین ﷺ کے اسم مبارک کا نقشہ بن جاتا۔ (۶۳) ان کے علاوہ بچپن کے بہت سے واقعات آپ کی فطانت وفراست پر شاہد عدل ہیں۔ (۶۴)

حلیہ:

مولانا احمد رضا خاں صورت وسیرت میں بھی یگانہ روزگار تھے۔ خواجہ حسن نظامی نے، جو مولانا بریلوی کے معاصرین میں سے تھے، معاصر علماء کے خاکے لکھے ہیں، فاضل بریلوی کا بھی خاکہ لکھا ہے:

درمیانہ قد، دبلا پن، گندمی رنگ، گنجان اور بڑی داڑھی، متین اور سنجیدہ چہرہ، انگلیاں طویل، بھنوئیں گھنی، گردن اونچی، پیشانی چوڑی اور ناک لمبی کھڑی۔ (۶۵)

لباس:

آپ لباس بھی شرعی استعمال کرتے تھے۔ کرتا، پاجامہ، انگرکھا، عبا، عمامہ آپ کا پسندیدہ اور محبوب لباس تھا، پنج وقتہ نماز جماعت سے ادا فرماتے اور عبا اور عمامہ کا ہر نماز میں اہتمام کرتے تھے۔

غذا:

آپ قلیل الغذاء تھے۔ کھانے میں ایک پیالی شوربا بکری کا بغیر مرچ کے اور ایک سوجی کا بسکٹ استعمال فرماتے تھے۔ رمضان المبارک میں روزہ افطار کے بعد پان تناول فرماتے۔ سحری میں ایک پیالی فیرنی اور ایک پیالی میں چٹنی آیا کرتی تھی، کسی نے معلوم کیا کہ حضرت فیرنی اور چٹنی کا کیا جوڑ تو فرمایا:

''نمک سے کھانا شروع کرنا اور نمک ہی پر ختم کرنا سنت رسول ﷺ ہے۔'' (۶۶)

اہل دُول سے اجتناب:

امام احمد رضا نوابوں کی قصیدہ خوانی سے گریز کرتے تھے، جبکہ اس دور میں ارباب شعر و سخن نوابوں کی مدح و ستائش میں مصروف تھے، مگر امام نے یہ ضمیر فروشی کبھی نہیں کی اس کی مثال درج ذیل واقعہ سے دی جا سکتی ہے:

ایک مرتبہ نواب نانپارہ نے درخواست کی کہ احمد رضا میری تعریف میں کوئی منقبت یا قصیدہ تحریر کریں، مگر فاضل بریلوی نے نواب کی عرضداشت پر ٹھوکر مار کر فرمایا۔

کروں مدح اہل دول رضاؔ
پڑے اس بلا میں میری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا
میرا دین پارۂ ناں نہیں (۶۷)

اسی طرح امام احمد رضا انگریزوں اوران کی حکومت کے سخت دشمن تھے، وہ ہمیشہ لفافہ پر الٹا ٹکٹ لگاتے تھے، اور فرماتے تھے کہ:

''میں نے جارج پنجم کا سر نیچا کر دیا'' (۶۸)

ایک مرتبہ مقدمہ کے سلسلہ میں عدالت میں طلب کیا گیا تو آپ نے حاضری سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ:

''جب میں انگریزوں کی حکومت کو تسلیم نہیں کرتا تو اس کے عدل وانصاف کو کیسے تسلیم کرلوں''۔ (۶۹)

تصلب فی الدین:

مولانا احمد رضا کی شخصیت **الحب للّٰہ والبغض للّٰہ** کی درخشندہ تصویر تھی، اللہ ورسول عزوجل علیہ کے دشمن کو اپنا دشمن تصور کرتے تھے، اپنے مخالف سے کبھی درشت کلامی نہیں کی۔

امام احمد رضا کی حیات کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ **من احب للّٰہ وابغض للّٰہ واعطیٰ للّٰہ ومنع لِلّٰہ فقد استکمل الایمان** (۷۰) کے مظہر تھے۔ (۷۱)

یہ حقیقت ہے کہ امام احمد رضا خاں میں سخت حدت تھی (۷۲) لیکن یہ سختی کیوں تھی اس کے کیا اسباب تھے، یہ بات صاف ظاہر ہے کہ فاضل بریلوی ہر اس شخص کے دشمن تھے جو سرکارِ دوعالم سے دشمنی رکھتا ہے اوران کی شان میں کھل کر گستاخانہ الفاظ کہتا ہے، پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود صاحب نے شدت وحدت کے محرکات کو بڑے شرح وبسط کے ساتھ درج کیا ہے (۷۳)

''امام احمد رضا نے بھی اپنی تیزیٔ ذہن اور شدت مزاجی کا حدیث کی روشنی میں مسکت جواب دیا ہے:

ان الحدة تعترى قراء امتى لغرة القرآن فى اجوافهم (۷۴)

ایک اور حدیث میں ہے:

"الحدة تعتری خیار امتی"(۷۵)

تعلیم:

امام احمد رضا نے ابتدائی کتب مرزا غلام قادر بیگ (۱۳۰۱ھ/۱۸۸۳ء) سے پڑھیں (۷۶) اور علوم عقلیہ ونقلیہ میں کامل مہارت کے لئے درج ذیل علماء کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔

(۱) مولانا نقی علی خاں بریلوی (۱۲۹۷ھ/۱۸۸۰ء)

(۲) مولانا عبدالعلی رامپوری (۱۳۰۳ھ/۱۸۸۵ء)

(۳) مولانا شاہ ابوالحسین احمد نوری مارہروی (۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء)

امام احمد رضا نے اپنی خداداد ذہانت کے سبب ۱۳ر سال ۱۰ر مہینے ۵ر دن کی قلیل مدت میں کمال حاصل کرلیا اور باضابطہ تکمیل تعلیم کرکے فراغت حاصل کی جس کا تذکرہ موصوف نے خود اس طرح کیا ہے:

"لمنتصف شعبان ۱۲۸۶ھ الف ومأتین وست و ثمانین وانا ذاك ابن ثلثة عشرعاما وعشرة اشهر و خمسة ايام وفى هٰذا التاريخ فرضت على الصلوٰة وتوجهت الىّ الاحكام ـ(۷۷)

اور اسی دن رضاعت کا شاہکار فتویٰ سپرد قلم کیا اور اسی تاریخ کو والد ماجد مولانا نقی علی خاں نے فتویٰ نویسی کا اہم فریضہ عطا کیا۔(۷۸) خود فاضل بریلوی نے اس کا تذکرہ یوں کیا ہے:

''منصب افتاء ملنے کے وقت فقیر کی عمر ۱۳ر برس دس مہینہ چار دن تھی۔"(۷۹)

امام احمد رضا نے اپنی فطری ذکاوت اور ذاتی مطالعہ سے اکثر و بیشتر علوم وفنون حاصل کیے ان علوم کی تعداد ۵۴ر تک پہنچتی ہے۔ یہ تمام تفصیلات امام احمد رضا نے حافظ الحرم شیخ اسمٰعیل

فاضل بریلوی کی سند اجازت ... کا تاریخی نام یہ ہے

"الاجازۃ الرضویۃ لمبجل مکۃ البہیۃ" (۸۰)

۱۳۲۳ھ

فاضل بریلوی نے اس سند میں درج ذیل علوم و فنون کا ذکر کیا ہے

(۱)	علم قرآن	(۲)	اصول حدیث
(۳)	کتب فقہ تمام مذاہب	(۴)	جدل مہذب
(۵)	علم العقائد والکلام	(۶)	علم صرف
(۷)	علم بیان	(۸)	علم منطق
(۹)	علم فلسفہ	(۱۰)	علم ہیئت
(۱۱)	ہندسہ	(۱۲)	علم حدیث
(۱۳)	فقہ حنفی	(۱۴)	اصول فقہ
(۱۵)	علم تفسیر	(۱۶)	علم نحو
(۱۷)	علم معانی	(۱۸)	بدیع
(۱۹)	علم مناظرہ	(۲۰)	علم تکسیر
(۲۱)	علم حساب (۲)		

ان علوم و فنون کے بعد امام احمد رضا قمطراز ہیں:

فهذه احدی و عشرون علماً اخذت جلها بل كلها عن امام العلماء خاتمة المحققين سيدنا الوالد قدس سره الماجد (۸۱)

اکیس علوم و فنون کے بعد پھر دس علوم و فنون کا ذکر فرماتے ہیں:

(۱)	قرأت	(۲)	تجوید

(۳)	تصوف	(۴)	سلوک
(۵)	اخلاق	(۶)	اسماء الرجال
(۷)	سیر	(۸)	تواریخ
(۹)	لغت	(۱۰)	ادب مع جملہ فنون

مذکورہ علوم وفنون کے بعد اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

مـمـا لـم اقرأه اصلاً عـلـى الاسـاتذه لكن قريحتي فيه رائدة لكون ماتعلمت مغنياً عن تعلمه(۸۲)

بعدازاں حسب ذیل علوم وفنون کا ذکر فرمایا:

(۱)	ارثماطیقی	(۲)	جبر ومقابلہ
(۳)	حساب سینی	(۴)	لوغارثمات
(۵)	علم التوقیت	(۶)	مناظرہ ومرایا
(۷)	علم الاکر	(۸)	زیجات
(۹)	مثلث کروی	(۱۰)	مثلث مسطح
(۱۱)	ھیأۃ جدیدۃ	(۱۲)	مربعات
(۱۳)	جفر	(۱۴)	زائرچہ
(۱۵)	نظم عربی	(۱۶)	نظم فارسی
(۱۷)	نظم ھندی	(۱۸)	نثر عربی
(۱۹)	نثر فارسی	(۲۰)	نثر ھندی
(۲۱)	خط نسخ	(۲۲)	خط نستعلیق
(۲۳)	تلاوت مع تجوید	(۲۴)	علم الفرائض

ان علوم وفنون کے بعد فاضل بریلوی رطب اللّسان ہیں:

وحاشاللّٰه ماقلته فخراو تمدحابل تحدثا بنعمة الكريم المنعم ولااقول انى ماهر مجيد فيها اوفى غيرها فما احويها وانماالقصارى ادنى مشاركة نسئال اللّٰه ان يجعلها مباركة وانا اعلم أنى لاقل الطلبة فى كل شئ على غلبة ولكن المولىٰ سبحانه تعالىٰ يرفع من يشاء ۔(۸۳)

امام احمد رضا نے جن علوم وفنون میں یدطولیٰ حاصل کیا ان میں کوئی نہ کوئی یادگار بھی چھوڑی، ایک مقام پر اس کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ولى فى كلها اوجلها تحريرات وتعليقات من زمن طلبى الىٰ هذا الحين ۱۳۲۳ھ/ ۱۹۰۵ء" (۸۴)

امام احمد رضا کی اس حیرت انگیز صلاحیت کے سبب یہ کہنا بجا ہے کہ ان کی صلاحیت وہبی تھی، کسبی نہیں، بلکہ منعم حقیقی کی طرف سے ایک انمول نعمت تھی جسے اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندہ کو عطا کرتا ہے۔

عقد مسنون:

امام احمد رضا کا عقد ۱۲۹۱ھ/ ۱۸۷۴ء) میں حضرت شیخ فضل حسین صاحب کی صاجبزادی، ارشاد بیگم صاحبہ سے ہوا۔(۸۵) اس وقت امام احمد رضا خاں کی عمر ۲۰ رسال تھی۔

مولانا احمد رضا کی شادی، عالم اسلام کے نوجوانوں کے لئے ایک عدیم المثال نمونہ تھی ،جس میں شرعی احکام اور سنت نبی اکرم ﷺ کو پوری طرح مدنظر رکھا گیا تھا۔

پٹنہ کا سفر:

امام احمد رضا ۱۳۱۸ھ/ ۱۹۰۰ء میں پٹنہ تشریف لے گئے اور وہاں مدرسہ حنفیہ اہلسنت کے اجلاس میں تین گھنٹے علم وادب پر ایک جامع ومانع تقریر فرمائی۔(۸۶)

کلکتہ کا سفر:

۱۳۱۹ھ/۱۹۰۲ء میں امام احمد رضا کلکتہ گئے اور اہل کلکتہ کو علوم وفنون کی دولت سے سیراب کیا۔(۸۷)

حجاز کا پہلا سفر:

امام احمد رضا والد ماجد مولانا نقی علی خان کے ہمراہ ۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء) میں زیارت حرمین سے مشرف ہوئے علماء حجاز نے امام کو بڑی قدر ومنزلت کی نگاہوں سے دیکھا اور شیخ احمد زینی دحلان (مفتی شافعیہ)۱۳۰۴ھ/۱۸۸۶ء، عبدالرحمٰن سراج ۱۳۰۱ھ/۱۸۸۳ء (مفتی حنفیہ) اور امام شافعیہ حسین بن صالح جمل اللّیل (۱۳۰۲ھ/۱۸۸۴ء) سے حدیث، فقہ، اصول، تفسیر اور دوسرے علوم وفنون کی سند حاصل کی۔ اس سفر کی مکمل تفصیل متعدد کتب میں دیکھی جاسکتی ہیں۔(۸۸)

دوسرا سفر:

۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء میں دوسری مرتبہ پھر زیارت حرمین سے مشرف ہوئے۔ اس سفر کی تفصیل مولوی عبدالحیٔ (۸۹) نے اپنی شہرۂ آفاق تصنیف ''نزھۃ الخواطر'' میں دی ہے، اس کے علاوہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب (سابق پرنسپل گورنمنٹ ڈگری کالج سکھر)(۹۰) نے اپنی تصنیف ''فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں''(۹۱) اس سفر کا حال بڑے شرح وبسط کے ساتھ کیا ہے۔

سفر آخرت:

امام احمد رضا ان نابغۂ روزگار ہستیوں میں سے تھے جن کے دل میں فرائض الٰہیہ کی

عظمت بدرجۂ اتم تھی، چنانچہ فاضل بریلوی جب شدید علالت میں مبتلا ہوئے اور گھر میں صوم و صلوٰۃ کی پابندی ناممکن سی ہوگئی تو آپ نے اپنے حق میں فتویٰ صادر کیا کہ پہاڑ پر سردی کے باعث روزہ ممکن ہے۔ چنانچہ کوہ بھوالی جاکر صوم وصلوٰۃ میں مشغول ہوئے بریلی شریف واپسی پر وصال سے صرف دو ہفتہ قبل آپ نے سفر آخرت کی درج ذیل آیت کریمہ سے ایسی دلجمعی اور اطمینانِ قلب کے ساتھ خبر دی گویا کوئی دنیا میں کسی سفرِ مبارک پر روانہ ہورہا ہو۔ (۹۲)

ویطاف علیهم بآنیة من فضة واکواب (۹۳)

۱۳۴۰ھ

جب اس شدت علالت کی خبر پھیلی تو (۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) تو کوہ بھوالی پر آپ کے ارادت مند کثیر تعداد میں جمع ہوگئے، اگرچہ مرض کا زبردست عارضہ تھا مگر عشق رسول ﷺ کی چنگاری دل و جان میں بھڑک رہی تھی، رہ رہ کر توصیفِ رسول ﷺ میں اپنے لب کو جنبش دیتے اور مسلمانوں کے لئے حسن خاتمہ کی دعا کرتے۔ بریلی واپسی پر ۲۵ رصفر ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء، جمعۂ مبارک کو وصال سے دو گھنٹہ سترہ منٹ قبل تجہیز وتکفین وغیرہ سے متعلق اہم وصایا قلمبند کرائے اور آخر میں بارہ بجکر انیس منٹ پر خود دست اقدس سے حمد ودرود شریف کے مندرجہ ذیل کلمات تحریر فرمائے:

واللّٰه شهيد وله الحمد

وصلى اللّٰه تعالىٰ وبارك وسلم على شفيع المذنبين وآله الطيبين وصحبه المكرمين و ابنه و حزبه إلىٰ ابد الأبدين، آمين آمين والحمد للّٰه رب العالمين ۔ (۹۴)

اور عین اذانِ جمعہ کے درمیان، ۲ ربجکر ۳۸ رمنٹ پر ''حی علی الفلاح'' کی آواز سنتے ہی روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعہ ۔ (۹۵) وصال کے وقت مولانا حسنین رضا خاں وہاں موجود تھے، آپ ان کے سفر آخرت کا حال اس طرح بیان کرتے ہیں:

"آپ کے غسل میں سادات کرام علماء عظام موجود تھے۔ سید اظہر علی نے لحد کھودی، حسب وصیت صدر الشریعہ مولانا امجد علی نے غسل دیا اور پروفیسر سید سلیمان اشرف بہاری (سابق صدر شعبۂ دینیات، مسلم یونیورسٹی، علیگڑھ) مولانا محمد رضا خاں، سید محمود جان، سید ممتاز علی وغیرہ، پانی دینے میں مصروف تھے"۔(۹۶)

امام احمد رضا کے معتقدین کا جم غفیر تھا، تل دھرنے کی جگہ نہیں تھی، چھوٹا بڑا دھاڑیں مار مار کر رو رہا تھا، ہر شخص آخری دیدار کے لئے بیقرار تھا۔ غسل وکفن کی تکمیل کے بعد آپ کا آخری دیدار کرایا گیا۔ اس وقت عقیدت مندوں کا حال ایسا ہی تھا جیسے شمع کی لو پر پروانوں کا ہوتا ہے۔ عیدگاہ میں جنازہ کی نماز ادا کی گئی اور محلہ سوداگراں (رضا نگر) ہی میں اپنے قائم کردہ مدرسہ دارالعلوم منظر اسلام کے شمالی جانب مدفون ہوئے۔

اولاد امجاد:

امام احمد رضا خاں کے یہاں دو صاحبزادے اور پانچ صاحبزادیاں تولد ہوئیں۔ دونوں صاحبزادگان اپنے عہد کے فقید المثال عالم ہوئے۔

(ا) مولانا حامد رضا خاں:

صاحبزادۂ اکبر مولانا حامد رضا خاں کی ولادت ۱۲۹۲ھ/۱۸۷۵ء کو محلہ سوداگراں بریلی میں ہوئی۔(۹۷)

امام احمد رضا نے اپنے فرزند ارجمند کا نام حسب دستور محمد تجویز کیا اور لقبی نام حامد رضا مقرر کیا گیا، ارباب علم وفن نے آپ کو حجۃ الاسلام جیسے عظیم الشان خطاب سے نوازا۔(۹۸) علوم عقلیہ ونقلیہ کی تمام درسیات والد ماجد ہی سے حاصل کی اور ۱۹ رسال کی عمر میں فارغ التحصیل ہوئے، ۱۳۲۴ھ میں زیارت حرمین سے مشرف ہوئے۔ وہاں شیخ العلماء محمد سعید بابصیل مکی اور

مولانا سید احمد برزنجی کے حلقۂ درس میں شمولیت کی اور علماء ومشائخ نے سندیں عطا کیں۔

حجۃ الاسلام عادات واطوار، اخلاق وگفتار، زھد وتقویٰ میں اپنی مثال آپ تھے، علوم و فنون کے بحر ذخار ہونے کے ساتھ قوتِ گویائی کا عدیم النظیر ملکہ آپ کو حاصل تھا۔ خطابت کے میدان میں اپنے دور کے وہ بہترین شہسوار تھے۔

مولانا حامد رضا کا تقویٰ اور اتباع شریعت میں انہماک کی مثال اس واقعہ سے دی جاسکتی ہے۔

ایک بار کا ذکر ہے کہ آپ کے بدن پر ایک پھوڑا نکل آیا جسکا آپریشن بے حد ضروری تھا، چنانچہ اس سلسلہ میں ڈاکٹروں سے رابطہ قائم کیا گیا۔ ڈاکٹروں نے پھوڑے کے آپریشن کیلئے بیہوشی کا انجکشن لگانا چاہا تو منع فرمادیا اور فرمایا میں انجکشن نہیں لگواؤں گا۔ چنانچہ حالت ہوش میں دو گھنٹے تک آپریشن ہوتا رہا اور آپ گفتگو فرماتے رہے اور درود شریف کے ورد میں منہمک ہوکر درد وکرب کو تبسم میں تبدیل کیا۔ ڈاکٹر آپ کے تقویٰ اور روحانی قوت کو دیکھ کر انگشت بدنداں رہ گئے۔ (۹۹)

مولانا ضیاء الدین پیلی بھیتی (خلیفہ فاضل بریلوی) نے اپنی ایک تصنیف جسے انہوں نے مسئلہ علم غیب میں تحریر فرمایا تھا، آپ سے تقریظ لکھنے کیلئے فرمایا۔ آپ نے قلم برداشتہ عربی میں وسیع تقریظ تحریر فرمادی۔ (۱۰۰) اس طرح والد ماجد کے ارشاد پر رسالہ "کفل الفقیه الفاهم فی احکام قرطاس الدراهم" پر فی البدیہہ تمہید قلمبند فرمادی (۱۰۱)۔ درحقیقت آپ کی یہ تمام خوبیاں اور صلاحیتیں امام احمد رضا کی تعلیم وتربیت کا نتیجہ تھیں۔

حجۃ الاسلام جہاں عربی ادب پر فوقیت رکھتے تھے، تو اسی کے ساتھ تاریخ گوئی میں بھی عدیم النظیر تھے۔ مسجد جنکشن (بریلی) جب مکمل ہوئی تو احباب نے تاریخ کیلئے فرمائش کی آپ نے برجستہ عربی میں چند قطعے تحریر فرمادیئے جس کا آخری مصرع حسب ذیل ہے۔

قلت سبحان ربی الاعلیٰ

(۱۳۷۴)

مسجد اسّس علی التقوی

(۸۵۴)

مجموعہ: (۱۳۲۸ھ) (۱۰۲)

اسی طرح والد ماجد اوران کے دوست مولانا عبدالکریم درس کی رحلت پر متعدد تاریخیں رقم فرمائیں۔(۱۰۳)

امام احمد رضا نے آپ کو منظر اسلام کا مدرس مقرر کیا۔آپ نے اس درسگاہ سے سیکڑوں فرزندان اسلام کو علوم وفنون کی دولت سے مالا مال کیا۔ ۱۷ر جمادی الاولیٰ ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء کو نماز کے دوران حالتِ تشہد میں عالم فانی سے رخصت ہوکر جوار رحمت الٰہی میں جا بسے۔(۱۰۴) نمازِ جنازہ محدثِ اعظم مولانا سردار احمد علیہ الرحمۃ نے پڑھائی اور احاطۂ رضا میں مدفون ہوئے۔

تصانیف:

(۱) مجموعہ فتاویٰ

(۲) الصارم الربانی علی اسراف القادیانی

(۳) ترجمہ الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبتۃ

(۴) ترجمہ حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین

(۵) نعتیہ دیوان

(۶) حاشیہ ملا جلال

(۷) سد الفرار

(۸) مقدمۃ الاجازات المتینہ لعلماء بکۃ والمدینہ(۱۰۵)

مولانا مفتی مصطفیٰ رضا خاں:

ال رحمٰن مصطفیٰ رضا بن امام احمد رضا خان محلہ سوداگراں (بریلی) میں ۲۲ رذی الحجہ ۱۳۰۹ھ/۱۸۹۲ء میں پیدا ہوئے (۱۰۶) اصل نام محمد ہے، جبکہ عرفیت مصطفیٰ رضا خان قرار پائی۔ شاہ ابوالحسین نوری مارہروی علیہ الرحمۃ نے آپ کا اسم شریف ال رحمٰن ابو البرکات محی الدین جیلانی رکھا۔ تین برس کی عمر میں رسم بسم اللہ شریف ہوئی۔ ابتدائی تعلیم والد ماجد سے حاصل کی اور علوم عقلیہ ونقلیہ کی تکمیل کیلئے والد ماجد نے جامعہ رضویہ منظر اسلام میں داخل فرمایا جہاں انہیں شاہ رحم الٰہی منگلوری اور برادر اکبر مولانا حامد رضا خاں جیسی شخصیتوں کی سرپرستی حاصل ہوئی (۱۰۷) اور والد ماجد سے علوم عقلیہ ونقلیہ کی تکمیل کے بعد آپ دارالعلوم منظر اسلام میں مسندِ تدریس پر فائز ہوئے اور آپ نے سرچشمۂ علم وحکمت سے ہزاروں تشنگانِ علوم وفنون کو سیراب کیا۔ علومِ قدیمہ وجدیدہ پر دسترس کے اعتبار سے آپ اپنے والدِ ماجد کا پرتو تھے۔

مولانا مصطفیٰ رضا کو فتویٰ نویسی سے بہت دلچسپی تھی۔ سب سے پہلے آپ نے نوعمری میں رضاعت کا فتویٰ قلمبند کیا جس سے امام احمد رضا کے خلیفہ مولانا ظفر الدین بہاری علیہ الرحمۃ بہت متاثر ہوئے۔ آپ کے ساتھ ہی والد ماجد نے ''صح الجواب بعونِ الملک الوہاب'' لکھوا کر اس فتوے کی تصدیق فرمائی اور ان کے مکمل نام ''ابوالبرکات محی الدین جیلانی الِ رحمٰن محمد عرف مصطفےٰ رضا'' کی مہر بنوا کر عطا فرمائی۔ (۱۰۸)

درحقیقت مولانا مصطفیٰ رضا خاں اس خانوادہ کے نیر تاباں تھے جو عشق رسول ﷺ میں ممتاز ومنفرد تھے، آپ خلوص وللّٰہیت، زہد وتقویٰ، فقر وغناء، جود وسخا، حلم بردباری، احسان وایثار، طہارت وپاکیزگی، ضبط وتحمل، صبر ورضا اور ایمان وایقان کے فقید

المثال پیکر تھے اور تصلب فی الدین میں ان کی حیثیت نمایاں تھی۔ فتویٰ وتقویٰ میں ان کے دور میں وہ اپنی مثال آپ تھے۔ اس لئے جید علماء پاک وہند نے آپ کو مفتی اعظم کے خطاب سے نوازا۔ ۱۳۹۰ھ میں آپ بغیر فوٹو کے حج بیت اللہ اور زیارتِ رسول مقبول ﷺ سے مشرف ہوئے اور ۱۴/محرم الحرام ۱۴۰۲ھ/۱۲/نومبر ۱۹۸۱ء کو انتقال ہوا۔ (۱۰۹)

آپ کے جنازہ میں برصغیر کے عقیدتمندوں کا زبردست ہجوم تھا۔ اخباری نامہ نگاروں کے مطابق حاضرین کی تعداد ۲۰/لاکھ پر مشتمل تھی۔ یہ سب دفعتاً ہوا تھا۔ روح قفسِ عنصری سے پرواز ہوتے ہی اس کی اطلاع جنگل کی آگ کی طرح ملک و بیرون ملک میں پھیل گئی اور صبح ہوتے ہی پورا شہر عقیدتمندوں کے ہجوم میں ڈوب گیا، راقم الحروف نے وہ منظر خود نگاہوں سے دیکھا ہے اور اسی اژدحام میں جنازہ کی نماز ادا کی ہے۔

- مولانا سید محمد مختار اشرف صاحب (سجادہ نشین خانقاہ اشرفیہ، کچھوچھہ، فیض آباد) نے نماز جنازہ پڑھائی پھر اسلامیہ انٹر کالج (بریلی) کے وسیع وعریض میدان سے آپ کو محلہ سوداگران (رضانگر) پہنچایا گیا۔ مدرسہ منظر اسلام ومظہر اسلام کے طلباء، اساتذہ، علماء اور مشائخ نے آپ کو فاضل بریلوی کے قرب میں دفن کیا۔ آخری منظر کی جملہ تفصیلات ان کی شخصیت پر نکالے گئے۔ مختلف اخبار وجرائد کے خصوصی نمبروں کے علاوہ ''مفتی اعظم ہند اور ان کے خلفاء'' مصنفہ شہاب الدین رضوی، مطبوعہ رضا اکیڈیمی، ممبئی اور ''تذکرۂ مشائخِ قادریہ رضویہ'' مصنفہ مولانا عبدالمجتبیٰ رضوی مطبوعہ اکیڈمی مشائخِ قادریہ رضویہ بنارس میں دیکھی جاسکتی ہیں۔ (۱۱۰)

مفتی اعظم ہند قلم کے شہسوار تھے۔ زبان اکثر خاموش رہتی۔ بلا وجہ بولنے سے دریغ کرتے۔ کم گوئی ان کی عادت ثانیہ بن چکی تھی۔ شاید یہی وجہ ہے کہ خطابت کی دنیا سے ہٹ کر آپ نے لوح وقلم کی پرورش کی اور افکار وخیالات کے جواہر پارے زینتِ قرطاس

بنائے۔ ان کی تمام تر تصانیف کا احاطہ تو نہیں ہو سکا البتہ درج ذیل کتابیں ان کی شاہکار تصانیف میں شمار کی جا سکتی ہیں:

(۱) الموت الاحمر علی کل النجس اکفر ۱۳۳۷ھ / ۱۹۱۸ء
(۲) النکته علی مراۃ کلکة ۱۳۳۲ھ / ۱۹۱۳ء
(۳) الکادی فی العادی و الغادی ۱۳۳۰ھ / ۱۹۱۱ء
(۴) ادخال السنان .... الی الحنك الحلقی بسط البنان ۱۳۳۲ھ / ۱۹۱۳ء
(۵) القثم القاصم ۱۳۳۰ھ / ۱۹۱۱ء
(۶) اشد الناس علی عابد الخنّاس ۱۳۲۸ھ / ۱۹۱۰ء
(۷) القول العجیب فی جواز التثویب ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۰ء
(۸) القسورة علی ادوار الحمر الکفرة ۱۳۴۳ھ / ۱۹۲۴ء
(۹) الملفوظ (حصه اول۔ دوم۔ سوم۔ چهارم) ۱۳۳۸ھ / ۱۹۱۹ء
(۱۰) الطاری الداری لهفوات عبد الباری (اول۔ دوم۔ سوم) ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۰ء
(۱۱) الرمع الدیانی علی راس الوسواس الشیطانی ۱۳۳۱ھ / ۱۹۱۲ء
(۱۲) حجتہ داہرہ بوجوب الحجتہ الحاضرہ ۱۳۴۲ھ / ۱۹۲۳ھ
(۱۳) تنویر الحجة بالتواء الحجة
(۱۴) الحجة الباهره بوجوب الحجة البارة
(۱۵) داڑھی کا مسئلہ
(۱۶) سامان بخشش، نعتیہ کلام ۱۳۵۴ھ/ ۱۹۳۵ء
(۱۷) سیف الجبار

(۱۸) شفاء العی فی جواب سوال بمبئی

(۱۹) طرق الهدی والارشاد الی احکام الامارة و الجهاد ۱۳۴۱ھ/۱۹۲۲ء

(۲۰) فتاویٰ مصطفویہ (تین جلدیں)

(۲۱) کشف ضلال دیوبند (حواشی وتکمیلات الاستمداد)

(۲۲) مقتل اکذب واجهل ۱۳۳۲ھ ۱۹۱۳ء

(۲۳) نور الفرقان بین جند الله و احزاب الشیطان ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۱ء

(۲۴) وقاية اهل السنه عن مکر دیو بند و الفتنه ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۳ء

(۲۵) وقعات السنان-فی حلقه مسماة بسط البنان ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۱ء

(۲۶) الٰهی ضرب به اهل الحرب ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۳ء

(۲۷) نهاية السنان ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۳ء

(۲۸) صليم الديان لتقطيع حبالة الشيطان ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۳ء

(۲۹) سيف القهار علی العبد الكفار ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۳ء

(۳۰) نفی العار من معائب المولوی عبد الغفار ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۳

(۳۱) وھابیہ کی تقیہ بازی

(۳۲) مسائل سماع

(۳۳) نور العرفان

(۳۴) هشتاد بید و بند بر مکال دیوبند

(۳۵) طرد الشیطان

(۳۶) سلک مراد آباد پر معترضانہ ریمارک

(۳۷) سل الحسام الهندی لنصرة سیدنا خالد النقشبندی

(۳۸) کانگریسوں کارد

(۳۹) حاشیہ فتاویٰ رضویہ جلد اول

(۴۰) ترتیب فتاویٰ رضویہ جلد دوم

(۴۱) حاشیہ فتاویٰ رضویہ جلد سوم

(۴۲) حاشیہ فتاویٰ رضویہ جلد چہارم

(۴۳) حاشیہ تفسیر احمدی (قلمی)

(۴۴) حاشیہ فتاویٰ عزیزیہ (قلمی)(۱۱۱)

(۴۵) مقتل کذب وکید ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۳ء

اساتذہ:

امام احمد رضا کے اساتذہ کی فہرست بہت مختصر ہے۔آپ کے اساتذہ میں والد ماجد مولانا نقی علی خان (۱۲۹۷ھ/۱۸۸۰ء) کی عبقری شخصیت سرفہرست ہے۔عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ جس کے اساتذہ کی فہرست طویل ہوتی ہے وہ اتنا ہی نابغۂ روزگار ہوتا ہے اسی وجہ سے بعض ارباب علم ودانش اساتذہ کی طویل فہرست پیش کرتے ہیں،مگر یہ دلیل شاگرد کے تبحر علمی وفنی کیلئے درست نہیں ہے بلکہ استاد کی محققانہ صلاحیت وعارفانہ بصیرت اور شاگرد کی انتھک جدوجہد پر اس کا اظہار ہوتا ہے۔

امام احمد رضا کی نادرالوجود شخصیت ان صفات عالیہ کی سنگم تھی۔آپ کے اساتذہ میں مولانا غلام قادر بیگ بریلوی ،مولانا عبدالعلی رامپوری اور ابوالحسین نوری تھے۔

مولانا عبدالعلی رامپوری سے صرف شرح چغمنی کے چند اسباق پڑھے اور ۲۱ر علوم وفنون کی تحصیل مولانا نقی علی خاں سے کی۔(۱۱۲)مزید برآں باختلاف روایات ۵۵ر

سے زائد علوم وفنون کی تحصیل طبع سلیم کی بناء پر کی اور ان علوم وفنون میں چھوٹی بڑی ہزار سے زائد کتب ورسائل اور حواشی تحریر فرمائے۔(۱۱۳)

مرزا غلام قادر بیگ:

آپ کا اسم گرامی غلام قادر، خطاب مرزا بیگ (عطا شدہ از شاہانِ مغلیہ) تھا، آپ کی ولادت ۲۵؍ جولائی ۱۸۲۷ء یکم محرم ۱۲۴۳ھ کو محلہ جھوائی ٹولہ (لکھنؤ) میں ہوئی (۱۱۴)، چند ماہ قیام کے بعد والد ماجد نے لکھنؤ کو خیر باد کہہ کر جامع مسجد (بریلی) کے شرق میں قلعہ سے متصل ایک مکان میں مستقل سکونت اختیار کی اور تکمیل معاصر علماء کرام سے کی اور درس وتدریس میں مصروف ہوئے، آپ بریلی کے سیکڑوں تشنگان علوم وفنون کو قلعہ سے متصل جامع مسجد بریلی میں سیراب کیا کرتے تھے، مگر امام احمد رضا خاں کو صغرسنی اور قدیم تعلقات کی بناء پر مکان ہی پر درس دیتے تھے۔ میزان منشعب ودیگر کتب متداولہ کی تعلیم آپ نے فاضل بریلوی کو مرحمت فرمائی۔ جب امام احمد رضا فارغ التحصیل ہوئے تو مرزا صاحب نے ھدایہ کا درس موصوف سے لیا، یعنی استاد شاگرد اور شاگرد استاد بن گئے۔

مرزا غلام قادر بیگ کے دو فرزند اور چند لڑکیاں تھیں۔ فرزند اکبر مولانا غلام حکیم عبدالعزیز بیگ، ایام شباب میں کلکتہ جا کر سکونت پذیر ہو گئے اور فرزند ثانی بریلی میں اپنے والد ہی کے پاس رہے۔

مولانا عبدالقادر بیگ آخرِ عمر میں کلکتہ گئے اور چند ماہ قیام کے بعد پھر بریلی آئے۔ کلکتہ سے موصوف فاضل بریلی سے مراسلت بھی کرتے تھے۔ یہ مراسلت علمی وتحقیقی نوعیت کی ہے۔ ایک مرتبہ موصوف نے امام احمد رضا سے عظمت رسالت سے متعلق کچھ دریافت کیا تو آپ نے اس کے جواب میں ''تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین تحریر فرمائی

(۱۱۵) یکم محرم الحرام ۱۳۳۶ھ/ ۱۸/اکتوبر ۱۹۱۷ء کو طویل عمر پا کر اس جہان فانی سے رخصت ہوئے اور حسین باغ (باقر گنج) میں دفن کیے گئے۔(۱۱۶)

مولانا عبدالعلی رامپوری:

مولانا عبدالعلی کی شخصیت بوقلموں صفات کی حامل ہے۔آپ کی ولادت رامپور (شہر) میں ہوئی اور وہیں تربیت پائی، ابتدائی تعلیم مولوی حیدر علی ٹونکی اور مولانا شرف الدین رامپوری (۱۲۲۸ھ) سے حاصل کی اور علوم عقلیہ ونقلیہ کا درس شاہ اسحٰق دہلوی اور حکیم صادق علی دہلوی سے لیا اور بحر العلوم علامہ فضل حق خیر آبادی سے حاشیہ قدیمہ اور جدیدہ پڑھ کر معقولات میں کمال پیدا کیا۔صاحب نزہۃ الخواطر آپ کے تبحر علمی کا ذکر اس طرح کرتے ہیں:

"احد الافاضل المشہورین فی المنطق والحکمۃ وسائر الفنون الریاضیۃ"(۱۱۷)

مدرسہ عالیہ رامپور میں مدرس اول تھے۔باذوق طلباء کی جماعتوں کو آپ تعلیم دیتے تھے، سیکڑوں تشنگان علم نے آپ کے علمی پنگھٹ سے سیرابی حاصل ہے۔تقریباً ۱۲۹۱ھ میں فاضل بریلوی رامپور حاضر ہوئے اور ان سے شرح چغمنی کے چند اسباق کا درس لیا۔(۱۱۸) ۱۲۹۷ھ/۱۸۸۰ء) میں انتقال ہوا۔(۱۱۹)

شاہ ابوالحسین نوری:

ابوالحسین احمد نوری ابن شاہ ظہور حسن ابن سید شاہ ال رسول مارہروی علیہم الرحمۃ ۱۹/شوال ۱۸۳۹ء کو مارہرہ (یوپی) میں پیدا ہوئے۔(۱۲۰) شاہ ال رسول علیہ الرحمۃ کو آپ سے والہانہ محبت تھی۔خانقاہِ برکاتیہ کے سجادگان سے کسب فیض کر کے علوم وفنون

میں ید طولیٰ حاصل کیا۔ آپ بیک وقت بیشتر علوم وفنون میں مہارت رکھتے اور ساتھ ہی راہ طریقت کے شیخ المشائخ بھی تھے۔ آپ کے عقید تمندوں کا سلسلہ بہت وسیع تھا اور آج بھی اس خاندان کا چراغ درخشندہ وتابندہ ہے۔ صاحب نزھۃ الخواطر نے علمی وفنی جلالتِ قدر اور مومنانہ فراست کا ذکر اس طرح کیا ہے:

"کان شیخاً صالحاً غراً کریماً ضخماً ربع القامة حسن المحاضرة" (۱۲۱)

امام احمد رضا نے علم جفر، علم تکسیر، اور علم تصوف کی تعلیم انہیں سے حاصل کی۔ فاضل بریلوی خود فرماتے ہیں:

"۱۲۹۶ھ میں حضرت سید آل رسول مارہروی علیہ الرحمۃ کا وصال ہوا تو قبل وصال مجھے سیدنا شاہ ابوالحسین نوری، اپنے ابن الابن ولی عہد وسجادہ نشین، کے سپرد کیا۔ حضرت نوری میاں صاحب سے بعض علوم طریقت علمِ تکسیر وعلمِ جفر وغیرہ میں نے حاصل کئے"۔ (۱۲۲)

اس کے علاوہ ہندوستان کے مشہور خانوادۂ علم کے مشہور عالم دین مولانا عبدالحیٔ لکھنوی نے ان سے کسب فیض کیا ہے۔ اس کا اعتراف انہوں نے خود کیا ہے، لکھتے ہیں:

"اخذت عنه المسلسل بالاولية" (۱۲۳)

مولانا ابوالحسن نوری نے مذکورہ علوم وفنون میں بیشتر تصانیف یادگار چھوڑی ہیں۔ ذیل میں اس تصنیف کو بیان کیا گیا ہے جس کا ذکر مولانا عبدالحیٔ نے اپنی کتاب میں پیش کیا ہے،

(۱) النور والبهاء فی اسانید الحدیث وسلاسل الاولیاء

مشائخِ طریقت:

امام احمد رضا کے اساتذہ کے بعد ان شیوخ مجیزین کا ذکر کیا جا رہا ہے، جنہوں نے فاضل بریلوی کو حدیث، فقہ، اصول فقہ، تفسیر اور دیگر علوم وفنون کی اسناد عطا کیں۔

امام احمد رضا دو مرتبہ حرمین طیبین تشریف لے گئے جس کی مکمل فہرست اسناد کی بحث میں دیکھی جا سکتی ہے، (۱۲۴) سر دست اس کا اجمالی ذکر پیش کیا جا رہا ہے۔

ایک دن فاضل بریلوی نے نماز مغرب مقام ابراہیم علیہ السلام میں ادا فرمائی۔ نماز کے بعد امام شافعیہ شیخ حسین بن صالح (۱۳۰۲ھ/۱۸۸۴ء) بغیر کسی سابقہ تعارف کے ان کا ہاتھ پکڑ کر ان کو اپنے گھر لے گئے اور صحاح ستہ کی سند اور سلسلۂ قادریہ کی اجازت اپنے دستخط خاص سے عطا فرمائی۔ (۱۲۵) اس کے علاوہ حجاز میں جن مشائخ عظام نے فاضل بریلوی کو سندیں عطا کیں ان میں شیخ احمد بن زینی دحلان (۱۳۰۴ھ/۱۸۸۴ء) (مفتی شافعیہ) اور عبدالرحمٰن سراج مکی (۱۳۰۱ھ/۱۸۸۳ء) (مفتی حنفیہ) شامل ہیں۔ (۱۲۶) ان مشائخ کے علاوہ امام احمد رضا کو شاہ ال رسول مارہروی ۱۲۹۷ھ/ ۱۸۷۹ء سے بھی سند حدیث وسلسلہ عالیہ قادریہ کی اجازت حاصل تھی۔ (۱۲۷) رحمہ اللہ رحمۃ واسعہ

شیخ احمد بن زینی دحلان علیہ الرحمۃ:

آپ بلا شبہ ایک نابغۂ روزگار بزرگ شخصیت تھے، جن کی علمی فقہی بصیرت مسلمہ ہے۔ ان کے کثیر کارنامے قوم وملت کے لئے سرمایہ افتخار ہیں۔ آپ کی ساری حیات اتباع سنت اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں بسر ہوئی۔

شیخ احمد بن زینی دحلان کی ولادت حرمین طیبین میں ۱۲۳۲ھ/ ۱۸۱۶ء کو ہوئی۔ (۱۲۸) علمی ماحول میں نشو ونما ہونے کے سبب عہد طفلی ہی سے علم وادب میں گہرا شغف

رکھتے تھے۔ اہل علم کے حلقہ درس میں شامل ہو کر علوم عقلیہ و نقلیہ میں دسترس حاصل کی اور آسمان علم وفن پر نیر تاباں بن کر چمکے۔ مذہب شافعی کے افتاء جیسے اہم منصب کو آپ نے سنبھالا۔ علماء عرب کی نظر میں آپ کی قدر و قیمت بیحد تھی۔ عرب و عجم کے علماء نے آپ سے استفتاء کیا ہے، جن کی ایک طویل فہرست ہے۔ ہندوستان کی دو مشہور شخصیتیں جنہیں آپ کی خرمن علم سے وافر حصہ ملا ہے، ان میں ایک مولانا عبدالحیٔ فرنگی محلی اور دوسرے امام احمد رضا خاں ہیں۔ اپنے اس اکتساب علم کا اعتراف امام احمد رضا نے ان الفاظ میں کیا ہے:

''میں نے مکہ میں شیخ احمد بن زینی دحلان مکی سے ۱۲۹۶ھ میں تعلیم حاصل کی'' (۱۲۹)

شیخ نے مولانا احمد رضا کو سند حدیث وفقہ، اصول فقہ وتفسیر اور دیگر علوم وفنون عطا کیے۔ (۱۳۰) ۱۳۰۴ھ/۱۸۸۰ء میں آپ نے وفات پائی۔ آپ نے متعدد علوم وفنون پر طبع آزمائی کی ہے۔ ان کی جتنی کاوشوں تک رسائی ہو سکی ہے وہ حسب ذیل ہیں:

(۱) الجداول المرضيه فی تاريخ الدول الاسلامية

(۲) خلاصة الكلام فی امراء البلد الحرام

(۳) الفتح المبين فی فضائل الخلفاء الراشدين واهل البيت الطاهرين

(٤) الفتوحات الاسلامية

(٥) الدار السنيه

(٦) السيرة النبوية

(٧) تنبيه الغافلين

(٨) رساله فی الرد علی الوهابية (۱۳۱)

شاہ آل رسول مارہروی علیہ الرحمۃ:

شاہ آل رسول رحمۃ اللہ علیہ تیرھویں صدی کے جلیل القدر بزرگ تھے۔ ۱۲۰۹ھ

میں ولادت ہوئی اور عم محترم (اچھے میاں) اور شاہ ال برکات (ستھرے میاں) کی صحبت میں پرورش پائی اور ابتدائی کتابیں مولانا عین الحق شاہ عبدالمجید بدایونی اور مولانا سلامۃ اللہ کشفی بدایونی سے پڑھیں اور تکمیل ملا نور صاحب اور مولانا عبدالواسع سے کی۔ ۱۳۲۶ھ میں علوم عقلیہ ونقلیہ کی تحصیل کے بعد فراغت پائی۔ (۱۳۲) والد ماجد کے حکم کے بموجب مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کے درس میں شریک ہوئے۔ شاہ صاحب نے صحاح ستہ کے دورہ کے بعد سلاسلِ حدیث وطریقت کی سند مرحمت کی۔ ۱۲۹۴ھ/ ۱۸۷۷ء میں احمد رضا خاں اپنے والد ماجد مولانا نقی علی خاں کے ہمراہ شاہ ال رسول کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور سلسلۂ قادریہ میں بیعت ہوکر اجازت وخلافت اور سندِ حدیث سے مستفید ہوئے اور پیرو مرشد کی فرمائش پر شجرۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ بہ صیغۂ درود شریف قلم برداشتہ عربی میں تحریر فرمایا جو فصاحت وبلاغت کا شاہکار ہے۔ (۱۳۳)

حسین بن صالح جمل اللّیل علیہ الرحمۃ: (۱۳۰۲ھ/۱۸۸۴ء)

حسین بن صالح علیہ الرحمۃ چودھویں صدی ہجری کے جلیل القدر عالم عدیم النظیر فقیہ، فقید المثال محدث، ولی کامل اور عدیم المثال شاعر تھے۔ آپ کی بے مثال شخصیت نے اپنے عہد کو متاثر کیا۔

موصوف کے حالات جدوجہد کے بعد بھی کسی کتاب میں نہیں مل سکے، البتہ آپ کا اجمالی ذکر رحمٰن علی نے تذکرہ علماء ہند اور مولانا احمد رضا خاں نے **النیرۃ الوضیہ فی شرح جوھرۃ المضیہ** (۱۲۹۵ھ) میں کیا ہے۔

موصوف نے امام احمد رضا کو صحاح ستہ اور سلسلۂ قادریہ کی اجازت اپنے دستخط خاص سے مرحمت فرمائی، جبکہ مولانا احمد رضا خاں پہلی مرتبہ ۱۲۹۵ھ-۱۸۷۸ء میں اپنے

والد مکرم کے ساتھ مکہ مکرمہ تشریف لے گئے۔

شیخ کی امام احمد رضا سے اس وقت ملاقات ہوئی جبکہ موصوف مقام ابراھیم علیہ السلام پر نمازِ مغرب ادا فرما رہے تھے۔ شیخ فاضل بریلوی کو دیکھ کر متحیر رہ گئے اور بعد نماز امام شافعیہ بغیر کسی تعارف کے امام احمد رضا کا ہاتھ پکڑ کر گھر لے گئے اور آپ کی پیشانی مبارک کو تا دیر پکڑے رہے اور فرمایا ''انی لاجد نور الله من هذا الجبين '' اس کے بعد سندات واجازات کی دولت سے سرفراز کیا اور ارشاد فرمایا:

''تمہارا نام ضیاء الدین احمد ہے'' (۱۳۴)

اس کے بعد موصوف نے اپنی گرانقدر تصنیف "الجوهرة المضيئته" کے چند اوراق سنائے۔ یہ کتاب مناسک حج میں شافعی مذہب کے مطابق تھی۔ موصوف نے اس کے ترجمہ اور توضیح کیلئے کہا۔ امام احمد رضا نے بغیر کسی کتاب کی مدد کے دو دن میں اس کی شرح فرمائی اور اس کا تاریخی نام

''النيرة الوضية فى شرح الجوهرة المضئية'' رکھا۔ (۱۳۵)

پھر اس پر بعض تعلیقات وحواشی کا اضافہ فرمایا اور اس کا نام:

''الطرة الرضية على النيرة الوضيه'' رکھا۔ (۱۳۶)

عبد الرحمٰن سراج مکی علیہ الرحمۃ: (۱۳۰۱ھ/۱۸۸۳)

عبد الرحمٰن بن عبد اللہ بن سراج حنفی مکی علیہ الرحمۃ کی ولادتِ باسعادت مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ آپ کو نام سے کم اور لقب سے زیادہ شہرت حاصل ہوئی۔ علم فقہ اور اصول فقہ وغیرہ میں وحیدِ عصر تھے۔

شیخ عبد الرحمٰن نے مولانا احمد رضا کو مکہ مکرمہ میں حدیث، تفسیر اور اصول فقہ کی

سندیں عطا کیں، جبکہ فاضل بریلوی پہلی بار اپنے والد ماجد مولانا نقی علی خاں کے ہمراہ حرمین شریفین اور حجِ بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے تھے۔

مولانا سراج جہاں زبردست محدّث وفقیہ تھے تو اسی کے ساتھ ساتھ آپ کثیر التصانیف بھی تھے۔ جن کتابوں کا علم ہو سکا ان میں سے چند یہ ہیں:

(۱) ضوء السراج علی جواب المحتاج

(۲) مجموعة الفقه (۱۳۷)

[نوٹ: اوپر مذکور تمام احمد رضا قدس سرہٗ کے تینوں عرب اساتذۂ کرام علامہ شیخ احمد بن زینی دحلان، علامہ حسین بن صالح جمل اللیل اور علامہ عبدالرحمٰن سراج مکی رحمہما اللہ کے حالات ماہنامہ "معارفِ رضا" میں قسط وار شائع ہوئے ہیں۔ مضمون نگار جناب بہاؤالدین شاہ، چکوال، پاکستان ہیں۔ ملاحظہ ہو ماہنامہ معارف رضا اپریل ۲۰۰۰ء تا جون ۲۰۰۱ء۔ اس کے علاوہ امام احمد رضا کے تقریباً تمام عرب اساتذہ و عرب خلفاء وتلامذہ ومقرظین الدولة المکیه بالمادة الغیبیه، فتاویٰ الحرمین برجف ندوة المین" اور حسام الحرمین وغیرہ کا ذکر اور سوانحی خاکہ نظم الدرر فی اختصار نشر النور والزهر (مخطوط) مرتبہ شیخ عبداللہ غازی الہندی میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ یہ کتاب شیخ الخطباء، جسٹس مکہ مکرمہ، حضرت شیخ عبداللہ مرداد شہید علیہ الرحمۃ (م ۱۳۶۵ھ/۱۹۴۶ء) کی تصنیف نشر النور (مخطوط) کا خلاصہ ہے۔ نظم الدرر کا مخطوط بخطِ مرتب جدہ یونیورسٹی کی مرکزی لائبریری میں واقع ذخیرۂ کتب شیخ محمد نصیف میں موجود ہے۔ نیز مکتبۂ حرمِ مکی میں اس کا ایک اور مخطوط اور اس کی فوٹو کاپی زیر نمبر ۱۴۲۳، ۳۵۷۳ موجود ہیں۔ (وجاہت، بحوالہ علماء مکہ کے حالات پر عربی کتب، ۱۳۰۰ھ۔ ۱۴۲۲ھ، تالیف: عبدالحق انصاری، ناشر بہاؤالدین زکریا لائبریری، ضلع چکوال، پاکستان، ص: ۱۰ تا ۲۱)]

اسناد:

امام احمد رضا کو عرب وعجم کے بیشتر علماء سے سند حاصل تھی، مگر سلسلۂ طریقت میں خاندان مارہرہ مطہرہ کے ہر نفوس سے ان کو والہانہ عقیدت تھی۔ ان کی عقیدت کا مرکز خاندان مارہرہ تھا۔ یہی وہ چوکھٹ تھی جہاں شاہانِ وقت نے جبین سائی کی ہے۔ موصوف

نے بھی اس در کی جبیں سائی کی اور اپنے والد مکرم کے ہمراہ مارہرہ مطہرہ جا کر شاہ آل رسول مارہروی قدس سرہٗ کے دستِ حق پرست پر مرید ہو گئے۔ انہوں نے شریعت وطریقت میں آپ کی کامل رہنمائی کی، سند حدیث بھی دی اور اجازت وخلافت سے بھی نوازا، جس کا ذکر فاضل بریلوی نے اپنی کتاب ''الاجازات الرضویه لمبجل مكة البهية'' میں اس طرح کیا ہے:

(۱) قادریہ برکاتیہ (۲) قادریہ آبائیہ قدیمہ
(۳) قادریہ اھدلیہ (۴) قادریہ رزاقیہ
(۵) قادریہ منوریہ (۶) قادریہ چشتیہ نظامیہ محققیہ
(۷) چشتیہ محبوبیہ جدیدیہ (۸) سہروردیہ واحدیہ
(۹) سہروردیہ فضلیہ (۱۰) نقشبندیہ علائیہ صدیقیہ
(۱۱) نقشبندیہ علائیہ علویہ (۱۲) سلسلہ بدیعیہ
(۱۳) علویہ منامیہ (۱۳۸)

ان اجازات کے علاوہ درج ذیل چیزوں میں بھی سندات حاصل ہوئیں اس کی تفصیل بھی امام احمد رضا نے اسی سند میں تحریر کی ہے:

(۱) مصافحہ خضریہ (۲) مصافحہ جنیہ
(۳) مصافحہ معمریہ (۴) مصافحہ المنامیہ (۱۳۹)

ان سندات کے علاوہ اذکار واشغال واعمال میں بھی آپ کو اجازتیں حاصل تھیں۔ فاضل بریلوی نے اس کا ذکر اس طرح کیا ہے:

''خواص القرآن العظيم والاسماء الٰهية و دلائل الخيرات و الحصن الحصين والقصر المتين والاسماء الاربعينيه وحزب البحر

و حزب البر و حزب النصر و سائر احذاب الحضرة، الشاذلية وحرز الاميرين والحرز اليمانى والدعا المغنى، والدعاء الحيدرى، والدعاء العذرائيلى، والدعاء السريانى و القصيدة الخمرية الملقبة بالغوثية والصلوٰة الغوثية المدعوة بصلوٰة الاسرار (۱۴۰)

اسی سفرِ حجاز کے سرخیل علماء وفضلاء مثلاً مفتی شافعیہ شیخ سید احمد بن زینی دحلان مکی (۱۲۹۹ھ/۱۸۸۱ء) اور مفتی حنفیہ شیخ عبدالرحمٰن سراج مکی (۱۳۰۱ھ/۱۸۸۳ء) وغیرھا سے حدیث، تفسیر، فقہ اور اصولِ فقہ میں سندیں حاصل کیں (۱۴۱) اور اسی سفر میں حرم کے جلیل القدر عالم شیخ حسین بن صالح نے اپنے دستِ خاص سے سند مرحمت فرمائی۔ (۱۴۲) ذیل میں ان سندات کی نقول کتاب کے آخری صفحات پر پیش کی جارہی ہیں جو امام احمد رضا کو حدیث وفقہ میں عطا کی گئیں۔

تلامذہ:

امام احمد رضا کتب درسیہ کی فراغت کے بعد تصنیفات وتالیفات اور فتویٰ نویسی میں مشغول ہوئے۔ جب ملک و بیرونِ ملک میں آپ کی شہرت ہوئی تو سیکڑوں طلباء استفادہ کیلئے حاضر ہوئے۔ اس وقت ھند کے مدارس میں مدرسہ عالیہ رامپور، دیوبند اور سہارنپور بہت مشہور تھے مگران مدارس کو چھوڑ کر طلباء بریلی حاضر ہوتے اور امام احمد رضا کے درس میں شریک ہوکر حدیث وفقہ میں کمال حاصل کرتے۔ ایک مرتبہ امام احمد رضا کے شاگردوں نے ان لوگوں سے کہا کہ دیوبند اور سہارنپور تو علم وادب کے مرکز ہیں، مگر آپ یہاں کس طرح پہنچے، توان لوگوں نے کہا:

"ٹھیک ہے کہ وہاں مولانا کی مدح وثنا نہیں ہوتی، مگر ایک بات کہنے پر وہ بھی مجبور ہوتے

تھے، جب کوئی تذکرہ نکلتا تو اخیر میں ٹیپ کا بند یہ ضرور ہوتا تھا کہ قلم کا بادشاہ ہے، جس مسئلہ پر قلم اٹھا دیا پھر نہ کسی موافق کو اضافہ کی ضرورت رہتی ہے اور نہ مخالف کو انکار کی، یہی صفت ہماری کشش کا باعث ہوئی جو دیوبند و سہارنپور چھوڑ کر بریلی پہنچے۔'' (۱۴۳)

اسی طرح حجاز سے بھی تشنگان علوم و فنون امام احمد رضا کی خدمت میں حاضر ہوئے مگر ان کی تفصیل باوجود تلاش بسیار معلوم نہ ہو سکی، البتہ شیخ عبدالستار شامی کے فرزند سید یٰسین مدنی کا ذکر کتابوں میں ملتا ہے کہ وہ علم اوفاق و تکسیر کی تحصیل کے لئے بریلی آئے اور چودہ ماہ میں فاضل بریلوی سے ان اہم فنون میں ید طولیٰ حاصل کیا، خود فاضل بریلوی ایک مقام پر فرماتے ہیں:

''مولانا سید یٰسین مدنی صاحبزادہ حضرت مولانا سید عبدالستار شامی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے اور چودہ مہینے فقیر خانہ پر قیام فرمایا اور علم اوفاق و تکسیر سیکھے اور انہیں کے لئے میں نے اپنا رسالہ **اطائب الاکسیر فی علم التکسیر** زبانِ عربی میں املا کیا یعنی میں عبارت زبانی بولتا جاتا اور وہ لکھتے جاتے اور اسی لکھنے میں اسے سمجھتے جاتے''۔ (۱۴۴)

۱۲۸۶ھ/۱۳۴۰ھ تک ۵۴ رسال کے عرصہ میں فاضل بریلوی نے ہزاروں طلباء کو اپنے علم و فن سے سیراب کیا مگر ان طلباء کا کوئی رجسٹر نہیں تھا، اسی وجہ سے امام کے شاگردوں کی صحیح تعداد معلوم نہ ہو سکی، البتہ میری معلومات کے مطابق جن شخصیتوں نے بارگاہ رضویہ سے خوشہ چینی کر کے اپنی صلاحیت کا لوہا منوایا اور علوم و فنون کے میدان میں گرانقدر خدمات انجام دیں انکے اسماء گرامی یہ ہیں:

محمد عبدالسلام جبلپوری علیہ الرحمۃ:

مولانا عبدالسلام علیہ الرحمۃ کی ولادت جبلپور (مدھیا پردیش، بھارت) میں

ہوئی۔ ابتدائی علوم و فنون کا اکتساب والد ماجد محمد عبدالکریم حیدرآبادی (۱۳۱۷ھ/ ۱۸۸۹ء) و دیگر معاصر علماء کرام سے کیا اور تکمیل مولانا احمد رضا خاں سے فرمائی۔ (۱۴۵) ۱۳۱۳ھ/ ۱۸۹۵ء میں فاضل بریلوی نے مولانا عبدالکریم علیہ الرحمۃ کو ایک مکتوب بھیجا اور اس میں بریلی بھیجنے کیلئے کہا موصوف نے اپنے فرزند ارجمند محمد عبدالسلام کو بریلی ارسال فرمایا۔

مولانا جبلپوری والد کے حکم کے مطابق اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہ موصوف کی پہلی حاضری تھی، چنانچہ ایک پرچہ پر اپنا نام تحریر فرما کر امام احمد رضا کی خدمت میں ارسال کیا۔ فاضل بریلوی باہر تشریف لائے اور معانقہ فرما کر ارشاد فرمایا:

> ''یہ آپ کے والد ماجد حضرت مولانا عبدالکریم صاحب کی کرامت ہے کہ ابھی مجھے لفافہ ملا، خط پڑھ رہا تھا اور اس فقرہ پر نظر تھی، فقیر زادہ عبدالسلام حاضر ہو رہا ہے، اس پر نظر کرم فرما کر اپنی تربیت اور سرپرستی میں فیضان علوم ظاہری و باطنی سے اسے عزت و سرفرازی بخشیں''۔ (۱۴۶)

اس وقت فاضل بریلوی کے فرزند اکبر مولانا حامد رضا کی تعلیم کا آخری دور تھا فاضل بریلوی نے مولانا موصوف کو فرزند کے ساتھ درس میں شریک کیا اور امام احمد رضا خاں نے اپنی خداداد صلاحیتوں سے دس مہینہ کی قلیل مدت میں علمی و عملی، ظاہری و باطنی، صوری و معنوی اور بیعت وارشاد کی سندوں سے سرفراز کیا اور ساتھ ہی ذہانت اور اخلاقی صلاحیت کی بناء پر مختلف سلاسل میں بیعت و اجازت سے بھی نوازا اور اپنے دست خاص سے عربی میں ایک سند عطا فرمائی۔ (۱۴۷)

مولانا ظفرالدین بہاری علیہ الرحمۃ:

ظفرالدین بہاری علیہ الرحمۃ ۱۴ محرم الحرام ۱۳۰۳ھ موضع رسول پور میجرہ (پٹنہ) عظیم آباد میں پیدا ہوئے۔ والد ماجد کا اسم گرامی ملک محمد عبدالرزاق تھا۔ (۱۴۸) پاک وہند کے جلیل الشان بزرگ ملا قاضی محب اللہ بہاری (صاحب مسلم الثبوت) وسلم العلوم اسی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ پروفیسر ابوبکر احمد حلیم (پرووائس چانسلر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی اور مسٹر محمد یونس (بیرسٹر، سابق وزیر اعلیٰ بہار) اسی خاندان سے وابستہ تھے۔ ۱۳۱۳ھ میں مدرسہ حنفیہ غوثیہ (پٹنہ) میں والد ماجد نے داخلہ کرایا۔ یہاں پر مولانا معین الدین ازہری اور مولانا قاضی عبدالوحید فردوسی سے متوسطات تک تعلیم حاصل کی ۱۳۲۶ھ میں مدرسہ حنفیہ کو خیر باد کہہ کر دار العلوم حنفیہ بخشی محلہ پٹنہ میں داخل ہوئے اور درج ذیل اساتذۂ کرام سے اکتساب علم کیا:

(۱) مولانا وصی احمد محدث سورتی (خلیفۂ امام احمد رضا)، ۱۳۲۳ھ

(۲) مولانا مومن احمد علی محدث سہارنپوری، (خلیفہ شاہ فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی) ۱۲۹۷ھ

(۳) مولانا احمد حسن کانپوری، ۱۳۱۳ھ

(۴) مولانا شاہ عبداللہ کانپوری، ۱۳۴۳ھ

(۵) قاضی عبدالرزاق کانپوری، ۱۳۴۶ھ (۱۴۹)

مولانا موصوف کانپور سے پیلی بھیت (روہیل کھنڈ) گئے اور فاضل بریلوی کے خلیفہ مولانا وصی احمد محدث سورتی سے استفادہ کیا۔ دوران درس مولانا احمد رضا خاں کا مکرر ذکر سن کر ۱۳۲۳ھ میں بریلی پہنچے اور فاضل بریلوی سے علوم عقلیہ ونقلیہ کی تحصیل کی۔ ایک

مقام پر اس کا اعتراف کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''اور پھر ان تمام نعمتوں کے علاوہ سونے پر سہاگہ یہ کہ اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت مجدّد مأۃ حاضرہ، مؤیدِ ملّت طاہرہ، مولانا، مولوی، حافظ، قاری، شاہ احمد رضا خاں قادری برکاتی بریلوی نے بیعت وتلمذ وارشاد وخلافت کے شرف سے مشرف فرمایا جو شریعت اور طریقت کی عملی تصویر تھے۔ جن کا ہر قول شریعت کا رہنما، جنکا ہر فعل احکام الٰہی کا اتباع، جنہوں نے بلاخوفِ لومۃ لائم مسائلِ شرعیۃ ومسائل فقہیہ کی تعلیم وتبلیغ فرمائی اور عمر بھر تالیف وتصنیف افتاء وتدریس کے ذریعہ لوگوں کی ہدایت ورہنمائی فرمائی''۔(۱۵۰)

ملک العلماء نے فاضل بریلوی سے صحیح بخاری از ابتداء تا انتہا پڑھی اور ۱۳۲۵ھ میں فارغ التحصیل ہوئے (۱۵۱) اور مدرسہ منظر اسلام (بریلی) میں مدرس اول مقرر ہوئے اور ۱۳۳۰ھ میں پٹنہ جاکر مدرسہ شمس الھدیٰ میں مدرس ہوئے۔ ۱۳۲۳ھ میں سہسرام کا سفر کیا اور وہاں صدر مدرس کے عہدے پر فائز ہوئے، مگر وہاں تادیر قائم نہ رہ سکے، پھر ۱۳۳۱ھ میں شمس الھدیٰ (پٹنہ) کے پرنسپل ہوگئے اور ۱۹۴۵ء سے ۱۹۵۰ء تک بوجہ علالت آرام کیا اور ۱۹/اکتوبر ۱۹۵۰ء کو ۱۳۶۷ھ سے ۱۳۷۰ھ تک ظفر منزل، شاہ گنج، پٹنہ میں سکونت اختیار کی اور ۱۳۷۱ھ میں جامعہ لطفیہ (علیگڑھ) کا افتتاح کیا۔ ۱۳۸۲ھ/۱۹۶۲ء میں صبح کاذب سے قبل خدائے ذوالمنن سے جا ملے۔ حضرت شاہ ایوب ابدالی نے نماز جنازہ پڑھائی۔(۱۵۲)

آپ کثیر التصانیف ہیں۔ علم ہیئت وتوقیت میں آپ کو درک حاصل تھا۔ آپ کی اکثر تصانیف اہم موضوعات پر ہیں۔ جن کتابوں کا علم ہوسکا ہے وہ درج ذیل ہیں:

(۱) الحسام المسلول علی منکر علم الرسول (مطبع حسنی پریس، بریلی)

(۲) النبراس لدفع ظلام المنهاس (۱۳۲۹ھ)

(۳) المغنی عن شروح المنیر

(٤) القول الاظهرفی الاذان بین یدی المنبر

(٥) القصر المبنی علی بناء المفتی

(٦) الاکسیرفی علم التکسیر

(٧) المجمل المعددلتالیفات المجدد ، مطبوعه کراچی ، بریلی

(٨) الجامع الرضوی الجزء الاول

(٩) الجامع الرضوی الجزء الثانی

(١٠) الجامع الرضوی الجزء الثالث

(١١) الجامع الرضوی الجزء الرابع

(١٢) الجامع الرضوی الجزء الخامس

(١٣) الجامع الرضوی الجزء السادس

(١٤) تنویر السراج فی ذکر المعراج

(١٥) تقریب

(١٦) تهذیب

(١٧) توضیح التوقیت

(١٨) جواهر البیان

(۱۹) حیات اعلیٰ حضرت، جلداول

(۲۰) حیات اعلیٰ حضرت، جلددوم

(۲۱) حیات اعلیٰ حضرت، جلدسوم

(٢٢) خیر السلوك

(٢٣) رفع الخلاف من بین الاحناف

(٢٤) سرور المحزون فی البصر عن العیون

(٢٥) شحم الكثرة علی الكلاب الممطرة ١٣٢٩ھ

(٢٦) گنجینۂ مناظرہ

(٢٧) مؤذن الاوقات

(٢٨) نظم المبانی فی حروف المعانی

(٢٩) نزول السکینہ

(٣٠) وافیہ

(٣١) عافیہ (١٥٣)

مولانا سید محمد کچھوچھوی علیہ الرحمۃ:

اسم گرامی آپ کا سید محمد تھا والد ماجد کا نام حکیم سید اشرف علیہما الرحمۃ تھا۔ ۱۵/ذی قعدہ ۱۳۱۱ھ کو موضع جائس، ضلع رائے بریلی میں پیدا ہوئے (۱۵۴) اور درج ذیل اساتذہ سے اکتساب علم وفن کیا:

(۱) مولانا عبدالباری فرنگی محلی،

(۲) مولانا لطف اللہ علی گڑھی،

(۳) مطیع الرسول عبدالمقتدر بدایونی،

مذکورہ اساتذہ کے بعد آپ کے مربیوں نے آپ کو امام احمد رضا کے سپرد کیا تو آپ فاضل بریلوی کو دیکھ کر بہت متاثر ہوئے اور فرمایا:

''زندگی کی یہی گھڑیاں میرے لئے سرمایۂ حیات ہوگئیں اور میں محسوس کرنے لگا کہ آج تک جو کچھ پڑھا تھا وہ کچھ نہ تھا اور آج ایک

دریائے علم کے ساحل کو پالیا ہے۔ علم کو راسخ فرمانا اور ایمان کو رگ و
پے میں اتار دینا اور صحیح علم دیکر نفس کا تذکیہ فرمادینا یہ وہ کرامت تھی
جو ہر ہر منٹ پر صادر ہوتی رہتی تھی''۔ (۱۵۵)

الغرض امام احمد رضا کے بحر ذخار سے آپ نے بہت سے علم وفن حاصل کیے۔ امام احمد رضا خان سید ہونے کے سبب آپ کی بیحد تعظیم وتوقیر کرتے، یہاں تک کہ آپ ہاتھ بھی چوما کرتے تھے۔(۱۵۶)

مولانا کچھوچھوی، فاضل بریلوی کی قائم کردہ جماعت ''جماعتِ رضائے مصطفیٰ'' کے تازندگی صدر رہے۔ آپ کی شخصیت تحریک آزادی کے سرگرم افراد میں نمایاں تھی۔

مولانا سید محمد کچھوچھوی بیک وقت بیشتر خوبیوں کے مالک تھے۔ پانچ ہزار سے زائد غیر مسلموں نے آپ کے دست حق پرست پر اسلام قبول کیا تھا اور کئی لاکھ مسلمان شرف بیعت سے مشرف ہوئے۔(۱۵۷) آپ فنافی الرسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے، آپ کا مجموعۂ کلام ''فرش پر عرش'' اس پر شاھد ہے۔ چار مرتبہ خانۂ کعبہ کی زیارت سے مشرف ہوئے (۱۵۸)۔ ۱۳۶۶ھ/۱۹۴۷ء میں آل انڈیا سنی کانفرنس کے صدر مقرر کیئے گئے دارالعلوم اشرفیہ، مبارکپور (اعظم گڑھ) کے عرصۂ دراز تک سرپرست رہے۔ ۱۳۸۲ھ/۱۹۶۴ء کو بمقام لکھنؤ انتقال ہوا۔(٦) نماز جنازہ حضرت مختار اشرف کچھوچھوی علیہ الرحمۃ نے پڑھائی اور کچھوچھہ میں دفن کیئے گئے۔ مادۂ تاریخ یہ ہے: آہ! الحق موت العالم موت العالم (۱۳۱۸ھ)

تصانیف:

(۱) اتمام حجت

(۲) ترجمۂ قرآن پاک

(۳) تقویٰ القلوب

(۴) حیات غوث العالم

(۵) فرش پر عرش (۱۵۹)

ان تلامذہ کے علاوہ امام احمد رضا کے اور بھی شاگردوں کا ذکر ملتا ہے، طوالت کے خوف سے صرف ان کے اسماء ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں:

(۱) مولانا سید احمد اشرف کچھوچھوی

(۲) مولانا سید امیر احمد

(۳) مولانا حسن رضا خاں

(۴) مولانا حسنین رضا خان

(۵) مولانا حسین مدنی (سید)

(۶) مولانا عبد الرشید عظیم آبادی

(۷) مولانا عبد الواحد پیلی بھیتی

(۸) مولانا عبد الندیم بریلوی (حافظ)

(۹) مولانا عزیز غوث بریلوی

(۱۰) مولانا عبد السلام جبلپوری (۱۳۷۲ھ/۱۹۵۲ء)

(۱۱) مولانا غلام محمد بہاری (سید)

(۱۲) مولانا محمد رضا خاں

(۱۳) مولانا منور حسین

(۱۴) مولانا واعظ الدین

(۱۵) مولانا سلطان احمد خاں (۱۶۰)

(۱۶) مولانا حامد رضا خاں(۱۶۱)

(۱۷) مولانا مصطفیٰ رضا خاں(۱۶۲)

(۱۸) مولانا نواب مرزا(۱۶۳)

(۱۹) مولانا نور احمد(۱۶۴)

(۲۰) مولانا محمود جان(۱۶۵)

اجازات:

۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء میں جب امام احمد رضا مکہ معظمہ دوسری بار تشریف لے گئے، اس موقع پر علمائے حجاز نے آپ کی بڑی قدر ومنزلت کی۔ اس کی مکمل تفصیل کا تذکرۂ علماء ھند(۱۶۶) میں دیکھا جاسکتا ہے۔ زیارت حرمین کے سفر میں آپ کے فرزند اکبر مولانا حامد رضا خان بھی ہمراہ تھے۔ انہوں نے سرزمین عرب پر پیش آنے والے تمام واقعات کا چشم دید منظر اس طرح بیان کیا ہے:

"فرأينا العلماء اليه مهرعين و اكابر العظماء الىٰ اعظما مه مسد عين فمنهم من يقتبس من انوار علمه وضياهٗ و من يلتمس البركة فى لقاه محياهٖ وهذا جاء فسأل واستفتى وهذا جليل يعرض عليه ماكان افتى حتى ان الجلة الجليلة الممتازة طلبوامنه بركة الاجازة"(۱۶۷)

چنانچہ اجازات طلبی کے لئے سب سے پہلے سید عبدالحیٔ مکی (۱۳۳۲ھ/۱۹۱۲ء) اور شیخ حسین جمال بن عبدالرحیم تشریف لائے۔ دونوں حضرات کو عربی میں ایک عدیم المثال سند تحریر فرما کر دی۔ درحقیقت یہ فنی نثر کا شاہکار نمونہ ہے۔ اس عدیم النظیر سند کی

ابتداء فاضل بریلوی نے حمد وصلوٰۃ کے بعد اس طرح کی:

"فقد تفضل على المحدث الفاضل العالم الكامل السيد النسيب الحسيب الاريب مجمع الفضائل منبع الفواضل مولانا السيد الشيخ محمد عبدالحئى ابن الشيخ الكبير السيد عبدالكبير الكتانى الحسنى الادريسى الفاسى محدث الغرب بل محدث العجم والعرب ان شاء الرب وانا حل بالبلد الحرام لثلث بقين من ذى الحجة سنة ثلث عشرين بعدالالف وثلثمائة فاتانى وسمع منى الحديث المسلسل بالاولية وهوأول حديث سمعه من هذا الغبد الضعيف" (۱۶۸)

امام احمد رضا نے شیخ صالح کمال (۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ء) اور دیگر علماء عرب کو بھی اجازات سے نوازا ہے جس کا تاریخی نام انہوں نے: الاجازة الرضويه لمبجل مكة البهية رکھا ہے،

مذکورہ سند کی ابتداء اعلیٰ حضرت نے اس طرح کی ہے:

"الحمدلله المسلسل آحسانه المتصل انعامه غير منقطع ولامقطوع فضله واكرامه ذكره سندمن لاسندله، واسمه احدمن لا احد له وافضل الصلوٰت العوالى المنزول واكمل السلام المتواطر الموصول على اجل مرسل كشاف كل معضل العزيز الاعز المعزالحبيب الفرد وفى وصل كل غريب فضله الحسن مشهور مستقيض وبالاستناداليه يعود صحيحا كل مريض قدجاء جوده المزيد فى متصل الاسانيد بل كل فضل اليه مسند عنه يروى واليه يرد فموط فضائله العلية مسلسلات بالاوليه وكل

درجیّد من بحرہ مستخرج وکل مدروجود فی سائلیہ مدرج۔(۱۶۹)

اس کے علاوہ مولانا سید اسمٰعیل خلیل (۱۳۳۰ھ/ ۱۹۱۹ء) حاضر ہوئے۔ فاضل بریلوی نے مولانا اسمٰعیل خلیل اور ان کے برادر سید مصطفیٰ خلیل (۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء) کو اجازات سے نوازا، پھر شیخ احمد خضراوی عبدالقادر کردی (۱۳۴۶ھ/ ۱۹۲۷ء) اور ان کے فرزند شیخ فرید (۱۳۳۵ھ/ ۱۹۱۶ء) اور سید محمد عمر وغیرہ تشریف لائے اور مختلف حضرات برائے اجازت حاضر ہوئے۔ فاضل بریلوی نے سب کو اجازتیں عطا فرمائیں، بقیہ حضرات سے وعدہ فرمایا کہ وطن عزیز پہنچ کر سندات ارسال کردی جائیں گی۔

مکہ معظمہ کی زیارت کے بعد فاضل بریلوی مدینہ منورہ حاضر ہوئے، یہاں پر بھی علماء وفقہا نے بڑی قدر ومنزلت کی، یہاں کا چشم دید منظر شیخ محمد کریم اللہ مہاجر مدنی (تلمیذ شیخ محمد عبدالحق الہندی ۱۳۳۳ھ) سے سنئے:

''انی مقیم بالمدینۃ الامنیۃ منذ سنین ویا تیھا من الھند الوف من العلیمن فیھم علماء و صلحاء اتقیاء رایتھم یدورون فی سلک البلد لا یلتفت الیھم من اھلہ احد واری العلماء والکبار العظماء الیک مھرعین وبا جلالک مسرعین ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم''(۱۷۰)

مدینہ منورہ میں بھی فاضل بریلوی سے متعدد علماء مدینہ نے اجازت حاصل کی، اکثر علماء کو زبانی اجازتیں عطا فرمائیں اور بعض سے مکہ مکرمہ کے علماء کے مانند وعدہ فرمایا!

مثلاً شیخ عمر بن حمدان المحرسی، سید مامون البری، شیخ محمد سعید وغیرھم، جب امام احمد رضا وطن مالوف پہنچے تو تصنیف وتالیف اور فتویٰ نویسی میں مصروف ہوگئے، مذکورہ علماء نے حرمین سے بریلی خطوط روانہ کیے، وہ جملہ خطوط فاضل بریلوی کی تصنیف

الاجازات المتینہ لعلماء بکۃ والمدینۃ

۱۳۲۴ھ

میں ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں (۱۷۱)

جس طرح فاضل بریلوی نے علماء حرمین کو اجازات عطا فرمائیں، ٹھیک اسی طرح برصغیر پاک وہند کے اکثر وبیشتر علماء کرام کو بھی سندات عطا فرمائیں۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے مخدوم سید غلام علی بن مولانا سید نور محمد معینی کو سلسلہ عالیہ قادریہ چشتیہ نظامیہ کی سند خلافت واجازت اعلیٰ حضرت نے اپنے دست پاک سے تحریر فرما کر دی۔ (۱۷۲)

اسی طرح ۱۲؍ربیع الاول ۱۳۰۶ھ میں مولانا عبدالکریم بریلوی کو سند اجازت مرحمت فرمائی یہ سند فن خطاطی کا شاہکار نمونہ ہے۔ (۱۷۳)

۳؍ذیقعدہ ۱۳۱۳ھ/۱۸۹۶ء کو اعلیٰ حضرت نے مولانا عبدالسلام جبلپوری (۱۷۴) ۱۳۷۲ھ/۱۹۵۲ء کو مختلف سلاسل میں بیعت واجازت اور خلافت سے نوازا اور عربی میں ایک سند عطا فرمائی۔ (۱۷۵)

اس کے علاوہ فاضل بریلوی نے اپنے دست خاص سے عرب وعجم کے ہزاروں ارادتمندوں کو سندات مرحمت فرمائیں، اگر ان تمام سندات کو یکجا کیا جائے تو "خود ایک فقید المثال دستاویز ہوگی۔ سردست ایک قلمی سند فہرست نوادرات میں پیش کردی گئی ہے جس سے فاضل بریلوی کی خطاطی اور عربی دانی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

خلفاء:

شریعت وطریقت میں فاضل بریلوی کو جو بالغ نظری حاصل تھی وہ معاصر علماء اور مشائخ کو حاصل نہ ہوسکی علوم وفنون کی دنیا میں ان کی شخصیت سکۂ رائج الوقت کی طرح

تھی۔شریعت مصطفوی کی پاسداری میں انہوں نے زبان وقلم سے جو خدمات انجام دی ہیں وہ اہل علم پر مخفی نہیں۔

طریقت وسلوک کی راہیں جس طرح آپ نے خاندان مارہرہ کی رہنمائی میں طے کی ہیں اور طریقت کے جس اہم مقام پر آپ پہنچے ہیں وہ بھی آپ کی زندگی کا اہم مقام ہے۔قلم کے ذریعہ سے آپ نے دینِ حق کی تو اشاعت کی ہی تھی، رشد وہدایت کا بھی سلسلہ آپ کے دامن سے وابستہ تھا۔مسلکِ قادریت کو جو فروغ آپ کے دم قدم سے ہوا اس کے ذکر کی یہاں گنجائش نہیں۔اتنا طے ہے کہ اپنی روحانی تعلیم سے جس طرح اللہ و رسول عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خوف واتباع سنّت سے محبت، حرام وحلال کی تمیز، لب ولہجہ میں صداقت آپ نے اپنے وابستگان کے اندر پیدا کی ہے، وہ انتہائی اہم ہے۔ ایسے لوگ جنہیں آپ نے رشد وہدایت کا پیغام پہنچایا اور اس منزل میں ثابت قدم رکھ کر اپنے دامن سے وابستہ کر کے بیعت وخلافت سے نوازا، ان کی ایک طویل فہرست ہے۔یہ حضرات عرب وعجم میں پھیلے ہوئے ہیں۔

امام احمد رضا کے خلفاء کا سرسری جائزہ لیا جائے تو آج بھی صوبہ جاتِ ہندو پاک، مدراس، بنگال، بہار، پنجاب، سرحد، بلوچستان، سندھ، راجستھان، سی پی، یوپی، ان کے علاوہ اہم شہروں مثلاً: بنگلور، کلکتہ، عظیم آباد، جبلپور، آرہ، محمود آباد، میرٹھ، مراد آباد، بجنور، نگینہ، جالندھر، اعظم گڑھ، کچھوچھہ، پیلی بھیت، الور، پرتاب گڑھ، علیگڑھ، کوٹلی لوہاران، کراچی، کھنڈوہ، سیالکوٹ، لاہور، آگرہ وغیرہ میں ان کے خلفائے کرام کی شخصیت مشعل ھدایت بلکہ جہالت کی تاریکی کو دور کر رہی ہے۔

مذکورہ مقامات کے علاوہ بلادِ عرب، افریقہ، انڈونیشیا وغیرہ میں بھی آپ کے خلفاء موجود تھے۔

امام احمد رضا نے اپنے خلفاء کو جذبۂ کامل عطا فرمایا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے خلفاء علم وعمل کے چمکدار مینارہ دکھائی دیتے ہیں۔ انہوں نے، دینی مشن سے لیکر تحریک آزادی تک نمایاں کام انجام دیئے ہیں جس کی مکمل تفصیل اگر بیان کی جائے تو وہ خود ایک عظیم الشان دستاویز ہوگی۔

امام احمد رضا کے خلفاء کی ایک عظیم الشان طویل فہرست ہے اس لئے چند خلفاء کا تفصیلی ذکر پیش کیا جارہا ہے اور باقی خلفاء کے اسماء کو مع مآخذ درج کیا جائے گا۔

سید سلیمان اشرف بہاری علیہ الرحمۃ:

مولانا سید سلیمان اشرف علیہ الرحمۃ اپنے عہد کے جید عالم دین، ممتاز دینی رہنما اور بلند پایہ خطیب اور عدیم المثال مصنف تھے۔ آپ ہندوستان کے قدیم شہر پٹنہ کے ایک دیہات مرداد میں ۱۲۹۵ھ/۱۸۷۱ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی مولانا سید محمد عبداللہ تھا۔(۱۷۶) ابتدائی کتب کا اکتساب مولانا محمد احسن سے کیا، پھر ندوۃ العلماء (لکھنؤ) میں داخل ہوئے۔(۱۷۷) مگر فضا کے خوشگوار نہ ہونے کی وجہ سے مدرسہ حنفیہ (جونپور) میں داخلہ لیا اور یہاں مولانا ہدایۃ اللہ جونپوری ۱۹۰۸ء سے عربی کی کتابیں پڑھیں(۱۷۸) اور مولانا یار محمد سے بھی استفادہ کیا۔

مولانا سید سلیمان اشرف ان اساتذہ کے علاوہ جس نابغۂ روزگار شخصیت سے متاثر تھے، وہ مولانا احمد رضا خاں کی ذات گرامی تھی۔ فاضل بریلوی نے مولانا موصوف کو اجازت وخلافت عطا فرمائی، اس کے بعد مولانا بہاری پر فاضل بریلوی کا جو اثر مرتب ہوا اسے ڈاکٹر سید عابد علی (سابق ڈائریکٹر بیت القرآن، لاہور) اس طرح بیان کرتے ہیں:

''استاد محترم سید سلیمان اشرف پر مولانا بریلوی کا اتنا اثر تھا کہ میں نے مولانا احمد رضا خاں

قدس سرہ کی عظیم شخصیت کا اندازہ دراصل استاد محترم کی شخصیت ہی سے لگایا۔ مجھے مولانا سید سلیمان اشرف سے شرف تلمذ کے علاوہ ان کا انتہائی قرب بھی رہا اور میں اکثر و بیشتر مولانا بریلوی کا تذکرہ چھیڑتا تھا اور یوں محسوس ہوتا کہ اکثر ان ہی کے تصور میں مگن رہتے تھے۔ استاد محترم کی طبیعت انہی کے رنگ میں رنگ گئی تھی اور اپنے معتقدات اور ایمانیات میں منطقی استدلال اور علوم عقلیہ میں خوش کلامی اور قوت بیان میں مولانا کے انداز اور کیفیات کو اپنا چکے تھے۔ غیر اسلامی شعائر کی مذمت میں تشدد کانگریس اور ہندوؤں کی ہمنوائی کرنے والے لیڈروں، عالموں کے متعلق سخت گیر رویہ، مشرکین کو نجس سمجھنا اور ان کے معاملہ میں کسی قسم کی مداہنت روا نہ رکھنا، یہ سب صفات دونوں بزرگوں میں مشترک تھیں۔ اسی طرح عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملہ میں طبیعت کا ایک والہانہ انداز بھی سید صاحب میں حضرت فاضل بریلوی ہی کی طرف سے آیا تھا۔ لباس اور وضع قطع میں ہی استاد محترم حضرت مولانا بریلوی کی اتباع فرماتے تھے، حتیٰ کہ مجھے یاد ہے کہ آپ عمامہ بھی اسی انداز کا رکھتے جیسا کہ حضرت فاضل بریلوی مرحوم استعمال فرماتے تھے۔ (۱۷۹) اسی زمانہ میں ایم۔ اے۔ او کالج علیگڑھ میں بحیثیت لکچرار شعبۂ دینیات منتخب ہوئے اور تدریسی فرائض کو بخوبی انجام دیا اور علیگڑھ مسلم یونیورسٹی کی جامع مسجد میں بعد نماز عصر قرآن کریم کے درس کا آغاز کیا۔ یہ درس مولانا کی رحلت کے بعد جاری نہ رہ سکا۔ اس درس میں صرف طلباء ہی شریک نہیں ہوتے تھے بلکہ یونیورسٹی کے اساتذہ اور غیر تدریسی عملہ کے اکثر ارکان بھی شریک ہوتے تھے اور مولانا بڑے اور خوبصورت انداز سے آیات کا ترجمہ فرماتے تھے، جو حاضرین کے دل میں نقش ہو جاتا تھا۔ اس مجلس کے خوشہ چینوں میں سے چند حضرات کے نام اس طرح ہیں:

(۱) پروفیسر ایم ایم احمد (سابق صدر، شعبۂ فلسفہ، کراچی یونیورسٹی)

(۲) پروفیسر فضل الرحمٰن انصاری (۱۹۷۴ء)

(۳) پروفیسر رشید احمد صدیقی، (۱۹۷۷ء) (سابق صدر، شعبۂ اردو مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ)

(۴) ڈاکٹر برھان احمد فاروقی

(۵) ڈاکٹر سید معین الحق

(۶) ڈاکٹر عابد احمد علی (۱۹۷۴ء)

(۷) ڈاکٹر امیر الدین قدوائی

(۸) ڈاکٹر شبیر احمد غوری

(۹) ڈاکٹر براؤن

(۱۰) ڈاکٹر محمد انوار صمدانی (۱۹۶۹ء) (۱۸۰)

مولانا نے تواضع اور انسان دوستی کے حدود متعین کر رکھے تھے دراصل مولانا کی شخصیت متنوع اور جامع الکمالات تھی، کسی کے رعب سے مرعوب نہ ہوتے بلکہ اپنے مافی الضمیر کا اظہار بے خوف وخطر فرماتے، یونیورسٹی کی تقریبات سے خصوصاً احتراز کرتے، حتیٰ کہ تقسیم اسناد (کانوکیشن) کے عظیم الشان جلسہ میں بھی شریک نہیں ہوتے تھے۔ مولانا کی یہ شان بے نیازی دیکھ کر احباء بیحد متاثر تھے۔ گاہے بگاہے مولانا اپنے مقربین کی دلجوئی کیلئے مشاعروں کا انعقاد کرتے اور دلچسپ کہانیاں سنا کر سامعین کو محظوظ کرتے اور محفل شعروسخن میں ارباب شعروادب سے عارفانہ کلام سن کر مسرور ہوتے اور خالی اوقات میں پسندیدہ اشعار گنگناتے تھے۔ پروفیسر رشید احمد صدیقی مولانا کی علمی وجاھت اور خودداری کی طرف اشارہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

> ''مولانا میں اپنے استاد ہی کا جبروت وطنطنہ تھا ان کی شفقت میں بھی جبروت کار فرما تھا، میں نے مرحوم کو جھجک کر یا گول مول باتیں کرتے کبھی نہ پایا'' (۱۸۱)

مولانا سید سلیمان اشرف نے ملکی سیاست میں بھی بھرپور حصہ لیا اور اس دور کے اہم مسائل سے قوم کو پوری طرح باخبر کیا اور گم گشتگانِ راہ کو صراطِ مستقیم پر گامزن کرنے کیلئے ''النور'' اور ''الرشاد'' لکھ کر ان لیڈروں کا شرعی نقطۂ نظر سے محاسبہ کیا۔ مولانا کو اس قدر مورد طعن کیا گیا کہ بیان سے باہر ہے۔ الغرض مولانا اور انکے پیرومرشد مولانا احمد رضا خاں نے ان سیاسی لیڈروں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور متعدد کتب (۱۸۲) تحریر فرما کر اعلاء کلمۃ الحق کا فریضہ انجام دیا اور بعد میں انہی بزرگوں کا فرمان حق ثابت ہوا۔ پروفیسر سید احمد صدیقی لکھتے ہیں:

''سیلاب گزر گیا، جو کچھ ہونے والا تھا وہ بھی ہوا لیکن مرحوم نے اس عہد سراسیمگی میں جو کچھ لکھ دیا تھا بعد میں معلوم ہوا کہ حقیقت وہی تھی، اس کا ایک ایک حرف صحیح تھا، آج تک اس کی سچائی اپنی جگہ پر قائم ہے۔ سارے علماء سیلاب کی زد میں آچکے تھے، صرف مرحوم اپنی جگہ پر قائم تھے'' (۱۸۳)

مولانا سید سلیمان اشرف کا وصال ۵ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ/ ۱۹۲۹ء میں ہوا اور یونیورسٹی قبرستان کے ایک احاطہ میں مدفون ہوئے۔ (۱۸۴)

مولانا کثیر التصانیف بزرگ تھے۔ متعدد موضوعات پر ایک درجن سے زائد کتب تحریر فرمائیں، مگر حسب ذیل کتب کو لافانی شہرت حاصل ہوئی:

(۱) المبین　　(۲) البلاغ　　(۳) النور
(۴) الخطاب　　(۵) الرشاد　　(۶) اِمتناع النظیر
(۷) السبیل　　(۸) الحج　　(۹) الانہار

مولانا کی قلمی کتابیں ان کی اہلیہ کے بھانجے سید اظہار الحق کے پاس لاڑکانہ (سندھ) میں موجود ہیں۔ (۱۸۵)

مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ:

مولانا نعیم الدین مراد آبادی کی ولادت (پ ۱۳۰۰ھ/۱۸۸۳ء) مراد آباد (روہیل کھنڈ) میں ہوئی۔ تاریخی نام غلام مصطفیٰ (۱۳۰۰) رکھا گیا۔ (۱۸۶) والد ماجد مولانا محمد معین الدین نزہت (۱۳۳۹ھ) اور جد امجد مولانا محمد امین الدین، راسخ عالم اور صاحبِ تصنیف ہونے کے ساتھ ساتھ بلند پایہ شاعر تھے۔ آٹھ برس کی قلیل مدت میں قرآن کریم حفظ کیا اور والد مکرم سے اردو، عربی، فارسی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں اور شاہ فضل احمد کے سامنے بھی زانوئے تلمذ تہہ کیا اور مدرسہ امدادیہ میں مولانا سید گل محمد سے درس نظامی میں ید طولیٰ حاصل کرنے کے بعد ۱۳۲۰ھ/۱۹۰۲ء میں فارغ التحصیل ہوگئے (۱۸۷) اور مذکورۃ الصدر ہی سے روحانی سلسلہ بھی قائم کیا۔ استاد نے شاگرد کے اندر علوم ظاہری میں کمال تو پیدا کر ہی دیا تھا، باطنی علوم کے لئے انہوں نے اپنے ہاتھوں پر بیعت کیا اور سلسلۂ عالیہ قادریہ کی اجازت وخلافت سے بھی نوازا اس کے علاوہ خانقاہ اشرفیہ کے صاحب سجادہ حضرت مولانا غلام علی حسین اشرفی اور مولانا احمد رضا خاں سے بھی سلسلۂ عالیہ اشرفیہ قادریہ ورضویہ قادریہ میں اجازت حاصل کی۔ (۱۸۸)

صدر الافاضل، فاضل بریلوی سے بے انتہا عقیدت ومحبت رکھتے تھے جس کا پتہ اس سے ملتا ہے کہ وہ ہر ماہ مراد آباد سے بریلی کا سفر کر کے اعلیٰ حضرت کی جناب میں حاضری دیتے تھے (۱۸۹) اور عقیدت ومحبت کے پھول نچھاور کرتے اسی عقیدت ومحبت کا نتیجہ تھا کہ انہوں نے اعلیٰ حضرت پر انگشت نمائی کرنے والوں کی انگشت قلم کرنے کی کاوش کی اور اس میں وہ کامیاب بھی رہے۔ ایک موقع پر اخبار نظام الملک میں ایک ادریسی شخص نے فاضل بریلوی کے خلاف ایک مضمون شائع کیا تھا، تو صدر الافاضل نے اس

مضمون کا ایسا دندان شکن جواب دیا کہ پھر وہ کبھی اپنا سر نہ اٹھا سکا۔(۱۹۰)

صدر الافاضل نے خلافت واجازت سے سرفراز ہوکر امام احمد رضا کے مشن کو تیزی سے آگے بڑھایا اور گم کشتگانِ راہ کو راہِ مستقیم پر گامزن کرنے کیلئے مکمل رہنمائی فرمائی۔ ۱۳۲۸ھ/۱۹۱۰ء میں مراد آباد میں مدرسہ انجمن اہلسنت کی بنیاد ڈال کر تشنگان علوم کی سیرابی کے لئے باقاعدہ انتظام فرمایا، ملت اسلامیہ پر یہ آپ کا زبردست احسان ہے جسے فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ ۱۳۵۳ھ میں ہی آپ کی ہی نسبت سے اس مدرسہ کا نام جامعہ نعیمیہ قرار پایا۔ یہ مدرسہ آج بھی مدارس کی دنیا میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔

صدر الافاضل نے مسلمانوں کی رہنمائی کے لئے پہاڑی علاقوں کا دورہ کیا اور ایک رسالہ ''پراچین کال'' تحریر فرمایا اور اس کا اردو ترجمہ بھی اس کے ساتھ ضم ہے، المورڑا، نینی تال اور ہلد وانی میں آپ نے پھیری والوں کی شکل وصورت میں آپ نے گماشتے ارسال کیئے۔ ان گماشتوں نے گھر گھر جا کر مذہب اسلام کی نشر واشاعت کی۔ ۱۹۲۰ء میں تحریک خلافت وتحریک ترک موالات کے پرآشوب دور میں آپ نے مسلمانان ہند کی ایسی رہنمائی فرمائی کہ تاریخ کے اوراق جن کے آج بھی شاہد عدل ہیں۔ مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی نے بھی صدر الافاضل کی تحریک کی تصدیق کی اور صدر الافاضل کے گھر پر حاضر ہوکر تائب ہوئے۔(۱۹۱)

۱۹۲۳ء میں شدھی تحریک چلی تو اس کے کاٹ کے لئے جماعت رضائے مصطفیٰ کا قیام عمل میں آیا، جس کا صدر دفتر آگرہ رکھا گیا۔ صدر الافاضل نے اس تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، ملک کے طوفانی دورے کیئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہزاروں مرتدین جو شدھی تحریک کے دام تزویر میں پھنس چکے تھے انہیں دوبارہ اسلام کی ڈگر پر لاکر عظیم کارنامہ انجام دیا۔ اسی سلسلہ میں انہوں نے ماہنامہ ''السواد الاعظم'' بھی جاری کیا جس کے صفحات میں

آپ نے ابطالِ باطل اور احقاقِ حق میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔تحریک آزادی میں آپ نے جس جوش وخروش سے حصہ لیا اس کی مکمل تفصیل ماہنامہ السواد الاعظم میں دیکھی جا سکتی ہے۔(۲) ۱۹/ذی الحجہ ۱۳۶۷ھ/۲۲/اکتوبر ۱۹۴۸ء مراد آباد (یو۔پی، انڈیا) میں وصال ہوا مزار مبارک جامعہ نعیمیہ کے احاطہ میں مرجع خلائق ہے۔(۱۹۳)

مولانا کثیر التصانیف بزرگ تھے۔جن کتابوں کا علم ہو سکا وہ ذیل میں دیکھی جا سکتی ہیں، تصانیف:

۱-	أطیب البیان	۲-	آداب الخیار
۳-	الکلمۃ العلیا	۴-	التحقیقات لدفع التلبیسات
۵-	اسواط	۶-	اِحقاقِ حق

۷- إرشاد الانام فی محفل المولود والقیام

۸- پراچین کال

۹- خزائن العرفان فی تفسیر القرآن (کنز الایمان پر تفسیری حاشیہ)

۱۰-	دیوانِ اردو	۱۱-	ریاضِ نعیم
۱۲-	زائر الحرمین	۱۳-	زائر النور
۱۴-	سیرت صحابہ	۱۵-	سوانحِ کربلا
۱۶-	کتاب العقائد	۱۷-	کشف الحجاب
۱۸-	گلبنِ غریب نواز	۱۹-	هداية كاملة برقنوت نازلة (۱۹۴)

مولانا امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ:

نام امجد علی، لقب صدر الشریعۃ (۱۹۵) (فرمودہ احمد رضا خاں) تھا، آپ کے

والد ماجد کا اسم گرامی حکیم جمال الدین تھا۔ آپ ۱۳۰۶ھ/۱۸۸۹ء میں گھوسی، مئو میں پیدا ہوئے۔(۱۹۶) ابتدائی علوم وفنون کا اکتساب جدامجد مولانا خدابخش سے کیا اور علوم عقلیہ و نقلیہ اور حدیث وطب کی تکمیل مندرجہ ذیل اساتذۂ کرام سے کی:

(۱) عبدالولی لکھنوی

(۲) وصی احمد محدث سورتی (متوفی ۱۳۳۴ھ/۱۹۱۶ء)

(۲) ہدایت اللہ خاں رامپوری (متوفی ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء) (۱۹۷)

۱۳۲۰ھ میں سند تکمیل کے بعد علم طب میں کمال حاصل کیا پھر مدرسۃ الحدیث (پیلی بھیت) میں مدرس ہوئے اور ۱۳۲۴ھ سے ۱۳۲۷ھ تک تشنگان علوم کو سیراب کیا ۱۳۲۸ھ میں مدرسہ حنفیہ (پٹنہ) میں مسند تدریس پر فائز ہوئے، انہی ایام میں امام احمد رضا نے وصی احمد محدث سورتی سے منظر اسلام (بریلی) میں تدریسی خدمات انجام دینے کے لئے کسی اچھے مدرس کی نشاندھی کے لئے فرمایا تو محدث سورتی نے اپنے ممتاز شاگرد مولانا امجد علی کو منظر اسلام کی تدریسی خدمات سپرد کرتے ہوئے بریلی جانے کے لئے کہا، جو ان دنوں مدرسہ حنفیہ (پٹنہ) میں تدریسی خدمات پر مامور تھے (۱۹۸)۔

مولانا امجد علی نے استاد کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے بریلی پہنچ کر تدریسی ذمہ داری سنبھالی، وہاں انہوں نے مشغلۂ درس، وتدریس ہی نہیں جاری رکھا بلکہ اسی کے ساتھ افتا اور مطبع اہلسنت (بریلی) سے متعلق نشر واشاعت اور امور طباعت کی بھی اہم ذمہ داری بھی سنبھالے رہے انہی مسلسل جدوجہد کے سبب امام احمد رضا نے فرمایا:

"مولانا امجد علی تو کام کی مشین ہیں" (۱۹۹)

ان کے اس عمل سے اعلیٰ حضرت اس درجہ متاثر ہوئے کہ انہوں نے مولانا اعظمی کو اپنے حلقۂ ارادت میں شامل کرلیا اور ساتھ ہی سلسلہ عالیہ قادریہ کی اجازت وخلافت

سے نوازا۔

مولانا امجد علی نے ۱۸ ربرس مرشد اعلیٰ کی خدمت میں رہکر وہ نمایاں کام انجام دیئے جو نا قابل فراموش ہیں، فاضل بریلوی آپ کے تفقہ سے بیحد متاثر تھے ایک مقام پر اس کا اظہار یوں فرماتے ہیں:

''آپ یہاں کے موجودین میں تفقہ جس کا نام ہے وہ مولوی امجد علی صاحب میں زیادہ پایئے گا، اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ استفتا سنایا کرتے ہیں اور جو میں جواب دیتا ہوں لکھتے ہیں۔ طبیعت اخاذ ہے طرز سے واقفیت ہو چلی ہے (۲۰۰)۔ اور یہ امر بھی نا قابل فراموش ہے کہ آپ کی جدو جہد اور پیہم کاوش سے فاضل بریلوی کا ترجمہ قرآن باسم تاریخی ''کنز الایمان فی ترجمۃ القران'' مکمل ہوا۔

ایک عرصہ بریلی میں خدمات درس و تدریس انجام دینے کے بعد ۱۳۴۲ھ میں دارالعلوم معینیہ (اجمیر) میں مدرس اول کی حیثیت سے چلے گئے جہاں وہ چند سال کے عرصہ میں دارالعلوم میں ایک علمی فضا قائم کرلی اور سیکڑوں طالبان علوم وفنون کی تشنگی بجھائی مگر منظر اسلام بریلی میں پھر آپ کی ضرورت شدت سے محسوس کی گئی، جس کے سبب آپ دارالعلوم معینیہ کی ملازمت سے سبکدوش ہوکر ۱۹۳۲ء میں بریلی چلے آئے، دوبارہ بریلی میں قیام آپ کا زیادہ نہ رہ سکا کہ مدرسہ حافظیہ سعیدیہ دادوں کی باگ ڈور آپ کے سپرد کی گئی اور علیگڑھ علم دوست نوابین نے آپ کو دادوں میں بلایا ان دنوں مولانا عبدالشاھد خاں شیروانی اس ادارہ کے نائب مدرس تھے، مولانا عبدالشاھد نے مولانا اعظمی کی علمی جلالت قدر کا اعتراف ان الفاظ میں کیا ہے:

''مولانا امجد علی اعظمی سات سال سے مدرس تھے، بریلی، اجمیر اور دوسرے مدرسوں میں مدرس رہ چکے تھے کہنہ مشقی کی بناء پر درسیات میں

پوری طرح مہارت رکھتے تھے (۲۰۱)۔"

اسی طرح نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمٰن خاں تیروانی نے آپ کی تدریسی صلاحیت اور تجربہ کا اعتراف کیا۔(۲۰۲)

۱۹۲۶ء میں مسلم یونیورسٹی علیگڑھ کے شعبۂ اسلامیات کے نصاب کی تشکیل ملک کے جن چھ مایۂ ناز تجربہ کار اساتذہ کو دی گئی تھی ان میں:

(۱) حبیب الرحمٰن خاں شیروانی (نواب صدر یار جنگ)

(۲) علامہ سید سلیمان اشرف بہاری (سابق صدر، شعبۂ دینیات، علیگڑھ)

(۳) علامہ سید سلیمان ندوی (بانی دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ)

(۴) مولانا عبد العزیز میمن راج کوٹی (صدر، شعبۂ عربی، مسلم یونیورسٹی، علیگڑھ)

(۵) مناظر حسن گیلانی کے علاوہ

(۶) علامہ امجد علی اعظمی بھی شامل تھے۔(۲۰۳)

ان حضرات نے شعبۂ اسلامیات کے نصاب کو تیار کیا۔ اس نصاب کو آج بھی انفرادی حیثیت حاصل ہے۔

مولانا امجد علی نے جہاں درس وتالیف میں نمایاں خدمات انجام دیں تو اسی کے ساتھ انہیں ملکی سیاست سے گہری دلچسپی تھی، تحریک آزادی ہند اور قیام پاکستان سے متعلق جو انہوں نے سیاسی کردار ادا کیا ہے آج بھی تاریخ قیام پاکستان میں زریں حروف سے لکھنے کے قابل ہے (۲۰۴)۔

صدر الشریعہ ۱۳۳۷ھ میں پہلی بار زیارت حرمین سے مشرف ہوئے لیکن بارگاہ رسالت (ﷺ) میں حضوری کی تمنا ہمیشہ دل میں انگڑائیاں لیتی رہی۔ وہ موقع بھی آیا کہ سرکار مدینہ نے آپ کو دوبارہ یاد فرمایا۔ آپ دوبارہ حج مبرور کی ادائیگی کیلئے اپنے وطن

مالوف سے سفر میں چل پڑے۔ بمبئی پہنچے تھے کہ اچانک طبیعت خراب ہوگئی اور راہ مدینہ کا یہ مسافر (۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء) میں راہی ملک عدم کا سفر طے کر گیا۔(۲۰۵)

تصانیف

(۱) بہار شریعت، ۲۰ حصے (یہ ۱۷ جلدوں پر مشتمل تھی، بعدہٗ علامہ اعظمی کی وصیت کے مطابق ان کے تین ارشد تلامذہ مولانا وقار الدین حامدی رضوی، مولانا محبوب رضا خاں نوری بریلوی اور مولانا سید ظہیر الدین زیدی علی گڑھی نے تین مزید حصہ لکھ کر اس میں شامل کر دیے۔)

(۲) حاشیہ (طحاوی) شرح معانی الآثار (غیر مطبوعہ)

(۳) فتاویٰ امجدیہ (اول)

(۴) فتاویٰ امجدیہ (دوم) (۲۰۶)

امام احمد رضا کے خلفاء:

(الف) خلفائے عرب

(۱) علامہ اسمٰعیل خلیل مکی (۱۹۱۹ء/۱۳۳۸ء) (۲۰۷)

(۲) علامہ اسعد الدھان مکی

(۳) علامہ ابی حسین مرزوقی

(۴) شیخ الدلائل علامہ سید محمد سعید

(۵) علامہ احمد خضراوی مکی (۱۳۳۶ھ/ ۱۹۱۶ء)

(۶) علامہ ابوالحسن محمد المرزوقی

(۷) احمد ابی الخیر بر داد مکی

(۸) علامہ ابو بکر بن سالم (سید)

(۹) علامہ بکر رفیع

(۱۰) علامہ جمال بن محمد الامیر

(۱۱) علامہ حسن العجیمی

(۱۲) علامہ حسین المالکی

(۱۳) علامہ سالم بن عیدروس (سید)

(۱۴) علامہ صالح کمال مکی (۱۳۲۵ھ/۱۹۰۶ء)

(۱۵) علامہ صالح بن شیخ صدیق بن شیخ عبدالرحمٰن کمال مکی (۱۳۳۳ھ/۱۹۱۳ء)

(۱۶) علامہ ضیاء الدین احمد مہاجر مدنی (۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء)

(۱۷) علامہ عبدالرحمٰن سراج مکی

(۱۸) علامہ عبداللہ ابن احمد ابی الخیر بر داد مکی

(۱۹) علامہ عبداللہ ابن دحلان مکی

(۲۰) علامہ عبداللہ ابن بر داد مکی

(۲۱) علامہ عبداللہ ابن عباس بن صدیق (۱۳۵۸ھ/۱۳۴۳ھ)

(۲۲) علامہ عبدالقادر کردی مکی (۱۳۴۶ھ/۱۹۲۷ء) (۲۰۸)

(۲۳) علامہ عمر الحروسی (۲۰۹)

(۲۴) علامہ عمر بن حمدان (۲۱۰)

(۲۵) علامہ علی بن حسین

(۲۶) علامہ عابد بن حسین مفتی مالکیہ

(۲۷) علامہ علوی بن حسن (سید)

(۲۸) علامہ فرید مکی (۱۳۳۵ھ/۱۹۱۶ء)

(۲۹) علامہ محمد عبدالحیٔ ابن شیخ الکبیر السید عبدالکبیر الکتانی الحسنی

(۳۰) علامہ محمد جمال

(۳۱) علامہ محمد بن عثمان دحلان

(۳۲) علامہ محمد یوسف

(۳۳) علامہ محمد بن سعید محمد المغربی

(۳۴) علامہ محمد سعید

(۳۵) علامہ مامون البری

(۳۶) علامہ مصطفیٰ خلیل مکی (۱۳۹۹ھ/۱۹۲۰ء)

اب ان خلفاء کا ذکر کیا جارہا ہے جنہوں نے ہدایت کی کرنیں عرب وعجم کی سرزمین پر پھیلائیں ہیں، ہندوستان و پاکستان کے ایسے خلفاء ہیں جنہوں نے دین حق کی ترویج واشاعت اور مسلک اعلیٰ حضرت کے فروغ میں نمایاں کردار ادا کیا ہے، اگرچہ ان کی صحیح تعداد کا علم نہیں ہوسکا لیکن اکثر حضرات کا ذکر اس طرح ملتا ہے:(۲۱۱)

(۱) علامہ سید احمد اشرفی کچھوچھوی (۱۳۴۳ھ/۱۹۲۴ء)

(۲) علامہ احمد مختار صدیقی میرٹھی (۱۳۵۷ھ/۱۹۳۸ء)

(۳) علامہ احمد حسن امروہوی (۱۳۶۱ھ/۱۹۴۲ء)

(۴) علامہ احمد ابوالبرکات قادری (۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸ء)

(۵) علامہ احمد بخش صادق (۱۳۶۴ھ/۱۹۴۵ء)

(۶) علامہ امام الدین کوٹلی لوھاران (۱۳۸۱ھ/۱۹۶۱ء)

(۷) علامہ امجد علی اعظمی (۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء)

(۸) علامہ حامد رضا خاں (۱۳۶۲ھ/۱۹۴۲ء)

(۹)	علامہ حبیب اللہ قادری میرٹھی	(۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء)
(۱۰)	علامہ حسنین رضا خاں	(۱۴۰۲ھ/۱۹۸۱ء)
(۱۱)	علامہ دیدار علی شاہ الوری	(۱۳۵۴ھ/۱۹۳۵ء)
(۱۲)	علامہ سید سلیمان اشرف بہاری	(۱۳۵۱ھ/۱۹۲۹ء)
(۱۳)	علامہ سید محمد محدث کچھوچھوی	(۱۳۸۱ھ/۱۹۶۱ء)
(۱۴)	علامہ ظفر الدین قادری	(۱۳۸۲ھ/۱۹۶۲ء)
(۱۵)	علامہ عبدالاحد قادری	(۱۳۴۸ھ/۱۹۲۹ء) (۱)
(۱۶)	علامہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی	(۱۳۷۴ھ/۱۹۵۴ء) (۲)
(۱۷)	علامہ عبدالسلام جبلپوری	(۱۳۷۲ھ/۱۹۵۳ء) (۳)
(۱۸)	علامہ عبدالباقی برھان الحق جبلپوری	(۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء) (۴)
(۱۹)	قاضی عبدالوحید صدیقی فردوسی	(۱۲۸۹ھ/۱۳۲۶ء) (۵)
(۲۰)	علامہ سید محمد عبدالسلام باندوی	(۱۳۸۷ھ/۱۹۶۸ء) (۶)
(۲۱)	علامہ عمر بن ابی بکر	(۷)
(۲۲)	علامہ عمر الدین ھزاروی	(۱۳۴۹ھ/۱۹۳۱ء) (۸)
(۲۳)	علامہ غلام احمد فریدی	(۹)
(۲۴)	علامہ غلام جان جودھپوری	(۱۰)
(۲۵)	علامہ غلام جان ھزاروی	(۱۳۷۹ھ/۱۹۵۹ء) (۱۱)
(۲۶)	منشی لعل محمد خاں مدراسی	(۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء) (۱۲)
(۲۷)	علامہ محمد شریف کوٹلی لوھاران	(۱۳۷۰ھ/۱۹۵۱ء) (۱۳)
(۲۸)	علامہ محمد رحیم بخش آروی	(۱۳۴۳ھ/۱۹۲۵ء) (۱۴)
(۲۹)	علامہ محمد حبیب الرحمٰن	(۱۳۶۳ھ/۱۹۴۳ء) (۱۵)

(۳۰) علامہ مصطفےٰ رضا خاں نوری (۱۴۰۲ھ/۱۹۸۱ء) (۱۶)

(۳۱) مولانا میر مومن علی مومن جنیدی (۱۷)

(۳۲) علامہ نعیم الدین مرادآبادی (۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء) (۱۸)

(۳۳) علامہ نور الحسن لکھنوی (۱۳۹۴ھ/۱۹۷۴ء) (۱۹)



﴿الباب الثالث﴾

امام احمد رضا

اور

ان کے معاصر علماء



امام احمد رضا خاں کے معاصر علماء وفقہاء کی ایک طویل فہرست ہے، جن میں ہر ایک علوم وفنون کی دنیا میں کسی نہ کسی میدان کا امام تصور کیا جاتا تھا۔ بعض علماء کے اسماء درج ذیل ہیں (۲۱۲)

(۱) احمد حسن امروہوی (۱۳۳۰ھ)

(۲) احمد حسن کانپوری (۱۳۲۲ھ)

(۳) فیض الحسن سہارنپوری (۱۳۰۴ھ)

(۴) عبدالحق خیرآبادی (۱۳۱۸ھ

(۵) نواب صدیق حسن قنوجی (۱۳۰۷ھ)

(۶) محمد قاسم نانوتوی (۱۲۹۷ھ)

(۷) رشید احمد گنگوہی (۱۳۲۳ھ)

(۸) عبدالقادر بدایونی (۱۳۱۹ھ)

(۹) عبدالرازق فرنگی محلی (۱۳۰۷ھ)

(۱۰) مفتی لطف اللہ علی گڑھی (۱۳۳۴ھ)

(۱۱) ھدایۃ اللہ جونپوری (۱۳۲۶ھ)

یہ وہ شخصیات ہیں علوم وفنون کی دنیا میں جنکی دھاک ہمیشہ بیٹھی رہی اور جنکی عبقریت کا سلسلہ ہمیشہ رائج الوقت رہا، مگر فاضل بریلوی کی وہ نامی گرامی شخصیت کہ ایسے آفتابِ علم وفن کے درمیان بھی مستنیر رہی اور علوم وفنون کے تمام گوشوں میں انھوں نے اپنی ریاست تسلیم کرائی، جنکا بلا اختلافِ مسلک و مذھب وملت تمام معاصر اہلِ علم نے اعتراف کیا۔ عرب وعجم کے علماء کے درمیان ان کی حیثیت مہتم بالشان تھی۔ سفر حج میں علمائے عرب نے ان کی صلاحیت کے اعتراف میں اجازات وسندات سے نوازا، جبکہ

دوسرے سفر حج (۱۳۲۳ھ) میں علمائے عرب نے ان کو اعزازات سے نوازا اور ان سے سندات واجازات حاصل کیں۔ علماء حرم بطور خاص انہیں بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے، خاص طور سے حرمین کے علماء آپ کی فقہی بصیرت کے بڑے کھلے دل سے مداح تھے۔ ان کی اس صلاحیت کا لوہا عرب وعجم کے علاوہ ہندو پاک کے دانشوروں نے یکساں طور پر تسلیم کیا ہے، چنانچہ ہندوستان کے مشہور عالم مولانا ابوالحسن ندوی کے والد مولانا عبد الحی لکھنوی اور مشہور اسلامی مفکر علامہ اقبال اور مشہور ریاضی داں، علیگڑھ مسلم یونیورسٹی کے سابق وائس چانسلر پروفیسر ڈاکٹر سر ضیاء الدین کے درج ذیل اقوال سے اس کی تائید ہو سکتی ہے:

(۱) ''یندر نظیره فی عصره فی الاطلاع علی الفقه الحنفی و جزئیاته ویشهد بذالک مجموع فتاویٰ و کتابه ''کفل الفقیه الفاهم فی احکام قرطاس الدراهم'' (۲۱۳)

ترجمہ: فقہ حنفی اور اس کی جزئیات سے آگاہی رکھنے والا ان کے زمانے میں ان کی کوئی نظیر نہ تھی جس پر ان کا مجموعہ فتاویٰ "العطایا النبویة فی الفتاویٰ الرضویة" اور کتاب ''کفل الفقیہ الفاھم فی احکام قرطاس الدراھم'' شاہد عدل ہیں''۔

(۲) ''ہندوستان کے دور آخر میں ان جیسا طباع اور ذہین فقیہ پیدا نہیں ہوا''۔ (۲۱۴)

(۳) ''ان کو علم لدنی حاصل تھا، میرے سوال کو جو بہت مشکل اور لاینحل تھا ایسا فی البدیہہ جواب دیا گویا اس مسئلے پر عرصہ سے ریسرچ کی ہے۔ اب ہندوستان میں کوئی اس فن کا جاننے والا نہیں۔ (۲۱۵)

یقیناً یہ ہستی نوبل پرائز کی مستحق ہے'' (۲۱۶)

ٹھیک اسی طرح دوسرے علوم وفنون میں بھی ان کا یہی حال تھا، یہ سب کچھ امام

احمد رضا نے اس دور میں حاصل کئے جبکہ ان کے گرد و پیش ایسے ایسے جید باکمال ارباب علم و فن تھے جن کی علمی کاوشیں آج بھی طالبان علوم کے لئے مشعل راہ ہیں، ان شخصیات کی ایک مختصر فہرست ان کے کمالات کے ذکر کے ساتھ ذیل میں دی جارہی ہے جس سے بآسانی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ان کے معاصرین علم وفضل کی کس بلندی پر فائز تھے اور ان کے درمیان امام احمد رضا نے کیا مقام حاصل کیا۔

مولانا ارشاد حسین رامپوری رحمۃ اللہ علیہ:

نام محمد ارشاد حسین، القاب تاج المحدثین، سراج الفقہاء، شیخ العلماء الراسخین، قطب الارشاد، (عطا فرمودہ از علماء اہلسنّت والجماعت) تھے۔ آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی حکیم احمد حسین تھا۔ (۲۱۷) فارسی اور اس سے متعلقہ کتب کی تحصیل والد ماجد سے اور علوم عقلیہ ونقلیہ اور مروّجہ علوم وفنون کی تکمیل حسب ذیل علماء کرام سے کی:

(۱) مولانا امداد حسین مجددی

(۲) مولانا احمد علی (۲۱۸)

(۳) مولانا جلال الدین

(۴) مولانا حافظ غلام نبی

(۵) مولانا محمد خاں افغانی (نواب) استاد کلب علی خاں

(۶) مولانا ملا محمد نواب افغانی

(۷) مولانا نصیر الدین خاں

(۸) مولانا واجد علی (۲۱۹)

علوم وفنون سے فراغت کے بعد مولانا مفتی شاہ احمد سعید مجددی کے ہاتھ پر

بیعت ہوئے اور مرشد اعلیٰ سے حدیث اور تفسیر میں ملکہ حاصل کیا اور درس کے ساتھ ساتھ حقائق و اسرار اجازت اور خلافت سے بھی مشرف ہوئے (۲۲۰) اور کچھ مدت کے بعد محمد موسیٰ بخاری کے ہمراہ آٹھ ماہ میں پیدل حجاز کا سفر کیا اور حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے اور پھر بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضری دی اور وہاں کے فیوض و برکات سے مستفید ہوئے۔ حج بیت اللہ سے واپسی پر رام پور (روہیل کھنڈ) میں وارد ہوئے اور مولانا عبدالکریم کی خانقاہ کے حجرہ میں سکونت اختیار کی اور اسی حجرہ میں ۹ ر ماہ کی مدت میں قرآن کریم حفظ کیا (۲۲۱) اور پھر درس و تدریس میں مشغول ہوئے۔ ۱۲۸۴ھ/ ۱۸۶۷ء میں اپنے نام سے اپنے ہی مکان پر مدرسہ ارشاد العلوم (۲۲۲) قائم کیا اور اس میں حدیث و تفسیر کا آغاز کیا۔ دور دراز کے طلباء آپ کے حلقۂ درس میں شامل ہو کر علوم و فنون حاصل کرتے تھے۔

مولانا ارشاد حسین جہاں ایک بلند پایہ مدرس تھے، اسی کے ساتھ ساتھ ایک جلیل القدر فقیہ بھی تھے۔ منگل اور جمعرات فتویٰ نویسی کے لئے مقرر تھے۔ دور دراز کے علماء آپ سے استفتاء کرتے تھے۔ آپ حسن و خوبی اور خوش اسلوبی سے سب کے جوابات تحریر فرماتے۔ ۱۲۹۳ھ کو انہوں نے ایک فتویٰ تحریر کیا اور معاصر علماء نے اس پر تصدیق کی، پھر یہ فتویٰ بریلی مولانا نقی علی خاں کی خدمت میں بھیجا گیا اس کا جواب امام احمد رضا نے مولانا کے جواب کے برعکس تحریر فرمایا اور والد ماجد مولانا نقی علی خاں نے اس فتوے کی تصدیق فرمائی۔ جب یہ فتویٰ نواب کلب علی خان (والئی رامپور) کی خدمت میں پیش کیا گیا تو نواب نے مولانا ارشاد حسین سے دریافت فرمایا، مولانا موصوف نے بہ زبان حال کہا کہ:

"فتویٰ یہی صحیح ہے جو بریلی سے آیا ہے"

پھر نواب نے کہا کہ آپ کے فتوے کی تمام ہندوستان کے اصحاب علم و فن نے تصدیق کی ہے۔ صرف بریلی کے علماء نے اس کے خلاف لکھا ہے۔ مولانا رامپوری نے

فرمایا:

''علماء نے میری شہرت پر اعتماد کرتے ہوئے ایسا کیا ہے، ورنہ حق یہی ہے کہ فتویٰ وہی صحیح ہے جو بریلی سے آیا ہے''۔(۲۲۳)

محدث سورتی مولانا سے والہانہ عقیدت رکھتے تھے اور بسا اوقات رامپور حاضر ہوکر مولانا سے علمی گفتگو کرتے۔ مولانا سورتی کی عقیدت کا اندازہ درج ذیل واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے:

جب محدث سورتی نے منیۃ المصلی کی شرح التعلیق المجلی کی تو اس میں مولانا رامپوری کو ان آداب والقاب سے نوازا:

''ههُنا تحقيق شريف لقطب الار شاد المحدث النبيه والفقيه الوجيه سندنا العلامة ومستند الفها مه سيد نا ومولانا الشيخ ارشاد حسين الرامفوری''(۲۲۴)

اس کے علاوہ معاصر علماء نے آپ کو علم وفن کا آفتاب گردانا ہے، جبکہ امام احمد رضا جیسی بحر العلوم شخصیت نے بھی آپ کو ہندوستانی علماء کے درمیان سرخیل مانا ہے۔ اس کا اظہار ایک مقام پر یوں کرتے ہیں:

''واقضى عليه ناس، من كبار علماء الهند كا الفاضل الكامل محمد ارشاد حسين الرامفوری ''(۲۲۵)۔

۶۳ سال کی عمر پاکر بحالتِ علالت ۱۳۱۱ھ میں انتقال ہوا۔ عیدگاہ رامپور کے وسیع میدان میں ہزاروں جان نثاروں نے نماز جنازہ ادا کی اور ان کی مسجد کے متصل دفن کیا گیا۔(۲۲۶)

مولانا رامپوری کی قد آور شخصیت کا احاطہ چند جملوں میں مکمل کرنا بے حد مشکل

ہے۔ موصوف نہ صرف جید عالم دین تھے بلکہ صاحب التصانیف بھی تھے۔آپ نے تصانیف کے ساتھ ساتھ ہم عصر علماء کی کتب پر تقاریظ بھی تحریر کی ہیں۔ان تقاریظ سے مولانا کی نابغۂ روزگار شخصیت کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے، سردست ہم فاضل بریلوی اور دیگر علماء کی چند کتب پیش کررہے ہیں جن کا ہمیں اب تک علم ہوسکا ہے اور جن پر علامہ رامپوری نے تقاریظ لکھی ہیں:

(۱) احمد رضا خاں: اقامة القيامة على طاعن القيام عن النبى التهامة
(۲) احمد رضا خاں: ايذان الأجر
(۳) احمد رضا خاں: مقامع الحديدعلى خدالمنطق الجديد
(۴) احمد رضا خاں: كفل الفقيه الفاهم فى احكام قرطاس الدراهم
(۵) احمد رضا خاں: تقبيل العين فى حكم تقبيل الابهامين
(۶) سکندر علی واصل: تحفة العلماء
(۷) عبدالسمیع: انوار ساطعة
(۸) محمد سورتی: جامع الشواهد

تصانیف:

(۱) انتصار الحق مطبوعہ رامپور
(۲) ارشاد الصرف مطبوعہ رامپور
(۳) ترجمہ کتاب الجلیل عالمگیر (۲۲۷)
(۴) فتاوٰی ارشادیہ اول مطبوعہ
(۵) فتاوٰی ارشادیہ دوم (۲۲۸)

عبدالحق خیرآبادی:

مولانا عبدالحق ۱۲۴۴ھ/ ۹-۱۸۲۸ء کو دہلی میں پیدا ہوئے اور وہیں تربیت پائی (۲۲۹) اور ابتدائی علوم وفنون کی تحصیل سے لیکر منتہائے علوم عقلیہ تک کی تعلیم کی تکمیل والد ماجد علامہ فضل حق ابن فضل امام خیرآبادی (۱۲۷۸ھ-۱۸۶۱ء) سے فرمائی اور ۱۲ سال کی قلیل مدت میں فارغ التحصیل ہوگئے۔ ۱۸۵۷ھ میں آپ دہلی میں مقیم تھے۔ والد ماجد کی گرفتاری پر لکھنؤ پہنچ کر پیروی کی، پھر کچھ مدت خیرآباد میں گزاری، چند ماہ بعد نواب رامپور کی طلبی پر رامپور تشریف لے گئے اور ۱۲۸۶ھ/ ۱۸۶۹ء سے ۱۳۰۰ھ/ ۱۸۸۳ء تک مدرسہ عالیہ رامپور کے صدر متعین ہوئے۔ صاحب نزہۃ الخواطر آپ کی جلالت علمی کو اس طرح بیان کرتے ہیں:

"کان اماماً جوالأفی المنطق والحکمة، عارفاً بالنحو واللّغة ذاسکینة ووقار ووفور ذکاء وحسن تعبیر" (۲۳۰)

مولانا خیرآبادی کو منطق وفلسفہ میں تبحر حاصل تھا۔ دور دراز کے طلباء علوم عقلیہ کی تحصیل کے لئے آپ کے روبروزانوئے تلمذ تہہ کرتے تھے۔ علم ادب میں معاصر علماء سے اپنی صلاحیت کالوہا منوایا۔ ۱۲ر شوال ۱۳۱۶ھ/ ۱۸۹۹ء میں انتقال ہوا۔ (۲۳۱)

مولانا جہاں علم وفن کے بے تاج بادشاہ تھے، وہیں میدانِ قلم کے بھی شہسوار تھے۔ آپ کی تمام کتب کا علم نہیں ہوسکا، البتہ جن کتابوں کا پتہ چل سکا درج ذیل دیکھی جاسکتی ہیں:

(۱) **تسهیل الکافیه معرب من شرح الکافیه للسید الشریف**

(۲) شرح هداية الحكمة للابهری

(۳) حاشية على حاشية غلام يحيٰ على ميرزاهد رسالة

(۴) حاشية على حاشية ميرزاهد على شرح المواقف

(۵) حاشية على شرح السلم حمدالله

(۶) حاشية شرح المسلم للقاضی

(۷) شرح على مسلم الثبوت (۲۳۲)

مولانا عبدالحئ فرنگی محلی:

مولانا عبدالحئ کی ولادت ۱۲۶۴ھ/۱۸۴۷ء کو یوپی کے مشہور شہر باندہ میں ہوئی۔ (۲۳۳) جب آپ چار برس کے ہوئے تو آپ کے والد ماجد مولانا عبدالحلیم باندہ کو چھوڑ کر لکھنؤ میں مقیم ہوئے، اسی اثناء میں آپ کی باضابطہ تعلیم شروع ہوئی۔

مولانا عبدالحئ نے ابتدائی کتب کا اکتساب والدہ ماجدہ اور مولوی خلیل حسین مظفر پوری سے کیا۔ علوم عقلیہ ونقلیہ کی بعض کتابیں مولوی نعمۃ اللہ (۱۲۹۰ھ/۱۸۷۳ء) سے پڑھیں، دومرتبہ خانۂ کعبہ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ (۲۳۴) ۱۲۷۹ھ/۱۸۶۲ء میں والد ماجد کے ہمراہ سفر حجاز فرمایا اور مکہ معظمہ کے سرخیل عالم احمد بن زینی دحلان (۱۳۰۴ھ/۱۸۸۶ء) سے علوم عقلیہ ونقلیہ کی اجازت حاصل کی (۲۳۵) اور ۱۲۹۲ھ/۱۸۷۸ء میں دوبارہ حرمین طیبین کی زیارت سے مشرف ہوئے اور درج ذیل مشائخ کرام سے اجازتیں حاصل کیں۔

(۱) عبدالغنی بن شاہ ابوسعید، ۱۲۹۶ھ/۱۸۷۸ء (۲۳۶)

(۲) شیخ الدلائل علی الحریری المدنی (۲۳۷)

(۳) سید محمد بن عبداللہ (۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء) (۲۳۸)

مولانا عبدالحیٔ نے علوم وفنون کی تحصیل کے بعد ہزاروں تشنگان علوم وفنون کو سیراب کیا جن کی ایک طویل فہرست ہے۔ ۱۹ ربیع الاول ۱۳۰۴ھ/ ۱۸۸۶ء بروز دوشنبہ لکھنؤ میں وصال فرمایا۔

مولانا لکھنوی جہاں ایک جلیل القدر مدرس تھے، وہیں ایک بلند پایہ مصنف بھی تھے۔ آپ نے متعدد علوم وفنون میں ایک سو سے زائد چھوٹی بڑی کتابیں لکھیں جن میں کچھ مطبوعہ اور کچھ غیر مطبوعہ ہیں جن کا اس مختصر مقالہ میں احاطہ ناممکن ہے، البتہ ان کی چند مشہور تصانیف کے اسماء درج ذیل ہیں:

(۱) الآثار المرفوعة فی الاخبار الموضوعة
(۲) عمدة الرعاية حاشية شرح وقاية
(۳) التبيان فی شرح الميزان
(۴) التحقيق العجيب فی مسئلة التثويب
(۵) خير الكلام فی تصحيح كلام الملوك ملوك الكلام
(۵) تكملة الميزان (۲۳۹)

مولوی عبدالعلی آسی مدراسی:

مولانا عبدالعلی کی ولادت باسعادت چتور، صوبہ مدراس میں ہوئی۔ ایام شباب میں لکھنؤ آ کر مولانا عبدالحیٔ (۱۳۰۴ھ/ ۱۸۸۶ء) سے متعدد کتابیں پڑھیں، اس کے علاوہ مولوی الٰہی بخش فیض آبادی سے بھی استفادہ کیا۔ علوم وفنون سے فراغت کے بعد مطبع نظامی میں تصحیح کتب میں مشغول ہوئے پھر کچھ عرصہ کے بعد اپنا مطبع قائم فرمایا۔ مولانا مدراسی جہاں ایک بلند پایہ مصنف تھے وہیں شعروسخن سے بھی گہری دلچسپی رکھتے تھے۔ ۱۳۲۷ھ/

۱۹۰۸ء میں انتقال ہوا۔

مولانا مدراسی کی کتب کی صحیح تعداد معلوم نہ ہو سکی البتہ چند کتب کا ذکر کتابوں میں ضرور ملا:

(۱) التبصرة النظامية في الرؤس الثمانيه

(۲) تكملة واجب الحفظ

(۳) تبصرة الحكمة فى حفظ الصحة

(٤) حل التصاريف المشكلة

(٥) ميزان اللسان

(٦) تنبيه الوهابين (۲۴۰)

مولانا وصی احمد محدث سورتی رحمۃ اللہ علیہ:

مولانا وصی احمد سورتی کی ولادت با سعادت سورت (۲۴۱) میں ہوئی۔ آپ کے والد ماجد مولانا محمد طیب سورتی (۱۲۷۶ھ) اپنے زمانہ کے عالم اور جلیل القدر فقیہ تھے۔

مولانا سورتی کا نسب حضرت سہیل بن حنیف صحابیٔ رسول ﷺ (۱۸۲ھ) سے ملتا ہے۔ انہوں نے اپنی تعلیم کا آغاز مدرسہ حسین بخش (۲۴۲) سے کیا اور معاصر علماء، فقہاء اور ادباء سے علومِ معقول و منقول میں دسترس حاصل کی اور پھر کانپور (شہر) پہنچکر مولانا لطف اللہ علی گڑھی (۱۹۱۶ء) کے حلقۂ درس میں شامل ہو کر کمال حاصل کیا۔ مولانا علیگڑھی کے علاوہ آپ نے مولانا احمد حسن کانپوری ۱۳۲۲ھ اور مولانا محمد علی مونگیری سے بھی استفادہ کیا۔ ۱۲۸۶ھ کے بعد گنج مراد آباد (۲۴۳) میں قطب الارشاد حضرت فضل رحمٰن گنج مراد آبادی سے بیعت ہوئے۔ موصوف نے مولانا کو طریقت و سلوک کی تعلیم سے مزین کیا (۲۴۴) پھر مدرسہ فیض عام میں صدر مقرر ہوئے اور دارالافتاء کی ذمہ داری سنبھالی، مگر یہاں

کی فضا خوشگوار نہ ہونے کے باعث آپ نے پیلی بھیت کا رخ کیا(۲۲۵) اور مدرسہ حافظ العلوم (۲۲۶) کو درس وتدریس کے لئے منتخب کیا اور جلد ہی اس مدرسہ کے صدر مقرر ہوئے۔

محدث سورتی کی آمد اس علاقہ کے لئے باعث افتخار تھی۔ بڑے بڑے علماء فقہاء اور صوفیاء آپ کے تبحر علمی کو دیکھ کر فرط مسرت میں غرق تھے۔ علم حدیث کی تحصیل کیلئے تشنگان علوم وفنون جوق در جوق آنے لگے۔

مدرسۃ الحدیث محدث سورتی کی حیات کا ایک درخشندہ باب ہے۔ اس کے اختتام کے وقت ملک وبیرون ملک کے مشاہیر علماء نے شرکت کی اور اس تاریخ ساز موقع پر مولانا شاہ احمد رضا خان نے علم حدیث پر تین گھنٹے ایک جامع تقریر فرمائی۔(۲۲۷)

محدث سورتی فاضل بریلوی سے بہت متاثر تھے۔ پیلی بھیت سے اکثر بریلی حاضر ہوتے اور فاضل بریلوی سے علمی گفتگو فرماتے۔ اعلیٰ حضرت مولانا سورتی کی آمد سے بہت خوش ہوتے۔ مولانا ظفر الدین بہاری اس دلکش منظر کو اپنی تصنیف میں اس طرح بیان کرتے ہیں:

> ''جس وقت ان دونوں کی نظریں دوچار ہوتیں، پہلے مصافحہ، پھر معانقہ فرماتے اس کے بعد ایک دوسرے کی دست بوسی کرتے، پھر دونوں حضرات سائبان میں قالین پر تشریف رکھتے، پھر ایک دوسرے کی خیریت دریافت کرنے کے بعد علمی باتیں شروع ہوتیں۔ افسوس کہ اس وقت ان کے ضبط کا خیال نہ ہوا ورنہ خدا جانے کیسے گرانمایہ مضامین اکٹھا ہو جاتے۔''(۲۲۸)

حضرت محدث سورتی امام احمد رضا سے ہمیشہ استفتاء کرتے اور اعلیٰ حضرت اس کا مدلل ومفصل جواب مرحمت فرماتے۔(۲۲۹)

محدث سورتی ان کی صلاحیت و عارفانہ بصیرت اور عشق رسول ﷺ کو دیکھ کر بے حد متاثر تھے۔ اس کا اندازہ درج ذیل قصے سے لگایا جا سکتا ہے:

''ایک مرتبہ سید محمد کچھ چھوی نے دریافت کیا کہ آپ کو مولانا فضل الرحمٰن گنج مراد آبادیؒ سے بیعت حاصل ہے لیکن میں دیکھتا ہوں کہ آپ کا شوق جو اعلیٰ حضرت سے ہے'' کسی سے نہیں اعلیٰ حضرت کی یاد، ان کا تذکرہ، ان کے فضل و کمال کا خطبہ آپ کی زندگی کے لئے روح کا مقام رکھتا ہے۔ محدث سورتی نے مولانا کچھوچھوی کی دریافت پر کتنا فقید المثال جواب دیا جو آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ فرماتے ہیں:

''سب سے بڑی دولت وہ علم نہیں ہے جو میں نے مولوی اسحٰق (محشی بخاری) سے پائی اور وہ بیعت نہیں ہے جو گنج مراد آباد میں نصیب ہوئی بلکہ وہ ایمان جو ذریعۂ نجات ہے، میں نے صرف اعلیٰ حضرت سے پایا اور میرے سینے میں پوری طرح عظمت کے ساتھ مدینہ کا تصور بسانے والے اعلیٰ حضرت ہیں، اس لئے ان کے تذکرے سے میری روح میں بالیدگی پیدا ہوتی ہے اور ان کے ایک ایک کلمہ کو اپنے لئے مشعل ھدایت جانتا ہوں'' (۲۵۰)

الغرض محدث سورتی نے فاضل بریلوی سے بہت سے سوالات کیئے مگر اصول و فروع کسی مسئلہ میں اختلاف نہیں کیا۔ فاضل بریلوی موصوف سے مراسلت کرتے تو اس طرح اس کی ابتداء کرتے:

''الاسد الاسد والا شد الاشد کنزالکرامة جبل الاستقامة'' (۲۵۱)

محدث سورتی کا انتقال ۲۱ / اپریل ۱۹۱۶ء کو پیلی بھیت میں ہوا، امام احمد رضا کے فرزند اکبر مولانا حامد رضا خاں نے بعد نماز ظہر نماز جنازہ پڑھائی اور پیلی بھیت ہی میں سپرد

خاک ہوئے۔

امام احمد رضا نے درج ذیل آیۂ کریمہ سے تاریخ وفات استخراج فرمائی:

يطاف عليهم بآنيةٍ من فضة وأكواب

۳۴----۱۳ھ

محدّث سورتی کے خلوص ومحبت اور ارادت قلبی کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ جو امام احمد رضا کی تاریخ وفات ہے وہی محدّث سورتی کی تاریخ انتقال ہے صرف فاضل بریلی کی تاریخ انتقال استخراج کرنا ہو تو ''یطاف'' سے قبل واؤ کا اضافہ کردیں یعنی:

ويطاف عليهم بآنية من فضةٍ و اكواب

۴۰----۱۳ھ

لکھیں تو امام احمد رضا کی تاریخ وفات (۱۳۴۰ھ) نکل آئے گی۔

محدّث سورتی کثیر التصانیف بزرگ تھے۔ ان کی بیشتر تصانیف زیور طبع سے آراستہ ہوچکی ہیں اور کچھ مسودات کی شکل میں محفوظ ہیں اور کچھ نذر حوادث ہوگئیں:

(۱) افادات حصن حصین

(۲) التعلیق المجلی لمافی منیۃ المصلی (مطبوعہ مطبع یوسفی لکھنؤ، ۱۳۱۵ھ/ ۱۸۹۷ء)

(۳) الدرۃ فی عقد الأیدی تحت السرۃ (مطبوعہ بریلی الیکٹرک پریس، ۱۳۶۷ھ/ ۱۹۴۷ء)

(۴) اظہار شریعت (مطبوعہ بریلی الیکٹرک پریس، ۱۳۶۷ھ/ ۱۹۴۷ء)

(۵) انفع الشواھد (مطبوعہ نظامی پریس، کانپور، ۱۲۹۵ھ/ ۱۸۷۶ء)

(۶) تعلیقات شروح اربعہ ترمذی (مطبوعہ مطبع نظامی کانپور، ۱۳۱۳ھ/ ۱۸۹۴ء)

(۷) تعلیقات سنن نسائی

(۸) تعلیقات شرح ملا حسن

(۹) حاشیہ مدارک

(۱۰) حاشیہ بیضاوی

(۱۱) حاشیہ جلالین

(۱۲) حاشیہ شرح معانی الآثار (مطبوعہ مطبع المصطفائی، کانپور ۱۳۰۰ھ)

(۱۳) حاشیہ مقامات حریری (۲۵۲)

(۱۴) حاشیہ شافیہ

(۱۵) حاشیہ میبذی (۲۵۳)

(۱۶) شرح السنن لابی داؤد

(۱۷) شرح مشکوٰۃ المصابیح

(۱۸) شرح شفا (ملا علی قاری) (۲۵۴)

(۱۹) حاشیہ موطأ امام محمد (۲۵۵)

(۲۰) کشف العمامۃ عن سنیۃ العمامہ (۱۳۲۶ھ) (۲۵۶)



﴿الباب الرابع﴾

امام احمد رضا
علم وفن کی دنیا میں



علوم نقلیہ

قرآنیات:

مولانا احمد رضا خاں نے متعدد علوم وفنون پر طبع آزمائی کی جس کا اجمالی خاکہ گذشتہ صفحات میں بیان کیا جاچکا ہے۔ اس اجمال کی تفصیل موضوع کے لحاظ سے ذیل میں دی جارہی ہے۔

امام احمد رضا نے جس میدان میں بھی قلم اٹھایا اس پر سیر حاصل بحث کی۔ والد ماجد مولانا نقی علی خاں زبردست عالم دین تھے۔ ان ہی کی دینی تربیت نے بیٹے کے رگ و ریشے میں دینی حمیت کو کوٹ کوٹ کر بھر دی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے اپنی زندگی قرآن و حدیث اور مسائل شرعیہ کی ترویج واشاعت میں بسر کی۔ علوم نقلیہ کے موضوع پر لاکھوں صفحات پر ان کے رشحات قلم پھیلے ہوئے ہیں، جن کی تفصیل تصنیف وتالیف کے باب میں دیکھی جائے گی، سردست ہم یہاں قرآنیات کے موضوع پر ان کی ان گرانمایہ تصانیف کا ذکر کریں گے، علمی دنیا میں جن کی حیثیت سکۂ رائج الوقت کی طرح ہے۔ اس سلسلہ میں پہلے ان کا مشہور ومعروف ترجمہ ''کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن'' (۱۳۳۰ھ) ہے۔

یہ ترجمہ اپنی دیگر خوبیوں کے ساتھ لب ولہجہ کی شستگی اور برمحل محاوروں کا استعمال، ترجمہ کی قرآن واحادیث اور متقدمین علماء ربانین کی تشریحات سے مطابقت میں اپنی مثال آپ ہے، بعض دانشوروں نے یہاں تک بھی لکھا ہے کہ:

''جو مقامِ امتیاز قرآن مجید کو باقی کتب سماویہ کے درمیان حاصل ہے،

اعلیٰ حضرت کے ترجمۂ قرآن کو وہی مقام باقی تراجم میں حاصل ہے۔
فصاحتِ بیان کے آئینہ میں اعجاز قرآن کا عکس نظر آتا ہے'' (۲۵۷)

اس ترجمہ کی مقبولیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ دنیا کی متعدد زبانوں میں اس کا ترجمہ شائع ہو چکا ہے۔ راقم الحروف کی اطلاع کے مطابق کنزالایمان کا ترجمہ ہندی (۲۵۸) انگریزی (۲۵۹) سندھی (۲۶۰) ڈچ (۲۶۱) (اور اب بنگلہ زبان میں) شائع ہو کر قبول عام حاصل کر چکا ہے اور دوسری زبانوں میں منتقل کرنے کا سلسلہ اب بھی بدستور جاری ہے۔ اس ترجمۂ قرآن کے حاشیہ پر امام احمد کے مایۂ ناز خلیفہ مولانا نعیم الدین مراد آبادی کی تفسیر بھی ہے جس کا تاریخی نام ''خزائن العرفان فی تفسیر القرآن'' ہے، جو اس ترجمۂ کے ساتھ متعدد مطابع سے متعدد بار شائع ہو چکی ہے۔

تفسیر:

امام احمد رضا نے ترجمہ کے علاوہ قرآن کی تفسیر بھی لکھی ہے اور اس میں نکتہ آفرینی سے کام لیا ہے۔ انہوں نے اگرچہ قرآن کی کوئی مکمل تفسیر نہیں تحریر کی مگر آپ کی جملہ تصنیفات وتالیفات کا کماحقہ بنظر غائر مطالعہ کیا جائے تو ایک مبسوط ومفصل تفسیر تیار ہوسکتی ہے۔

فاضل بریلوی کی تفسیری صلاحیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ نے سورۂ ضحیٰ کی بعض آیات کی تفسیر ۱۰ اجز تک لکھ کر چھوڑ دی (۲۶۲) جواب حوادث روزگار کی شکار ہو چکی ہے البتہ ان کی تفسیری صلاحیت حواشی کی شکل میں اب بھی پائی جاتی ہے۔ جن اہم تفسیر کی کتابوں پر آپ نے معرکۃ الآراء حاشیے لکھے اور قرآنیات میں اپنی بالغ نظری کا ثبوت دیا، ان میں سے چند یہ ہیں:

(۱) حاشية الزلال الانقى من بحر سبقة الاتقى

(۲) حاشية الدر المنثور

(۳) حاشية الاتقان فى علوم القرآن (للسيوطى)

(۴) حاشية تفسير خازن

(۵) حاشية تفسير بيضاوى وغیرہ

اس کے علاوہ بعض آیات اور سورتوں پر مختلف تصانیف تفسیر کے اہم موضوع پر دستیاب ہوتی ہیں، جنہیں امام احمد رضا کے جلیل القدر شاگرد مولانا ظفر الدین بہاری نے یکجا کیا ہے، درج ذیل چند تصانیف پیش کی جارہی ہیں ان سے فاضل بریلوی کی اس فن میں کامل مہارت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے:

(۱) انوار العلم فى معنى ميعاد استجب لكم

(۲) إنباء الحى إن كلامه المصون تبيان لكلّ شى

(۳) النفخة الفائحة من مسك سورة الفاتحة

علم حدیث:

علم تفسیر کے ساتھ ساتھ فاضل بریلوی علم حدیث کے جملہ گوشوں پر حاوی تھے، اس کا اندازہ آپ کی شہرۂ آفاق تصنیف ''الروض البهيج فى آداب التخريج'' (۱۲۹۶ھ) سے لگایا جاسکتا ہے۔ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے عدیم المثال خلیفہ مولانا رحمٰن علی اس کتاب کا تعارف کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''اگر اس فن میں پہلے کوئی کتاب نہیں لکھی گئی ہو تو پھر امام احمد رضا کو اس فن کا موجد کہا جائے گا'' (۲۶۳)

علم حدیث کیلئے ضبط حدیث میں مہارت ضروری ہے، فاضل بریلوی میں یہ خصوصیت خداداد تھی۔(۲۶۴) ایک مرتبہ ''العقود الدریہ فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ'' کی دو جلدیں مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی کے مرید مولانا وصی احمد محدث سورتی (۱۳۳۴ھ/ ۱۹۱۶ء) سے مستعار لیں اور ایک روز ایک رات میں مطالعہ فرما کر واپس فرمادیں۔(۲۶۵)

شیخ احمد الخیاری المدنی امام احمد رضا کی علم حدیث میں مہارت کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''وھو امام المحدثین''(۲۶۶)

فاضل بریلوی کا حفظ حدیث میں اگر مقام متعین کیا جائے تو یہ بہت مشکل ہے۔ آپ کی تصانیف وتوالیف کا مطالعہ کیا جائے تو ورق ورق پر احادیث اظہر من الشمس ہیں۔

فاضل بریلوی کی علم حدیث میں کہاں تک نظر تھی، اس کا اندازہ ان کی بیش قیمت کتابوں سے لگایا جاسکتا ہے۔

(۱) الزبدة الزکیة فی تحریم سجود التحیة:

یہ اہم کتاب مولانا بریلوی نے ایک سوال کے جواب میں سجدۂ (تعظیمی کو حرام) ثابت کرنے کے لئے تحریر فرمائی، اس میں آپ کے تبحر علمی وفنی کو دیکھا جاسکتا ہے۔ ملک کے نامور محقق مولانا ابوالحسن علی ندوی اس عدیم النظیر تصنیف کے سلسلہ میں لکھتے ہیں کہ:

''وھی رسالة جامعة تدل علیٰ غذارة علمه وقوة استدلاله''(۲۶۷)

(۲) الفضل الموھبی فی معنی اذا صح الحدیث فھو مذھبی (۱۳۱۳ھ/۱۸۹۵ء)

اس کتاب کے چند اوراق دارالعلوم دیوبند کے جید عالم دین مولانا نظام الدین (احمد پور) سابق ریاست بہاولپور (پاکستان) کو سنائے گئے تو حیرت سے فرمایا:

''یہ سب منازل حدیث مولانا احمد رضا کو حاصل تھے، افسوس کہ میں انکے زمانہ میں رہ کر بے خبر و بے فیض رہا۔ علامہ شامی اور صاحب فتح القدیر مولانا کے شاگرد ہیں، یہ تو امام اعظم ثانی معلوم ہوتے ہیں۔'' (۲۶۸)

امام احمد رضا نے علم حدیث میں ۶۵ سے زائد کتب وحواشی تحریر فرمائے۔ راقم الحروف نے ریسرچ کے دوران جن کتابوں کو خود ملاحظہ کیا یا کتب کی فہرست میں دیکھا ان میں ۴۶ کتب وحواشی عربی میں اور ۹ کتب اردو میں دیکھیں، مذکورہ کتب وحواشی ومتعدد موضوعات پر ایک عظیم شاہکار ہیں۔ ان میں کچھ مطبوعہ اور کچھ غیر مطبوعہ ہیں۔ ان کے تعارف وتبصرہ کے لئے کافی اوراق درکار ہیں جس کا یہ مقالہ متحمل نہیں ہوسکتا، لہٰذا ہم ذیل میں اعلیٰ حضرت کی مختلف موضوعات پر قلمبند کردہ کتب کی تعداد بیان کرنے ہی پر اکتفاء کرتے ہیں:

(۱)	علم حدیث	۲۶
(۲)	اصول حدیث	۴
(۳)	تخریج احادیث	۱
(۴)	لغت حدیث	۱
(۵)	اسانید حدیث	۶
(۶)	جرح وتعدیل	۲
(۷)	اسماء الرجال	۷

علم فقہ:

تفسیر وحدیث میں مہارت رکھنے کے ساتھ ساتھ فاضل بریلوی کو علم فقہ میں بھی

اعلیٰ درجہ کی بصیرت حاصل تھی۔ اگر یہ کہا جائے کہ فقہی بصیرت کی بناء پر ارباب علم وفن میں آپ کی پذیرائی ہوئی تو بے جا نہ ہوگا۔ ان کی اس فقہی بصیرت کا اعتراف ہر مکتبۂ فکر کے علماء نے یکساں کیا ہے صاحب نزھۃ الخواطر لکھتے ہیں کہ:

''یندر نظیرہ فی عصرہ فی الاطلاع علی الفقہ الحنفی وجزئیاتہ ویشھد بذالک مجموع فتاوی و کتابہ ''،''کفل الفقیہ الفاھم فی احکام قرطاس الدراھم''،'' الذی الفہ فی مکۃ سنۃ ثلاث و عشرین و ثلاث ماۃ والف۔'' (۲۶۹) اس کے علاوہ امام احمد رضا کا اس فن میں لکھی ہوئی کتب سے ان کی فقہی بصیرت اور بالغ نظری کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

العطایا النبویۃ فی الفتاویٰ الرضویۃ (۱۳۲۴ھ/۱۹۰۴ء) آپ کی فقہی خدمات کی بہترین دستاویز ہے۔ یہ فتاویٰ بارہ ضخیم مجلدات پر مشتمل ہیں اور ہر ایک جلد جہازی سائز کے ہزار سے زیادہ صفحات پر مبسوط ہے۔ ان فتاویٰ کی تمام جلدیں ہندو پاک کے اہم مطابع سے متعدد بار شائع ہو چکی ہیں۔

اگر (فتاویٰ رضویہ کی ان تمام ۱۲) جلدوں کو جدید تقاضوں کے تحت مرتب کیا جائے تو ۲۵ سے زائد ہو جائیں گی۔ ''العطایا النبویہ'' جہاں علوم نقلیہ کے جملہ علوم فنون کا احاطہ کرتا ہے تو اسی کے ساتھ علوم عقلیہ کی بھی بہترین دستاویز ہے۔

(بحمد للہ رضا فاؤنڈیشن لاہور (پاکستان) علامہ مفتی عبد القیوم قادری رضوی ہزاروی علیہ الرحمۃ کے زیر نگرانی ابتک فتاویٰ رضویہ کی ۲۸ جلدیں جدید انداز پر تخریج وحواشی کے ساتھ شائع کر چکا ہے۔ (وجاہت رسول قادری)

امام احمد رضا نے علوم عقلیہ کی بھی روشنی میں دینی مسائل کا استخراج کیا ہے۔ علم توقیت، جغرافیہ اور ارضیات کی روشنی میں مسافت قصر کا تعین، (۲۷۰) علم ہیئت، توقیت کے

آئینہ میں صوم وصلوٰۃ کے اوقات، (۲۷۱) علم زیجات، ریاضی، فلکیات کی مدد سے رؤیت ہلال کے سیکڑوں مسائل حل فرمائے ہیں۔ (۲۷۲)

امام احمد رضا کو جزئیات فقہ میں کتنی دسترس حاصل تھی اس کا اندازہ ان کی فقہی تصانیف سے لگایا جاسکتا ہے۔

العطایا النبویۃ میں مولانا نے وہ پانی جس سے وضو جائز ہے۔اس کی ۱۶۰ قسمیں قلمبند کی ہیں۔ (۲۷۳) اسی طرح پانی۔ کے استعمال سے عجز کی ۱۷۵ صورتیں بیان فرمائی ہیں (۲۷۴) اور اس موضوع پر ایک تحقیقی وعلمی رسالہ ''سمع الدماء فیما یورث العجز عن الماء'' سپرد قلم فرمایا۔ (۲۷۵)

وہ چیزیں جن سے تیمم جائز ہے ان کی ۱۸۱ قسمیں لکھیں ہیں، ۷۴ منصوصات اور ۱۰۷ زیادات مصنف اور وہ چیزیں جن سے تیمم ناجائز ہے ان کی ۱۳۰ قسمیں لکھی۔ ۵۸ منصوصات اور ۷۲ زیادات۔ (۲۷۶)

جس طرح امام احمد رضا کو جزئیات فقہ میں یدطولیٰ حاصل تھا تو اسی طرح متون فقہ اور جزوی اختلافات مسائل میں دقت نظر اور باریک بینی سے حل کرنے کا اعلیٰ ملکہ حاصل تھا۔

امام احمد رضا کے پاس ہندوستان، پاکستان، برما، چین، امریکہ، افغانستان، افریقہ اور حجاز وغیرہ سے سیکڑوں استفتاء آتے تھے۔ مولانا انکے جوابات سرعت سے تحریر فرما کر ارسال فرماتے۔ (۲۷۷)

امام احمد رضا کے فرزند اکبر مولانا حامد رضا خاں نے ایک مقام پر خود تحریر فرمایا ہے۔ (۲۷۸)

''آپ کے بعض فتوے متعدد علوم وفنون پر مستقل رسائل معلوم ہوتے ہیں، مثلاً یہ فتویٰ الھنی النمیر فی الماء المستدیر۔'' (۲۷۹)

امام احمد رضا کے یہ تحقیقی فتوے عرب وعجم میں قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔
اس قول کی صحت پر ٹھوس شواہد موجود ہیں۔ایک مرتبہ فتاویٰ رضویہ کے چند اوراق بطور نمونہ خانہ کعبہ کے متبحر عالم سید اسمٰعیل غلیل مکی (۱۳۳۸ھ/ ۱۹۱۹ء) کو ارسال کیے تھے، موصوف ان اوراق کو دیکھ کر متحیر رہ گئے اور اپنے مکتوب محررہ ۱۶ر ذی الحجہ (۱۳۲۵ھ/ ۱۹۰۷ء) میں اس پر اس طرح تبصرہ کیا:

''تفضل علینا سید نا بعدة اوراق من فتاویه انموذجة نرجوالله عزشانه ان یسهل ویقارب لکم الاوقات لاتمامهافی اقرب حین فانها حریة بان یعتنی بها جعلها الله تعالی لکم ذخراً لیوم المیعاد واللهِ اقول والحق اقول انه لوراٰها ابوحنیفة النعمان لاقرت عینه ولجعل مولفها من جملة الاصحاب'' (۲۸۰)

ترجمہ: اے ہمارے سردار آپ نے بطور نمونہ اپنے فتاویٰ کے چند اوراق راقم کو عطا کیے تھے۔ہم خداوند کریم سے امید رکھتے ہیں کہ آپ کو فتویٰ نویسی میں مزید سہولتیں عطا کرے گا اور فتاویٰ کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کیلئے اوقات میں برکت فرمائے گا، کیونکہ یہ فتاویٰ اعتنا واہتمام کے لائق ہیں (خداوند قدوس اسے آپ کے لئے توشۂ آخرت بنائے) قسم بخدا میں بالکل سچ کہتا ہوں، اگر امام اعظم نعمان بن ثابت ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے فتاویٰ ملاحظہ فرماتے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں اور اس کے مؤلف کو اپنے شاگردوں میں شامل فرماتے''۔

اسی طرح شیخ ابو الفتاح ابو غدہ (پروفیسر کلیۃ الشریعۃ، محمد بن سعود یونیورسٹی، ریاض نے ''العطایا النبویه فی الفتاویٰ الرضویه'' کے ایک عربی فتوے کا مطالعہ کیا تو حیرت زدہ رہ گئے اور فرمایا:

''عبارت کی روانی اور کتاب وسنت واقوال سلف سے دلائل کے انبار دیکھکر میں حیران رہ گیا اور اس ایک فتوے کے مطالعہ کے بعد میں نے یہ رائے قائم کرلی کہ یہ شخص کوئی بڑا عالم اور اپنے وقت کا زبردست فقیہ ہے''۔(۲۸۱)

ان کے علاوہ عرب وعجم کے جلیل القدر علماء واسکالرز نے مولانا کے فتاویٰ کی تصدیق کرکے فاضل بریلوی کی عبقریت کا اعتراف کیا ہے، ایسے علماء میں:

............شیخ ابوالاعلیٰ مودودی(۲۸۲) (بانی جماعت اسلامی)

............علامہ شاہ معین الدین ندوی (ناظم دارالمصنفین ،اعظم گڑھ)(۲۸۳)

............علامہ ابوالحسن ندوی(۲۸۴)

............حکیم محمد سعید دہلوی(۲۸۵)

............ڈاکٹر محمد اقبال(۲۸۶)

............ڈاکٹر محی الدین الوائی(۲۸۷)

............پروفیسر جے۔ایم۔ایس۔بلیان(۲۸۸)

............مفتی حنفیہ مولانا عبداللہ صدیق(۲۸۹)

............شیخ اسعد بن دھان مکی(۲۹۰)

............سید اسمٰعیل خلیل مکی(۲۹۱) وغیرہ شامل ہیں۔

فقہ اور جزئیاتِ فقہ میں امام احمد رضا نے جس قدر دقتِ نظر سے کام لیا ہے اور اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے اور انہیں کتابوں کی زینت بنایا ہے، ان کا صحیح پتہ چلانا ایک مشکل امر ہے، لیکن ارباب علم وفن نے تحقیق وتجسس کے بعد بابِ فقہیات میں ان کی ۲۲۵ کتابوں کا پتہ لگایا ہے لیکن راقم نے مزید تحقیق کرکے ان کی ۲۴ کتابیں اس فن سے متعلق

مزید برآمد کی ہیں۔اس اصول کی روشنی میں فقہ سے متعلق ان کی چھوٹی بڑی ۲۴۹ کتابیں ہو جاتی ہیں جن میں متون کے علاوہ حواشی اور شروح بھی شامل ہیں۔ یہ کتابیں عربی، فارسی ،اردو تینوں زبانوں پر مشتمل ہیں،عربی میں ۸، فارسی میں ۱۰اور اردو میں ۱۶۱ کتابیں مطبوعہ اور غیر مطبوعہ دونوں شامل ہیں۔البتہ مطبوعہ کتب کی تعداد ایک انداز کے مطابق ۱۴۰ ہے۔

اصول فقہ:

تمام علوم وفنون سے زیادہ اصول فقہ میں درک حاصل کرنا ضروری ہے، جس کے سبب فقہی جزئیات اور مشکل مسائل کی پر پیچ گتھیاں سلجھانے میں آسانی ہو، جب تک کسی علم کے اصول وضوابط سے واقفیت نہیں ہوتی ہے، اس علم میں پختگی کا اعلان بے جا تصور کیا جاتا ہے۔امام احمد رضا کے اندر یہ خاص بات تھی کہ وہ علوم وفنون سے زیادہ ان کے اصول وضوابط پر گہری نظر رکھتے تھے۔

امام احمد رضا نے اہل اصول کی بعض تحقیقات سے اختلاف بھی کیا ہے اور متعدد مواقع پر پیچیدہ مسائل کو حل فرما کر اصلاحات بھی فرمائی ہیں۔اس کی مثال درج ذیل نمونہ سے دیکھی جاسکتی ہے۔

شریعت کے احکامات جو امر ونواہی دونوں پر منحصر ہوتے ہیں۔علماء اصولیین نے پہلے ان کو پانچ اقسام میں تقسیم کیا۔(۲۹۲):

فرض......مستحب......مباح......مکروہ......حرام

اس کے بعد علماء اصولیین نے اس میں توسیع کی اور سات اقسام میں تقسیم کیا۔(۲۹۳)

فرض......واجب مستحب......(من جانب امر)

مباح (مشترک)......مکروہِ تنزیہی،مکروہِ تحریمی

حرام (منجانب نہی)

اس کے بعد محققین نے جد و جہد کے بعد نو مدارج میں تقسیم کیا۔ (۲۹۴)

فرض...... واجب...... سنت مؤکدہ...... سنت غیر مؤکدہ...... مستحب (منجانب امر)...... مباح (مشترک)...... مکروہ تنزیہی...... مکروہ تحریمی...... حرام (من جانب نہی)

مدارج امر و نہی کی یہ تمام قسمیں فقہاء کے کلام میں ملتی ہیں مگر یکجا اصولی اور میزان کے اس طرز پر مذکورہ اقسام کا بیان اعلیٰ حضرت کے سوا کسی کے یہاں نہیں ملتا۔ (۲۹۵) امام احمد رضا کو اصول فقہ سے واقفیت ہی نہیں تھی بلکہ انہوں نے اس اہم موضوع پر اپنے خیالات کو الفاظ کا جامہ پہنایا ہے، اور متعدد کتابیں اس موضوع پر لکھ کر وقت کی اہم ضرورت کو پورا کیا ہے، جن کی تفصیلات فہرست کتب میں دیکھی جاسکتی ہیں۔ سردست انکا اجمالی ذکر کیا جارہا ہے:

(۱) التاج المکلل فی انارۃ مدلول کان یفعل (۲۹۶)

(۲) السیوف الخفیۃ علی عائب ابن حنیفۃ ۱۳۱۱ھ (۲۹۷)

(۳) نشر العرف فی بناء بعض الاحکام علی العرف (۲۹۸)

ان کتب کے علاوہ امام احمد رضا نے اصول کی متداول کتابوں پر مفصل حواشی بھی لکھے ہیں، جن سے فاضل بریلوی کی اصولی بصیرت اور تحقیقی نظر کی نشاندھی ہوتی ہے۔

حاشیہ:

(۱) تبویب الاشباہ والنظائر (۲۹۹)

(۲) فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت (۳۰۰)

(۳) حاشیہ مسلم الثبوت (۳۰۱)

علوم عقلیہ :

امام احمد رضا نے علوم عقلیہ کی تحصیل صرف تین اساتذۂ کرام سے کی، مثلاً مولانا نقی علی خاں (والد ماجد امام احمد رضا)، ابوالحسین احمد النوری مارہروی، مولانا عبدالعلی رامپوری۔

مگر علوم عقلیہ میں خداداد صلاحیت اور حیرت انگیز قوت حافظہ کی بناء پر ید طولیٰ حاصل کیا، اس کا اعتراف امام احمد رضا نے خود کیا ہے:

''جب ریاضی اور جیومیٹری وغیرہ کی تحصیل شروع کی تو ان کی فطری ذکاوت کو دیکھ کر ان کے والد ماجد مولانا نقی علی خاں نے کہا:

''تم اپنے علوم دینیہ کی طرف متوجہ رہو ان علوم کو خود حاصل کر لو گے۔'' (۳۰۲)

چنانچہ ایسا ہی ہوا نہ صرف یہ کہ ان علوم کو حاصل کیا بلکہ ان علوم وفنون میں عربی، فارسی اور اردو میں تقریباً ایک سو پانچ سے زائد تصانیف اور حواشی لکھے، جن کی تفصیلات متعدد کتب میں دیکھی جاسکتی ہیں۔ (۳۰۳)

مولانا احمد رضا خود رقمطراز ہیں:

''حسب ارشاد سامی بعونہ تعالیٰ فقیر نے حساب وجبر ومقابلہ ولوگارثم وعلم مربعات وعلم مثلث کروی وعلم ہیئت قدیمہ وہیئت جدیدہ وزیجات وارثماطیقی وغیرہا میں تصنیفات وتحریرات رائقہ لکھیں اور صدہا قواعد وضوابط خود ایجاد کیے تحدثاً بنعمۃ اللّٰہ''۔ (۳۰۴)

اس کے علاوہ قرآن کریم کا عدیم النظیر ترجمہ فرمایا اور اس کا تاریخی نام ''کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن'' (۱۳۳۰ھ) رکھا۔ یہ ترجمہ جہاں ایک طرف فنی اعتبار سے شاہکار ہے تو دوسری طرف مکمل سائنٹفک ترجمان ہے۔ اس کے علاوہ وہ شہرۂ آفاق فتاویٰ ''العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویۃ (۱۳۲۴ھ) جو بارہ ضخیم مجلدات

پر مشتمل ہے جس کی ہر جلد ہزاروں صفحات میں مشتمل ہے (اب جدید انداز میں اس کی ۲۸ جلدیں رضا فاؤنڈیشن لاھور سے شائع ہو چکی ہیں ۔وجاہت)۔ یہ علمی سرمایہ مفصل دستاویز ہونے کے ساتھ علوم عقلیہ کا بھی احاطہ کرتا ہے، جو اہل علم پر مخفی نہیں ۔تفصیلات کے لئے درج ذیل علوم وفنون، انہیں فتاویٰ سے مستخرج ہیں:

(۱) ریاضی	(۲) جغرافیہ	(۳) صوتیات
(۴) نور	(۵) علم الکیمیا	(۶) علم ہیئت
(۷) توقیت	(۸) بینکاری	(۹) اقتصادیات
(۱۰) علم زیجات	(۱۱) نجوم	(۱۲) علم طبیعات
(۱۳) علم طب	(۱۴) علم الأدویہ	(۱۵) علم معاشیات
(۱۶) علم تجارت	(۱۷) علم شماریات	(۱۸) علم ارضیات
(۱۹) علم سیاسیات	(۲۰) علم بین الاقوامی امور	(۲۱) علم معدنیات
(۲۲) علم اخلاقیات	(۲۳) علم الاحجار	

امام احمد رضا نے ان علوم وفنون کی روشنی میں مسائل شرعیہ کا استخراج کیا ہے،

حکیم محمد سعید دہلوی ایک مقام پر اس کا اعتراف کرتے ہوئے رطب اللسان ہیں:

''فاضل بریلوی کے فتاویٰ کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ احکام کی گہرائیوں تک پہنچنے کے لئے سائنس اور طب کے تمام مسائل سے کام لیتے ہیں اور اس حقیقت سے اچھی طرح باخبر ہیں کہ کس لفظ کی معنویت کی تحقیق کیلئے کن علمی مصادر کی طرف رجوع کرنا چاہیے اس لئے ان کے فتاویٰ میں بہت سے علوم کے نکات ملتے ہیں، مگر طب اور اس علم کے دیگر شعبے مثلاً کیمیا اور علم الاحجار کو تقدم حاصل ہے اور جس وسعت کے ساتھ اس علم کے حوالے ان کے ہاں ملتے ہیں اس سے ان کی دقتِ نظر اور طبی بصیرت کا اندازہ ہوتا ہے اور وہ اپنی تحریروں میں

صرف ایک مفتی نہیں بلکہ محقق طبیب معلوم ہوتے ہیں''۔(۳۰۵)

فاضل بریلوی کو سائنسی علوم پر اتنی ہی دسترس حاصل تھی جتنی دینی علوم پر۔ آپ کے سامنے دینی، سائنسی منقولات یا معقولات کا کوئی مسئلہ لاینحل پیش ہوتا تو آپ فی الفور اس کا جواب تحریر فرما دیتے۔ مثلاً ۱۳۲۳ھ دوسرے حج کے موقع پر علماء حجاز نے دو اہم مسئلوں کے سلسلہ میں آپ سے استفسار کیا۔ ایک کا تعلق علم غیب سے تھا اور دوسرے کا تعلق اقتصادیات اور معاشیات سے تھا۔ آپ نے اس استفتاء کے جواب میں کتابوں کی مدد کے بغیر علم غیب پر ساڑھے آٹھ گھنٹے میں قلیل نشست کے اندر ۲۴۰ صفحات پر مشتمل ایک مدلل جواب بعنوان ''الدولة المكية بالمادة الغيبية (۱۳۲۳ھ)'' تحریر فرمایا اور دوسری کتاب نوٹ کے مسئلہ پر ڈیڑھ گھنٹے میں تصنیف فرمائی اور اس کا تاریخی نام ''كفل الفقيه الفاهم فى احكام قرطاس الدراهم'' (۱۳۲۳ھ) رکھا۔

فاضل بریلوی کی تصنیف ''الدولۃ المکیہ'' ایک عظیم شاہکار ہے۔ پروفیسر ابرار حسین نے جب اس کا مطالعہ کیا تو بہت متاثر ہوئے اور اپنے خیالات کا اظہار یوں کیا:

''اعلیٰ حضرت بہت بلند پایہ ریاضی داں تھے۔ الدولة المكية پڑھنے سے (جو میری سمجھ سے بہت بلند تر ہے) اس کی تصدیق ہوئی کیوں کہ انہوں نے وہاں کچھ دلائل ریاضی کے نظریات پر مبنی دیئے ہیں اور یہ نظریات وہ ہیں جو آج کل **TOPOLOGY** کے زمرے میں آتے ہیں''۔(۳۰۶)

اعلیٰ حضرت کی تصنیفات و تالیفات کے مطالعہ سے مذکورہ قول کی تصدیق ہوتی ہے۔ چنانچہ حاشیہ رسالہ لوگارثم (قلمی) اور حاشیہ رسالہ علم مثلث کروی (قلمی) وغیرہ میں انہوں نے **SPHERICAL TRIGNOMETRY AND LOGARTHIM** میں اپنی جلیل القدر تحقیقات پیش کی ہیں۔(۳۰۷)

امام احمد رضا نے سائنسی بصیرت کی بنا پر بڑے بڑے سائنسدانوں پر تنقید کی جن کی ایک لمبی فہرست ہے سرفہرست چند حضرات کے اسماء درج ذیل پیش کئے جارہے ہیں:

(۱) راجہ رتن سنگھ بہادر ہشیار جنگ (۳۰۸)

(۲) پروفیسر حاکم علی (۳۰۹)

(۳) پروفیسر البرٹ آئن اسٹائن (۳۱۰)

(۴) شیخ بوعلی سینا (۳۸۰ھ/۱۰۸۰ء) (۳۱۱)

(۵) شمس الدین محمد بن مبارک میرک بخاری (۳۱۲)

(۶) نجم الدین علی بن محمد القزوینی (۶۷۵ھ) (۳۱۳)

(۷) ملا محمد جونپوری (۳۱۴)

(۸) آئزک نیوٹن وغیرہ (۳۱۵)

امام احمد رضا نے صرف ان حضرات کا تعاقب ہی نہیں کیا بلکہ ان کے رد میں بہت سے رسائل بھی تحریر فرمائے۔ ان رسائل میں درج ذیل رسائل بہت مشہور ہیں:

(۱) الکلمة الملهمة فی الحکمة المحکمه لو هاء فلسفة المشئمة ۱۳۳۸ھ

(۲) فوزمبین در رد حرکت زمین ۱۳۳۸ھ

(۳) نزول آیات فرقان بسکون زمین و آسمان ۱۳۳۸ھ (۳۱۶)

علم ریاضی:

امام احمد رضا کی شخصیت جامع منقول و معقول تھی۔ علوم عقلیہ میں انہیں جو مہارت حاصل تھی وہ اس دور کے بڑے بڑے جید عالم دین کے یہاں نہیں پائی جاتی ہے۔ فلکیات، ریاضیات، نباتات، حیوانات کونسا ایسا شعبہ ہے جس میں انہوں نے اپنی صلاحیت

کا لوہانہ منوایا ہو اور ہر ایک باب میں اپنی یادگار تصنیف نہ چھوڑی ہوں۔

علوم عقلیہ میں ریاضی بڑا مشکل ترین موضوع تصور کیا جاتا ہے مگر امام احمد رضا جیسی اہم شخصیت اس فن کی رسیا معلوم ہوتی ہے۔ ۱۳۳۹ھ/ ۱۹۱۸ء سے قبل ملک کے مشہور ریاضی داں اور علیگڑھ مسلم یونیورسٹی کے سابق وائس چانسلر پروفیسر ڈاکٹر سر ضیاء الدین ۱۹۴۷ء نے علم المربعات سے متعلق ایک سوال اخبار دبدبۂ سکندری (رامپور) سے طبع کرایا کہ کوئی ماہر ریاضی داں اس کا تشفی بخش جواب دے۔ جب فاضل بریلوی کی خدمت میں یہ سوال پیش کیا گیا تو امام احمد رضا نے اس کا مدلل جواب شائع کرایا اور اس کے ساتھ ایک سوال پیش کر کے سر ضیاء الدین کو متحیر کر دیا، اسی وجہ سے موصوف نے متاثر ہو کر کہا کہ:

''ایک مولوی نے نہ صرف جواب دیا بلکہ الٹا سوال بھی پیش کر دیا'' (۳۱۷)

یہ سر ضیاء الدین کا امام سے پہلا غائبانہ تعارف تھا۔ اس کے بعد پروفیسر موصوف کو ایک مرتبہ پھر ریاضی کے ایک مسئلہ میں دشواری پیش آئی اور جس کے حل کے لئے وہ جرمنی جانا چاہتے تھے لیکن امام احمد رضا کے خلیفہ سید سلیمان اشرف بہاری (سابق صدر، شعبۂ دینیات، مسلم یونیورسٹی، علیگڑھ) موصوف کو لیکر بریلی حاضر ہوئے اور جب سر ضیاء الدین نے اپنا پیچیدہ مسئلہ فاضل بریلوی کے سامنے پیش کیا تو آپ نے اسی وقت اس کا حل پیش کر دیا (۳۱۸) اور اسی تاثر کی بناء پر سر ضیاء الدین نے سید سلیمان اسرف بہاری سے کہا: ''یہاں اتنا زبردست محقق، عالم اس وقت ان کے سوا شاید ہی ہو۔ اللہ نے ایسا علم دیا ہے کہ عقل حیران ہے۔ دینی، مذہبی اسلامی علوم کے ساتھ ریاضی، اقلیدس، جبر و مقابلہ، توقیت وغیرھا میں اتنی زبردست قابلیت اور مہارت کہ میری عقل جس ریاضی کے مسئلے کو ہفتوں غور و فکر کے بعد بھی حل نہ کر سکی، حضرت نے چند منٹ میں حل کر کے رکھ دیا:

''صحیح معنی میں یہ ہستی نوبل پرائز کی مستحق ہے'' (۳۱۹)

امام احمد رضا نے اس اہم موضوع پر اپنے خیالات کو بھی الفاظ کا جامہ پہنایا ہے اور اردو، فارسی، عربی تینوں زبانوں میں متعدد کتب ورسائل اور حواشی لکھ کر وقت کی اہم ضرورت کو مکمل کیا ہے۔ تحقیق وجستجو کے بعد جن کتابوں کا علم ہو سکا ان میں عربی میں پانچ، اردو میں ایک اور فارسی میں تین ہیں۔ ان کی تفصیلات تصانیف کے باب میں دیکھی جا سکتی ہیں، سردست اس کا اجمالی خاکہ یہاں پیش کیا جا رہا ہے:

(۱) الکلام الفهیم فی سلاسل الجمع والتقسیم ۱۳۱۹ھ/۱۸۹۸ء

(۲) اشكال الاقليدس لنكس اشكال اقليدس ۱۳۰۲ھ/۱۸۸۳ء

(۳) الكسر العشری ۱۳۳۱ھ/۱۹۱۲ء

تاریخ گوئی:

اس کا تعلق علم ریاضی سے ہے۔ فاضل بریلوی کو تاریخ گوئی میں اتنا کمال حاصل تھا کہ معاصرین میں دور تک نظر نہیں آتا۔ فاضل بریلوی نے اس فن کی تحصیل کیلئے دور دراز کے سفر نہیں کئے بلکہ حیرت انگیز قوت حافظہ اور خداداد صلاحیتوں کی بناء پر ہمعصر علماء سے سبقت لے گئے، آپ کو اس فن میں اتنا ملکہ حاصل تھا کہ انسان جتنی دیر میں کوئی مفہوم لفظوں میں ادا کرتا ہے، اعلیٰ حضرت اتنی ہی دیر میں بے تکلف تاریخی مادے اور جملے فرمادیا کرتے تھے۔ موصوف کا یہ معمول تھا کہ ہجری سن کو عیسوی سن پر مقدم کرتے، جبکہ اس فن کے ماہرین دونوں تاریخوں کا سہارا لیتے ہیں مگر امام نے عربی اسلامی تاریخ ہی کا لحاظ کیا اور خوشی سے لیکر غم تک اور سن تالیف سے لیکر سن طباعت تک کی تمام تاریخیں سن ہجری سے ہی نکالتے۔ آپ کی اکثر تصانیف کے اسماء تاریخی ہی ہیں اور ان کی خصوصیت یہ ہے کہ ان اسماء سے کتب کا موضوع، سن تالیف، طباعت کتاب، اور مندرجات سب عیاں

ہو جاتے ہیں مثلاً درج ذیل کتابیں:

(۱) کنزالایمان فی ترجمة القران (۱۳۳۰ھ)

ک	ن	ز	ا	ل	ا	ی	م
۲۰	۵۰	۷	۱	۳۰	۱	۱۰	۴۰
ا	ن	ف	ی	ت	ر	ج	م
۱	۵۰	۸۰	۱۰	۴۰۰	۲۰۰	۳	۴۰
ت	ا	ل	ق	ر	ا	ن	
۴۰۰	۱	۳۰	۱۰۰	۲۰۰	۱	۵۰	

=۱۳۳۰ھ

(۲) کفل الفقیہ الفاهم فی احکام قرطاس الدراهم (۱۳۴۰ھ)

ک	ف	ل	ا	ل	ف	ق	ی
۲۰	۸۰	۳۰	۱	۳۰	۸۰	۱۰۰	۱۰
ہ	ا	ل	ف	ا	ہ	م	ف
۵	۱	۳۰	۸۰	۱	۵	۴۰	۸۰
ی	ا	ح	ک	ا	م	ق	ر
۱۰	۱	۸	۲۰	۱	۴۰	۱۰۰	۲۰۰
ط	ا	س	ا	ل	د	ر	ا
۹	۱	۶۰	۱	۳۰	۴	۲۰۰	۱
ہ	م						
۵	۴۰						

=۱۳۴۴ھ

(۳) حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین (۱۳۲۴ھ)

ح	س	ا	م	ا	ل	ح	ر
۸	۶۰	۱	۴۰	۱	۳۰	۸	۲۰۰
م	ی	ن	ع	ل	ا	م	
۴۰	۱۰	۵۰	۷۰	۳۰	۱	۴۰	
ن	ح	ر	ا	ل	ک	ف	ر
۵۰	۸	۲۰۰	۱	۳۰	۲۰	۸۰	۲۰۰
و	ا	ل	م	ی	ن		
۶	۱	۳۰	۴۰	۱۰	۵۰	=۱۳۲۴ھ	

(۴) معین مبین بهر دور شمس و سکون زمین (۱۳۳۸ھ)

م	ع	ی	ن	م	ب	ی	ن
۴۰	۷۰	۱۰	۵۰	۴۰	۲	۱۰	۵۰
ب	ہ	ر	د	و	ر	ش	
۲	۵	۲۰۰	۴	۶	۲۰۰	۳۰۰	
م	س	و	س	ک	و	ن	ز
۴۰	۶۰	۶	۶۰	۲۰	۶	۵۰	۷
م	ی	ن					
۴۰	۱۰	۵۰	= ۱۳۳۸ھ				

یہ جلیلۃ القدر کتاب امام احمد رضا نے پروفیسر البرٹ ایف پورٹا کی ایک غلط پیشن گوئی کے جواب میں لکھی تھی یہ کتاب متعدد مرتبہ شائع ہو چکی ہے۔

(۵)الکلمة الملهمه فی الحکمة المحکمة لوهاء فلسفة المشئمه (۱۳۳۸ھ)

ا	ل	ک	ل	م	ہ	ا	ل
۱	۳۰	۲۰	۳۰	۴۰	۵	۱	۳۰
م	ل	ہ	م	ہ	ف	ی	ا
۴۰	۳۰	۵	۴۰	۵	۸۰	۱۰	۱
ل	ح	ک	م	ہ	ا	ل	م
۳۰	۸	۲۰	۴۰	۵	۱	۳۰	۴۰
ح	ک	م	ہ	ل	و	ہ	ا
۸	۲۰	۴۰	۵	۳۰	۶	۵	۱
ی	ف	ل	س	ف	ہ	ا	ل
۱۰	۸۰	۳۰	۶۰	۸۰	۵	۱	۳۰
م	ش	م	ہ				
۴۰	۳۰۰	۴۰	۵		= ۱۳۳۸ھ		

فن تاریخ گوئی اتنا مشکل فن ہے کہ بڑے بڑے ماہرین اسماء کی تاریخ میں متعدد گھنٹے صرف کر دیتے ہیں، مگر اعلیٰ حضرت کو اس فن میں ایسی دستگاہ حاصل تھی کہ بروقت بامعنی اور محل کی مناسبت سے برجستہ تاریخی مادّے نکال دیتے تھے، بعض مرتبہ ایسا

بھی ہوا کہ جملہ فرمادیا، کوئی شعر لکھ دیا، جب اس کے اعداد نکالے گئے تو واقعہ کے عین مطابق نکلے۔ برجستہ تاریخ گوئی کی ایک مثال درج ذیل واقعہ سے دی جاسکتی ہے۔

ایک مرتبہ مولانا ظفرالدین بہاری نے فرزند ارجمند کی اطلاع دیتے ہوئے خط میں تاریخی نام کی درخواست کی، آپ نے سنتے ہی فی البدیہہ فرمایا:

''نام تو مختارالدین ہونا چاہیے'' (۳۲۰)

۱۳۳۶ھ

جب اس کے اعداد نکالے گئے تو موقع کے مطابق نکلے۔

اسی طرح جب قاضی عبدالوحید (والد ماجد قاضی عبدالودود) کا انتقال ہوا تو اعلیٰ حضرت نے جنازہ میں شرکت کی اور جب جنازہ قبرستان کی طرف اقرباء لے کر چلے تو اعلیٰ حضرت نے برجستہ دو تاریخیں کہیں، ان کے بعد انہوں نے مولانا ظفرالدین سے اعداد نکالنے کیلئے کہا، جب موصوف نے اعداد شمار کیے تو واقعہ کے مطابق نکلے۔

وهب المتقون من جنات وعيون (۳۲۱)

۱۳۲۶ھ

اعلیٰ حضرت کی صلاحیت کا اندازاس مربع سے لگایا جاسکتا ہے جوانہوں نے اپنے پیرومرشد شاہ ال رسول مارہروی کی تاریخ وفات کے لئے تحریر کیا، یعنی مربع کے خانوں میں منتخب الفاظ اور پھر خانوں کے باہم امتزاج سے سن وفات کا استخراج کیا ہے، جونہایت مشکل ہے۔ اس مربع کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کی سیدھی، آڑھی، ترچھی، جتنی چالیں نکلتی ہیں ان سے سن وفات نکلتا ہے۔ ذیل کے نقشہ میں مربع کی سولہ چالیں ہیں اور ان سے سولہ تاریخیں نکلتی ہیں اور اگر ترچھی بھی چال تسلیم کرلی جائے تو کل اٹھارہ چالیں ہو پائیں گی اور اٹھارہ تواریخ وصال نکل آئیں گی۔

۱۲۹۶ھ	۱۲۹۶ھ	۱۲۹۶ھ	۱۲۹۶ھ	۱۲۹۶ھ	۱۲۹۶ھ
۱۲۹۶ھ	طارم محل	واصل برب	اصفی عمل	اجود قرب	۱۲۹۶ھ
	۳۲۸	۳۳۱	۳۲۱	۳۱۶	
۱۲۹۶ھ	بجز سمی	اشفہ بجد	ال رسول	انقی صفا	۱۲۹۶ھ
	۳۲۰	۳۱۷	۳۲۷	۳۳۲	
۱۲۹۶ھ	فرداجل	اصفی النساء	ال روح دیں	جان عرب	۱۲۹۶ھ
	۳۱۸	۳۲۳	۳۲۹	۳۲۶	
۱۲۹۶ھ	کنف صفی	شاہ ھدیٰ	نورنجی	افق العلی	۱۲۹۶ھ
	۳۳۰	۳۲۵	۳۱۹	۳۲۲	
۱۲۹۶ھ	۱۲۹۶ء	۱۲۹۶ء	۱۲۹۶ء	۱۲۹۶ء	۱۲۹۶ھ

امام احمد رضا نے نظم ونثر دونوں میں تاریخیں استخراج فرمائی ہیں۔ یہ تاریخیں متعدد صنعتوں کی آئینہ دار ہیں:

صنعت مرکب:

حضرت ہمزہ مارھروی ۱۱۹۸ھ (۳۲۳) کی تاریخ وصال امام احمد رضا نے صنعت مرکب سے نکالی ہے جو موقع کی مناسبت سے کس قدر معنی آفریں ہے:

ادخلی فی جنّتی (۳۲۴)

۹ ۸ ۱ ۱ ھ

اسی طرح والد ماجد مولانا نقی علی خاں کی تاریخ وصال مذکورہ صنعت سے نکالی ہے جو نہایت بہتر اور معنی خیز ہے:

یا غفور　　　　　　وادخلی فی جنتی وعبادی

۱۲۹۷ھ　　　　　　۱۲۹۷ھ

جنت اعدت للمتقین ، صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد وآلہ واھلہ اجمعین (۳۲۵)

۱۲۹۷ھ　　　　　　۱۲۹۷ھ

اس طرح اعلیٰ حضرت نے بہت سی تاریخیں کہیں (۳۲۶) اگر ان جملہ تواریخ کو اکٹھا کیا جائے تو ایک مفصل دستاویز ہوگی ، جس کا یہ مقالہ متحمل نہیں ہوسکتا ، چنانچہ انہیں چند تواریخ پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔

جفر:

امام احمد رضا نے جہاں ہیئات وتوقیت ، نجوم ، تکسیر ، لوغارثم ، جبر ومقابلۃ میں کمال حاصل کیا ، وہیں انہیں ایسے علوم کا بھی وافر حصہ ملا جن کا شمار علم الاسرار میں ہوتا ہے ، علم جفر بھی انہیں علوم میں سے ہے شیخ محی الدین ابن عربی فرماتے ہیں کہ:

ان ھذاالعلم لایوجد فی السطور ولایوجد بالقیاس ولا بالھندسہ ولا بالذوق ولابالعقل ولابالفھم وانما یختص برحمۃ من یشاء یھدی الیہ من اناب " (۳۲۷)

بے شک یہ علم (علم جفر) تمام علوم وفنون میں مشکل ہے۔ ۱۲۹۴ھ میں مولانا ابوالحسین احمد نوری مارہروی نے امام احمد رضا کو صرف ایک قاعدہ بدوح یلمن کی تلقین کی۔ (۳۲۸)

امام احمد رضا نے استاد کے حکم کے مطابق اس علم کی تحصیل کے لئے جدو جہد کی اور رازہائے بستہ کے پیچ وخم کو سلجھانے میں کامیاب ہوئے اور ''الجفر الجامع'' کے عظیم

الشان قاعدہ سے پیچیدہ مسائل کو حل کیا اور اس حق میں کچھ جداول بھی تیار کیں اور سیکڑوں جداول اپنے شاگردوں کو املا کرائیں، مگر امام نے اپنی طبعزاد ایجادات کو اپنے مشہور شاگرد سید حسین مدنی کو نذر کردی تھیں۔ (۳۲۹) ان جداول کے علاوہ امام احمد رضا نے اور بھی جداول تیار فرمائیں جو عربی، فارسی اور اردو میں تحریر ہیں اور ۹ رکتابیں یادگار چھوڑیں۔ ان میں کچھ مطبوعہ ہیں اور کچھ قلمی صورت میں محفوظ ہیں۔ درج ذیل چند تصانیف پیش کی جاتی ہیں جن سے امام کی صلاحیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

(۱) الجفر الجامع ۱۳۲۳ھ

(۲) الوسائل الرضویه للمسائل الجفریه ۱۳۲۲ھ

(۳) الجداول الرضویه للمسائل الجفریه ۱۳۲۱ھ

(۴) رساله فی علم الجفر ۱۳۲۸ھ (۴)

علم ہیئات:

امام احمد رضا نے شرح چغمینی کے چند اسباق مولانا عبدالعلی رامپوری سے پڑھے (۳۳۰) اور طبع سلیم کی بنا پر اس فن میں ید طولیٰ حاصل کیا۔

امام احمد رضا کو اس فن میں کتنی مہارت تھی اس کا اندازہ درج ذیل واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے:

پروفیسر البرٹ ایف پورٹا، (۳۳۱) یہ فاضل بریلوی کا معاصر تھا۔ اس نے ایک مرتبہ ایک خطرناک پیشن گوئی کی کہ ۱۷ر دسمبر ۱۹۱۹ء کو آفتاب کے سامنے بیک وقت متعدد سیاروں کے اجتماع اور ان کی مجموعی کشش سے آفتاب میں زبردست گھاؤ پڑیں گے جس سے امریکہ اور پوری دنیا میں قیامت صغریٰ برپا ہوگی اور شدید آندھیاں اور طوفان دنیا کے

بعض علاقوں کو صفحۂ ہستی سے نیست و نابود کر دیں گے۔ اس خطرناک پیشین گوئی کے شائع ہوتے ہی ہزاروں لوگ دہشت میں مبتلا ہو کر گرجا گھروں میں پناہ گزیں ہو گئے اور دعائیں کرنے لگے۔ طلباء نے اسکولوں سے چھٹیاں لے لیں اور ایک مقام پر گرجے میں گھنٹیاں بجنے لگیں اور اہلِ شہر سہم کر رہ گئے۔ (۳۳۲) یہ پیشین گوئی بانکی پور کے اخبار ایکسپریس کے ۱۸/اکتوبر ۱۹۱۹ء کے شمارے میں شائع ہوئی۔ مولانا ظفر الدین بہاری نے پروفیسر کی اس پیشین گوئی سے امام کو مطلع کیا، موصوف نے مولانا بہاری کو اس طرح ایک مکتوب میں لکھا:

''آپ کا پرچہ آیا، نواب صاحب نے ترجمہ کیا، کسی عجیب بے ادراک کی تحریر ہے جسے ہیئت کا ایک حرف نہیں آتا سراپا اغلاط سے مملوء ہے۔'' (۳۳۴)

اور پروفیسر کی اس پیش گوئی کے جواب میں ایک شاہکار رسالہ قلمبند کیا جس کا تاریخی نام ''معین مبین بہر دور شمس وسکون زمین'' (۱۳۳۸ھ/۱۹۱۹ء) رکھا۔ (۳۳۵) جب ۱۷دسمبر ۱۹۱۹ء کا آفتاب غروب ہوا تو پروفیسر کی پیشین گوئی غلط ثابت ہوئی۔ اس کے علاوہ مشہور سائنسداں پروفیسر البرٹ آئین اسٹائن (۳۳۶) فاضل بریلوی کے معاصرین میں تھا۔ امام احمد رضا نے اپنی تصانیف میں اس کے نظریات پر تنقید کی ہے۔

امام احمد رضا نے اس فن میں مہارت ہی حاصل نہیں کی بلکہ اس اہم فن میں پندرہ سے زائد کتب و حواشی اردو، عربی اور فارسی میں تحریر فرمائے ہیں، درج ذیل چند کتب و حواشی دیکھے جا سکتے ہیں، بقیہ فہرست کتب میں ملاحظہ کئے جا سکتے ہیں:

(۱) أقمار الانشراح الحقيقة الاصباح

(۲) الصراح الموجز في تعديل المركز ۱۳۱۹ھ

(۳) حاشيه شرح چغميني (۳۳۷)

علم توقیت:

امام احمد رضا جہاں علم ہیئت کے جامع تھے۔ اسی کے ساتھ ساتھ علم توقیت میں بھی یکتائے روزگار تھے۔ مولانا ظفر الدین بہاری امام احمد رضا کی جلالت علمی اور فن توقیت میں مہارت کو اس طرح بیان کرتے ہیں:

''کہ علم توقیت میں کمال تو حد ایجاد پر تھا یعنی اگر اس کا موجد کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا'' (۳۳۸)

امام احمد رضا کو اس فن میں اتنی دسترس حاصل تھی کہ خود اپنے شاگردوں کو اس کے قواعد زبانی ارشاد فرماتے اور شاگردان قواعد کو کاپیوں میں نوٹ کر لیتے۔ مولانا ظفر الدین بہاری ایک مقام پر اس کا اعتراف کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''مولوی سید شاہ غلام محمد صاحب بہاری' مولانا حکیم سید شاہ عزیزی غوث صاحب بریلوی اور مولوی سید محمود جان صاحب بریلوی نے اس فن کو حاصل کرنا شروع کیا تو کوئی کتاب اس فن کی نہ تھی جس کو ہم لوگ پڑھتے، اسی وجہ سے اعلیٰ حضرت خود ہی اس کے قواعد زبانی ارشاد فرماتے اس کو ہم لوگ لکھ لیتے اور اسی کے مطابق عمل کر کے اوقات نصف النہار، طلوع، غروب، صبح صادق، عشاء، ضحوۂ کبریٰ، عصر نکالتے۔ ایک زمانہ تک تو وہ قواعد ہماری کاپیوں میں لکھے رہے، پھر میں نے ان کو ایک کتاب میں جمع کر کے پوری توضیح وتشریح کے ساتھ مع امثلہ لکھ کر اس کا نام ''**الجواھر والیواقیت فی علم التوقیت معروف به توضیح التوقیت**'' رکھا۔ (۳۳۹)

الغرض اعلیٰ حضرت کو اس قدر کمال تھا کہ آپ اپنے ایجاد کردہ قواعد کے ذریعہ یہ معلوم کر لیتے تھے کہ کس وقت آفتاب طلوع ہوگا اور کس وقت غروب اور اسی طرح سیاروں کی معرفت اور ان کی چال کی شناخت زبردست تھی۔ مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی کے

مرید مولانا وصی احمد محدث سورتی فرماتے ہیں کہ:

''اعلیٰ حضرت کو سیارہ شناسی میں اس قدر کمال تھا کہ آفتاب کو دیکھ کر گھڑی ملا لیا کرتے تھے'' (۳۴۰)

اس کے علاوہ بے شمار قصے فاضل بریلوی کی عارفانہ بصیرت پر شاہد عدل ہیں۔ (۳۴۱)

امام احمد رضا نے اس اہم فن میں قواعد ہی ایجاد نہیں کیے بلکہ اردو، فارسی اور عربی میں سولہ سے زائد کتب ورسائل اور حواشی یادگار چھوڑے، ان میں سے چند یہ ہیں:

(۱) البرهان القويم على العرض و التقويم ۱۳۲۷ھ

(۲) الانجب الانيق فى طرق التعليق ۱۳۱۹ھ

(۳) حاشية جامع الافكار (۴)

علم تکسیر:

علم تکسیر بھی علم ریاضی کی طرح مشکل ترین علوم میں سے ایک ہے۔ ہر ایک اس میں مہارت پیدا نہیں کر سکتا، مگر اعلیٰ حضرت کو دیکھا جائے تو وہ اس علم کے موجد نظر آتے ہیں بعض اہل فن اپنے بزرگوں کو مجموعۂ اعمال یا مجربات دیربی یا نافع الخلائق سے نقوش با قاعدہ یا بے قاعدہ لکھ دیتے ہیں، یا نقش مثلث یا مربع سے نقش بھرنا جانتے ہیں، مکمل چال سے نقوش بھرنا بہت مشکل ہے، جب ہم اعلیٰ حضرت کے معاصرین کو دیکھتے ہیں تو ہمیں مذکورہ قواعد کے علاوہ نقوش کے طریقہ میں وہ مکمل نہیں دکھائی دیتے مگر امام کی عبقریت اور انفرادیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایک مرتبہ ماہر تکسیر مولانا مقبول احمد نے امام احمد رضا کے شاگرد مولانا ظفر الدین بہاری سے علم تکسیر میں سوال کیا، انہوں نے اس کے ایسے جواب الجواب دیئے کہ موصوف ششدر رہ گئے اور فرمایا تم نے یہ علم کس سے سیکھا

ہے؟ مولانا بہاری نے فرمایا، میں نے امام احمد رضا سے اس فن کو حاصل کیا ہے۔ مولانا مقبول نے پھر سوال کیا کہ امام احمد رضا کتنے طریقوں سے بھرتے ہیں؟ میں نے جواب دیا ۲۳۰۰ طریقوں سے کہا کہ آپ نے اور کیوں نہیں سیکھا؟ میں نے کہا وہ تو علم کے دریا نہیں سمندر ہیں۔ (۳۴۲)

امام احمد رضا کو اس فن میں کافی شہرت حاصل ہوئی۔ علماء حجاز نے بھی آپ کو اس علم کا موجد قرار دیا ہے۔ جب حرمین میں امام بریلوی کی شہرت ہوئی تو مولانا سید حسین مدنی (فرزند مولانا عبدالقادر شامی) بریلی تشریف لائے، خود اعلیٰ حضرت اس کا اعتراف ایک مقام پر یوں کرتے ہیں:

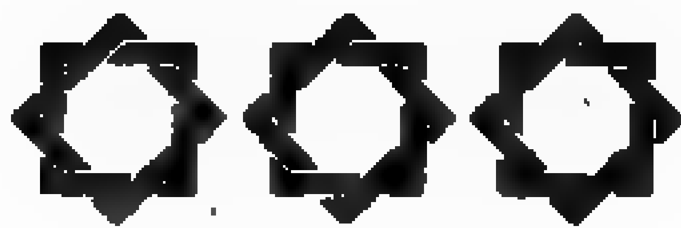
''مولانا سید حسین مدنی صاحبزادہ حضرت مولانا سید عبدالقادر شامی مدنی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے اور چودہ مہینہ فقیر خانہ پر قیام فرمایا اور علم اوفاق وتکسیر سیکھے اور انہیں کے لئے میں نے اپنا رسالہ 'اطائب الاکسیر فی علم التکسیر'' زبان عربی میں املا کیا یعنی میں عبارت زبانی بولتا جاتا اور وہ لکھتے جاتے اور اسی لکھنے میں اسے سمجھتے جاتے''۔ (۳۴۳)

امام احمد رضا کے چند ایجاد کردہ قواعد حیات اعلیٰ حضرت جلد اول میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ امام احمد رضا نے اس فن میں متعدد کتب تصنیف فرمائی ہیں جن کی تفصیل اپنے مقام پر پیش کی جائے گی۔



﴿الباب الخامس﴾

امام احمد رضا
ہندوستان میں
عربی زبان وادب کا عبقری



نثر نگاری:

عربی زبان میں صلاحیت کے اظہار کے متعدد طریقے ہیں، ان میں نثر نگاری اور شاعری کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ شاعری سے متعلق کچھ بحث شاعری کے باب میں پیش کی جائے گی، جہاں تک رہا نثر نگاری کا تعلق تو امام احمد رضا نے اس میدان میں جو اپنے جوہر دکھائے ہیں اس کی مثال ڈھونڈنے سے کم ملتی ہے۔ خطبات ہوں یا مکتوبات، وعظ و نصیحت کی محفل ہو یا عہد و معاہدے، ہر ایک موضوع پر آپ نے بہترین نثر نگاری کا ثبوت فراہم کیا ہے۔

امام احمد رضا کی نثر نگاری میں خاص بات یہ تھی کہ ہندی نژاد ہونے کے باوجود جس برجستگی اور روانی کے ساتھ ان کا قلم چلتا تھا اس سے علماء عرب و عجم متحیر تھے اور بعض عرب دانشوروں نے تو یہاں تک بھی اعتراف کیا کہ یہ جملہ کسی ہندی نژاد عالم کا نہیں ہوسکتا اس لئے کہ عربیت کے تمام خصائص اس کے اندر پائے جاتے ہیں جس کی توقع کسی عربی نژاد عالم سے ہی کی جاسکتی ہے۔

اسی برق رفتاریٔ قلم کا نتیجہ ہے کہ آپ نے عربی زبان میں ۲۹۱ کتابیں مختلف موضوعات پر سپرد قلم کی ہیں اور بعض موقعوں پر تو ایسا بھی ہوا ہے کہ ایک نشست میں مکمل کتاب بھی لکھ ڈالی ہے لیکن سلاست و روانی میں کہیں ذرہ برابر فرق نہیں آنے پایا۔

امام احمد رضا کے قلم میں اتنی تیزی تھی جس کی ہمسری بیک وقت چار زود نویس کاتب نہیں کرسکتے تھے، جتنا یہ سب مل کر لکھتے تھے اتنا امام احمد رضا اتنے ہی وقت میں تنہا لکھ ڈالتے تھے۔ (۳۴۴) بارہا ایسا بھی ہوا ہے کہ کثرت کار کے سبب آپ نے دونوں ہاتھوں سے قلم سنبھال کر اپنے افکار و خیالات کو الفاظ کا جامہ پہنایا ہے۔ اس بحث کا دلچسپ موضوع یہ ہے کہ دونوں قلم سے دو مضمون بیک وقت صفحۂ قرطاس کی زینت بنتے اور کہیں سے بے

ترتیبی کا شائبہ بھی نہیں ہو پاتا۔

فاضل بریلوی نے اس مختصری عمر میں ہزاروں تصانیف جو قلمبند کی ہیں اسی زود نویسی کا نتیجہ ہے، اس زود نویسی کے ثبوت میں ''الدولة المکیه بالمادة الغیبیة'' ۱۳۲۳ھ ۲۴۰ صفحات کی تصنیف کو بھی پیش کیا جاسکتا ہے جو انہوں نے ایک سوال کے جواب میں سرزمین مکہ معظمہ پر بیٹھ کر بغیر کسی کتاب کی مدد کے ساڑھے ۸ گھنٹے میں تالیف فرمائی، جس میں دلائل و براہین کے انبار کے ساتھ زبان و بیان کی سلاست بھی اپنی جگہ بدرجہ اتم ہے۔ ذیل کے نمونہ عبارت سے میرے اس قول کی تائید ہوتی ہے:

فثبت ان إحاطة احد من الخلق بمعلومات اللّٰه تعالٰی علی جهة التفصیل التام محال شرعاً وعقلاً، بل لوجمع علوم جمع العٰلمین اولاًوآخراً لما كانت لها نسبة ماأصلاً إلی علوم اللّٰه سبحانه و تعالٰی كنسبة حصة من ألف ألف حصة قطرة الیٰ ألف ألف بحر و ذلک لان تلک الحصة من القطرة متناهیة، وتلک البحار الزواخر ایضاً متناهیات ولابد للمتناهی من نسبة إلیٰ المتناهی، فانا لواخذنا أمثال تلک الحصة من البحار مرة بعد اخریٰ لابد أن یاتی علی البحار یوم تنفذ و تفنی لتناهیها، أماغیر المتناهی فکل ماأخذت منه أمثال المتناهی وان كان بالغاً فی الکبر ما بلغ كان الحاصل متناهیا ابدا، والباقی فیه غیر متناه ابداً، فلایمکن حصول نسبة ابدا، هٰذا هوایماننا باللّٰه''(۲۳۵)

اللهم غفرا نری الظلمات عمت و طمت، وکلمة النکال علیٰ کثیر من الناس تمت، فبما رددناه ان العلم الذاتی والمطلق المحیط

التفصیلی مختص باللّٰہ تعالٰی وما للعباد إلا مطلق العلم العطائی وانه حاصل لکل مومن فضلا عن الانبیاء الکرام، علیهم الصلوٰة والسلام، اذ لولاه لما صح الایمان، کما مرّ البیان، عسی ان یتوهم متوهم ان لم یبق اذن فرق بیننا وبین نبینا ﷺ فما ظنک بسائر الانبیاء علیهم الصلوٰة والسلام؟ فان الذی حصل له ولهم قد حصل لنا وما هو منتف عنا فهو منتف عنهم ایضاً۔ فقد استوینا، وهذا وان کان لا یصدر عن عاقل، فضلاً عن فاضل۔(۳۳۶)

اس برجستگی اور زود نویسی کا دوسرا مظہر "کفل الفقیه الفاهم فی احکام قرطاس الدراهم" (۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء) بھی ہے جس میں نوٹ سے متعلق تفصیلی بحث دلائل شرعیہ کی روشنی میں کی گئی ہے ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء میں دوران قیام حج مکہ معظمہ کے دو علمائے کرام مولانا عبداللہ احمد میرداد امام مسجد الحرام اور ان کے استاذ مولانا حامد احمد محمد جداوی نے نوٹ کے متعلق وضاحت چاہی، اس کا جواب فاضل بریلوی نے سلیس عربی زبان میں مسئلہ کا دوٹوک فیصلہ کرکے بغیر کسی کتاب کی مدد کے بخار کی حالت میں ڈیڑھ دن میں کتابی شکل میں پیش کردیا، اس کا اعتراف خود امام احمد رضا نے کیا ہے۔(۳۳۸) کفل الفقیہ جہاں مسائل فقہ کی بہترین دستاویز ہے تو اسی کے ساتھ ساتھ عربی زبان و ادب کا عدیم المثال مرقع ہے۔ عربی زبان و ادب اور سلاست و روانی کا اندازہ ذیل کی اس عبارت سے لگایا جاسکتا ہے:

"وکل طفل عاقل یعلم انّ هذه المعانی مما لا یخطر ببال احد من المتعاملین بها ولا یقصدون قط بهذا التداول ادانة ولا استدانة

ولا حوالة ولا يذهب خاطرهم الى شي من ذالك اصلا ولا ترىٰ احد هم قط يذكر فى دفتر ديونه على الناس من اخذ الدراهم منه باعطاء النوط ولا يقول له مدة عمره انك استدنت منى كذا فاقضنى وخذ تذكرتك منى ولا فى دفتر ديون الناس عليه من اخذ هو الدراهم منه واعطاه النوط ولا يذكر لا حد فى حياته ولا عند مماته ان لفلان على كذا فا قضوه وخذوا تذكرتى منه والظلمة المتهتكة المعتادة بأكل الرباء جهارا لا يدينون احد ادرهماً إلا بربا يوضع عليه كل شهر مالم يقض وتراهم ياخذون النوط ويعطون الدراهم ولا يطلبون عليهما فلسا واحداً لا على شهر ولا على سنين ولو علموا انه ادانة لما تركوه قطعا فالحق انهم جميعا انما يقصدون المبادلة والبيع والشراء" (۳۳۸)

"فاقول يجب القطع بشر وطه من تكليف ونطق وبصر وحرز تام وغيرها اذا بلغت قيمته كلا يوم السرقة والقطع عشرة دراهم مضروبة جيادا وذلك كله لما بينا انه مال متقوم بنفسه." (۳۳۹)

مکتوبات:

نثر نگاری کے سلسلہ میں خطوط نگاری کو بھی بڑی اہمیت حاصل ہے۔ امام احمد رضا خاں ہزار ہا مصروفیتوں کے باوجود بھی خطوط کا جواب لکھنے میں کوتاہی نہیں برتتے، جو جس زبان میں مراسلت کرتا اس کا جواب بھی اسی زبان میں دیتے، یوں تو آپ کے رسائل و مکتوبات کی تعداد جو عربی زبان پر مشتمل ہیں، بہت ہے۔ ان کا صحیح علم شاید ہی کسی کو ہوا البتہ

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمده ونصلي على رسوله الكريم

الیٰ الفاضل الکامل الشیخ محمد طیب المکی سدده الله بقلب ملکی

اما بعد! فانی احمدالله الیک ، سلام علیک وصل الکتاب وحصل الخطاب ، غب ماطال امد ، وزال ابد ، وظن الودادان قدنفذ، اوکان قد، ومما یسران التخاطب فی امردینی ، والسوال عن فرض یقینی فاحببت الجواب رجاء للثواب ، واظهارالصواب ، وقضاءً لحق اخوة الاحباب ولوانک یا اخی رجعت فی هذا الیٰ الکلام المبین لا غناک عن مراجعة مثلی من المقلدین کمابه تعنینت فیما تمنیت عن الائمة المجتهدین رضوان الله تعالیٰ علیهم اجمعین. (۳۵۵)

فان رأیت ما التمسته انت ولم یا تک بدء ، انه هوا لطریق القویم فذاک المامول من طبعک السلیم وودک التقویم ولافانی اعوذ بربی وربک ان تکابر تحقیقاً اوتدابر صدیقاوان ابیت فما انابات ماتیت ولعلک تجد من یجازی بمثل ولا یمل مکابرة ولا یخشی مدابرة والله الهادی وله الحمد فی الاولیٰ والآخرة وصلی الله تعالیٰ علی سید نا و مولاناالامان الامین فاتح الخلق و خاتم النبیین محمد شارع الاجتهاد للماهرین وامر التقلید للقاصرین وعلیٰ اله الطاهرین وصحبه الظاهرین و مجتهدی ملته والمقلدین لهم باحسان الیٰ یوم الدین وبارک وسلم ابدالأبدین امیٰن امین والحمدلله رب العالمین. (۳۵۶)

خطبات:

اظہار مافی الضمیر کے دو طریقے رائج ہیں۔ ایک کا تعلق قلم سے ہے اور دوسرے کا تعلق زبان سے ہے۔

امام احمد رضا نے قلم کی دنیا میں جو دھوم مچائی ہے ان پر تفصیلی ذکر گزر چکا، یہاں ہم ان کے وعظ وتقریر اور اس مؤثر لب ولہجہ کا ذکر کر رہے ہیں جو انہوں نے منبر رسول ﷺ پر کھڑے ہو کر جمعہ وعیدین اور دوسرے مواقع پر سلیس عربی زبان میں شریعت مطہرہ کی روشنی میں قرآن وحدیث سے مدلل گفتگو کی ہے۔ یہ طے ہے کہ وعظ وتقریر کو آپ نے زیادہ نہیں اپنایا لیکن پھر بھی آپ جس موقع پر چاہتے اور جس موضوع پر چاہتے بڑی برجستگی سے اپنے مافی الضمیر کا اظہار فرماتے جس سے سننے والا متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ایسے بیشتر خطبات ہیں جو امام احمد رضا نے متعدد مواقع پر دیئے ہیں، سردست ان کے وہ خطبات جو عربی زبان میں ہیں ان پر گفتگو سپرد قلم ہے۔ ان کے خطبات متعدد بار مختلف مطابع سے شائع ہو کر قبولیت عام کا درجہ حاصل کر چکے ہیں۔ پیش نظر ''الخطبات الرضویہ'' کا وہ نسخہ ہے جو مکتبہ نعیمیہ دیپا سرائے، سنبھل، مراد آباد، سے شائع ہوا ہے۔ اس خطبہ میں جمعہ وعیدین کے علاوہ وعظ سے متعلق بھی دیگر خطبات ہیں۔ ان خطبات کے مطالعہ سے یہ اندازہ کرنا بہت آسان ہو جاتا ہے کہ امام احمد رضا مشکل ترین مسائل کو بڑی آسانی سے سلیس لب ولہجہ میں بیان کرنے پر قادر تھے، اس کے علاوہ ان کے مطالعہ سے جن خصوصیات کا علم ہوتا ہے وہ درج ذیل ہیں جس طرح ذیل کی عبارت سے واضح ہے۔

(۱) اعلیٰ حضرت کے خطبات اس قدر پر اثر ہیں کہ سخت سے سخت دل انسان بھی ان سے مانوس ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

(۲) منتخب الفاظ، سادہ سلیس عبارت، اسلوب شگفتہ وشائستہ ان خطبات کی عدیم النظیر خصوصیات ہیں۔

نمونہ خطبۂ وعظ:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله رب العلمين. حمد الشاكرين وافضل الصلاة واكمل السلام على سيد المرسلين، خاتم النبيين، أكرم الأولين ولأخرين، قائدالغرّ المحجلين، نبى الحرمين، امام القبلتين سيد الكونين وسيلتنافى الدارين صاحب قاب قوسين، المزيّن بكل زين، المنزه من كل شين، جد الحسن والحسين، نبى الأنبياء، عظيم الرجاء، عميم الجود والعطاء، ماحى الذنوب والخطاء، شفيعنا يوم الجزاء، سرالله المخزون، درالله المكنون، عالم ماكان وما يكون، نور الأفئدة والعيون، سرور القلب المحزون(۳۵۷)

نمونہ خطبہ جمعہ:

الحمد لله الذى فضل سيد نا ومولانا محمداً صلّے الله تعالىٰ عليه وسلم على العلمين جميعا. واقامه يوم القيامة للمذنبين المتلوثين الخطّائين الهالكين شفيعاً. فصلى الله تعالىٰ وسلم وبارک عليه وعلىٰ كل من هو محبوب ومرضى لديه. صلاة تبقى وتدوم بدوام الملک الحى القيوم واشهد ان لا اله الا الله وحده لاشريک له. واشهد ان سيدنا و مولانامحمداً عبده ورسوله بالهدىٰ ودين الحق ارسله صلى الله تعالىٰ عليه وعلىٰ اله وصحبه اجمعين وبارک وسلم.

اما بعد فيا ايها المومنون رحمنا ورحمكم الله تعالىٰ اوصيكم ونفسى بتقوى

الـلـه عـزوجل فی السر والاعلان . فان التقویٰ سنام ذری الایمان واذکروا الله عـنـد کـل شـجر وحجر ، واعلموان الله بما تعملون بصیر و ان الله لیس بغافل عـمـا تعملون. واقتفوا اٰثار سنن سید المرسلین صلوات الله تعالیٰ وسلامه علیه وعلیهم اجمعین . فان السنن هی الأنوار وزینوا قلوبکم بحب هٰذا النبی الکریم علیه وعلیٰ اٰلهٖ افضل الصّلوٰة والتسلیم ، فان الحب هوالایمان کله ، الالاایمان لمن لامحبة له (۳۵۸)

نمونہ خطبۂ عید الفطر:

فیـا ایهـا الـمـومنون رحمنا ورحمکم الله ، اعلموا ان یومکم هٰذا یوم عـظیـم یـوم یتـجلـی فیـه ربکم باسمه الکریم ویغفرفیه للصائمین ، الاوللصّائم فرحتان . فرحة عند الافطار وفرحة عند لقاء الرحمن ، الاوان فی الجنة باباًیقال له الر یان لایدخله الاالصائمون الا واده نبیکم صلی الله تعالیٰ علیه وسلّم لوجه الـکـریـم الـملک الدیان . الله اکبر الله اکبر لا اله الا الله والله اکبر الله اکبر ولـلـه الـحمد. الا و الله نبیکم صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قداوجب علیکم فی هذا الیوم علیٰ کل من یملک النصاب فاضلاً عن الحاجة الاصلیة عن نفسه وعن صـغـار الـذریة صـاعاً من تمر اوشعیراونصف صاعٍ من بر اوزبیب الاوانها لطهرة الصیامکم عن اللغوو الرفث وان الصیام معلقة بین السماء والارض حتیٰ تودی هـذه الـصـدقة فادوها طیبة بها انفسکم تقبلها الله والصّیام منا ومنکم ومن اهل الاسـلام الـلـه اکبر الله اکبر لا اِلٰه الاالله والله اکبر الله اکبر ولِلّٰهِ الحمد. الاو ان ربـکم فرض فرائض فلا تترکوها وحرم حرمات فلا تنتهکو ها، الاوان نبیکم صلی الله علیه وسلم سن لکم سنن الهدیٰ فاسلکوها. (۳۵۹)

شاعری:

امام احمد رضا جہاں ایک بلند پایہ نثر نگار تھے، وہیں وہ قادر الکلام شاعر بھی تھے۔ اس فن میں فاضل بریلوی نے اصحاب شعر وسخن سے اپنا لوہا منوایا۔ صنائع و بدائع کا استعمال جس خوبصورتی سے انہوں نے کیا ہے وہ ہمعصر شعراء کے یہاں بہت کم پایا جاتا ہے۔

فاضل بریلوی نے عربی، فارسی، اردو اور ہندی میں ہزاروں اشعار کہے ہیں، اگر آپ کے معاصر ارباب ادب کے شاعرانہ تخیل کا جائزہ لیا جائے تو شاید ہی کوئی ایسا ملے جس کی شاعری میں عربی، فارسی، اردو اور ہندی کے اشعار یکجا حسن وخوبصورتی کے ساتھ منظم ملیں۔

علامہ رضا بریلوی نے اس صنف خاص پر طبع آزمائی کی اور چاروں زبانوں پر مشتمل بارگاہ رسالت ﷺ میں ایسا اچھوتا نذرانہ پیش کیا جس کی نظیر دنیا کے کسی شاعر کے یہاں نہیں ملتی۔ ان کی یہ نعت بھرپور رعنائیت کے ساتھ ارباب ذوق وشوق بڑی عقیدت و محبت کے ساتھ مزے لے لے کر پڑھتے اور گنگناتے ہیں جس کا مطلع ہے۔

لم یات نظیرک فی نظر مثل تو نہ شد پیدا جانا
جگ راج کو تاج تورے سرسو ہے تجھ کو شہ دوسرا جانا

علامہ رضا کا دل عشق رسول ﷺ کا سمندر تھا جس میں درد وغم ہجر وفراق کی نہ جانے کتنی لہریں تھیں مگر حضرت رضا نے اس کا اظہار قرآن وحدیث کے دائرہ میں رہ کر کیا ہے اس کا اعتراف خود رضا بریلوی نے ایک مقام پر کیا ہے۔ (۳۶۰)

امام احمد رضا صنف شاعری کے خود ہی استاد وشاگرد تھے۔ انہوں نے اس سلسلہ میں کسی کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ نہیں کیا، جبکہ اس زمانے میں اردو ادب کے چوٹی کے

شعراء میدان شعر وسخن میں اپنی اپنی ریاست تسلیم کرا چکے تھے۔ اس اعتبار سے رضا بریلوی تلمیذ الرحمٰن تھے۔ مولانا کی اپنی جداگانہ حیثیت تھی اور انفرادیت کے ساتھ اپنے مخصوص لب ولہجہ میں عشق ومحبت میں ڈوبا ہوا کلام لکھتے رہے، ان کا یہ انداز صرف اردو شاعری تک محدود نہیں بلکہ عربی وفارسی میں بھی وہی برجستگی الفاظ کی بندش، روانی اور شگفتگی بدرجہ اتم پائی جاتی ہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ مصر کے فاضل علماء کے سامنے مولانا ضیاء الدین مدنی (۳۶۱) نے امام احمد رضا کا درج ذیل قصیدہ سنایا تو علماء مصر نے برجستہ کہا کہ یہ عربی قصیدہ کسی فصیح اللّسان عربی عالم دین کا تحریر کردہ ہے۔ شیخ نے کہا کہ یہ کسی عربی عالم دین کا نہیں بلکہ مولانا احمد رضا ہندی کا تحریر کردہ ہے، یہ سننا تھا کہ علماء مصر ششدرہ گئے کہ وہ عجمی ہو کر عربی میں اس قدر مہارت وپختگی رکھتے ہیں۔ اس قصیدہ کے چند اشعار یہ ہیں:

اَلْحَمْدُ لِلْمُتَوَحِّدِ ۔۔۔ بِجَلَالِهِ الْمُتَفَرِّدِ
وَصَلٰوتُهُ دَوْمًا عَلٰى ۔۔۔ خَيْرِ الْأَنَامِ مُحَمَّدِ
وَالْآلِ وَالْأَصْحَابِ هُمْ ۔۔۔ مَأْوَاىَ عِنْدَا شَدَائِدِ
فَأَلَى الْعَظِيْمِ تَوَسُّلِىْ ۔۔۔ بِكِتَابِهِ وَبِأَحْمَدِ
وَ بِمَنْ أَتٰى بِكَلَامِهِ ۔۔۔ وَبِمَنْ هَدٰى وَبِمَنْ هُدِىْ
وَبِطَيْبَةَ وَبِمَنْ حَوَتْ ۔۔۔ وَبِمِنْبَرٍ وَّ بِمَسْجِدِ
وَبِكُلِّ مَنْ وَّجَدَ الرِّضَا ۔۔۔ مِنْ عِنْدِ رَبٍّ وَاجِدِ
(۳۶۲)

امام احمد رضا نے مخصوص حالات کے پیش نظر بھی طبع آزمائی کی ہے جس کی تفصیل ''الطاری الداری لھفوات عبدالباری'' (۳۶۳) میں دیکھی جا سکتی ہے۔ مولانا کے عربی کلام میں سلاست وروانی کی رنگا رنگی بہت نمایاں ہے اور بے ساختگی، عربی تراکیب کی

بندش اور مناسب و برمحل الفاظ کے استعمال پر آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا۔ تشبیہات و استعارات آپ کے کلام کی عدیم المثال خصوصیات ہیں۔

علامہ رضا کا کلام تصنع اور شعری عیوب سے پاک ہے۔ آپ کو عربی پر کتنی قدرت اور عبور تھا، اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ نے اردو اور فارسی کلام کے ضمن میں عربی جملوں، مصرعوں اور عربی اشعار کا استعمال برمحل کیا ہے جیسا کہ "الطاری الداری لھفوات عبدالباری (۳۶۴) (۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء)" اور حدائق بخشش ۱۳۲۵ھ، حصہ اول، (۳۶۵) دوم (۳۶۶) اور سوم (۳۶۷) سے ظاہر ہے۔

اس لئے یہ بات بلاخوف تردید کہی جاسکتی ہے کہ حضرت کے کلام سے صحیح معنی میں وہی شخص لطف اندوز ہوگا جو عربی، فارسی اردو اور ہندی میں کامل دسترس رکھتا ہو۔

امام احمد رضا کا کلام منتشر اوراق اور مخطوطات میں غیر مرتب ہے۔ ڈاکٹر حامد علی خاں (سابق ریڈر، شعبۂ عربی، مسلم یونیورسٹی علیگڑھ) نے شعبۂ عربی سے "ہندوستان میں عربی شاعری کے موضوع پر علمی وتحقیقی مقالہ سپرد قلم فرما کر پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری حاصل کی، موصوف نے ریسرچ کے دوران مختلف مآخذ سے حضرت رضا کے عربی اشعار کو اکٹھا کیا ہے جن کی مجموعی تعداد ۳۹۰ ہے۔ (۳۶۸) اسی طرح مولانا محمود احمد کانپوری نے مولانا بریلوی کی متعدد کتب کے حوالوں سے ۱۱۴۵ اشعار یکجا کیے ہیں، (۳۶۹) مگر یہ جملہ اشعار مطبوعات کی شکل میں یکجا دستیاب نہیں۔

راقم نے بھی مولانا احمد رضا کی درج ذیل کتب میں ۱۱۲۰ اشعار منتخب کیے ہیں، پھر بھی اگر جستجو کی جائے تو مزید اشعار کا حصول ممکن ہے جو ارباب بصیرت اور ماہرین رضویات پر مخفی نہیں۔

(۱) محی الدین ابن عربی: (۲۷۰)

"مواقع النجوم و مطالع اهلة الاسرار والعلوم" مطبع گلزار حسنی بمبئی، ص ۱۵۳-۱۶۰

پر تیرہ اشعار کا قطعۂ تاریخِ انتقال اور ۱۴۰/اشعار کا مرثیہ بروفات محمد اسمٰعیل قادری نقش بندی۔ (۲۷۱)

(۲) محمد برہان الحق:

(الف) "اکرام امام احمد رضا" مطبوعہ لاہور، ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء، ص ۲۶ پر ۱۵ اشعار بروفات مولانا عبدالکریم ۱۳۱۷ھ/۱۸۹۹ء۔ (۲۷۲)

(ب) محمد برہان الحق:

مذکورہ کتاب کے ص ۱۴۶ پر تین اشعار بروفات سکینہ خاتون ۱۳۲۹ھ۔ (۲۷۳)

(ج) محمد برہان الحق:

اسی کتاب کے ص ۹۸ پر دو اشعار بر مکتوب مولانا عبدالسلام جبلپوری۔

(۳) احمد رضا خاں:

"قصید تان رائعتان" مطبوعہ المجمع الاسلامی مبارکپور، اعظم گڑھ (۱۴۰۹ھ ۱۹۸۹ء) ص ۱۳ تا ۳۹/ پر ۳۱۳/اشعار، مولانا فضل رسول بدایونی کی مدح میں۔ (۲۷۴)

(۴) احمد رضا خاں:

"العطایا النبویه فی الفتاویٰ الرضویه". جلد ہشتم، مطبوعہ ٹانڈہ (۱۹۸۱ء) ص: ۲۴۶ پر دو شعر۔

(۵) احمد رضا خاں:

"العطایا النبویه فی الفتاویٰ الرضویه" جلد ششم، مطبوعہ ٹانڈہ (۱۹۸۱ ص ۲۳) پر تین اشعار

(۶) احمد رضا خاں:

''صلات الصفافی نور المصطفی'' مطبوعہ لاہور، ص ۲ پر ایک شعر۔

(۷) احمد رضا خاں:

''الطاری الداری لھفوات عبدالباری (۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء)''، مطبوعہ بریلی (۱۹۲۱ء) ص ۷۷-۷۸-پر ۱۸ اشعار بر تعاقب مولانا عبدالباری فرنگی محلی۔ (۳۷۵)

(۸) احمد رضا خاں:

حدائق بخشش، حصہ سوم، مطبوعہ نظامی پریس بدایوں کے مختلف صفحات میں ''سبحن السبوح من عیب کذب مقبوح، ۱۳۱۷ھ، انوار ساطعة، رجب الساحة فی میاہ لایستوی وجھھا وجوفھا فی المساحة، النور والنورق لاسفار الماء المطلق ۱۳۳۴ھ وغیرہ چند تصانیف سے مختلف موضوعات پر ۷۰ر اشعار۔ (۳۷۶)

(۹) احمد رضا خاں:

''العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ''، جلد دوم، مطبوعہ مراد آباد، ص:۹۵-۹۶ پر ۱۶ اشعار۔

(۱۰) احمد رضا خاں:

''الاجازة الرضویہ لمبجل مکة البھیة ''(۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء)، پر ۷ار اشعار برائے شیخ صالح کمال مکی (۵) وشیخ اسمٰعیل خلیل مکی ۱۳۳۸ھ/ ۱۹۱۹ء۔ (۳۷۷)

(۱۱) احمد رضا خاں:

''العطایا النبوی فی الفتاویٰ الرضویہ'' جلد اول، ص ۳۷ر پر ایک شعر۔

(۱۲) احمد رضا خاں:

"آمال الابرار وآلام الاشرار" (۱۳۱۸ھ) نامی قصیدہ میں ۱۷۰ اشعار کا والیہ قصیدہ مطبع حنفیہ عظیم آباد۔

(۱۳) احمد رضا خاں:

چند قلمی صفحات پر ۱۱۱۹ اشعار براجلۂ صحابہ۔

(۱۴) محمد عمر الدین:

"الاجازۃ فی ذکر الجھر مع الجنازۃ" مطبوعہ بمبئی، ۱۳۱۵ھ، ص۵۹ تا ۶۳ پر ۱۳۳ اشعار کے دو مرثیے برانتقال، محمد عبید اللہ ۱۳۱۵ھ۔

(۱۵) محمد مصطفیٰ رضا خاں:

"الملفوظ" (حصہ دوم) مطبوعہ بریلی، ص۱۷ پر تین اشعار، برائے سید اسمٰعیل بری مدنی۔

(۱۶) نقی علی خاں:

"اوضح الکلام" مطبوعہ بریلی، ص۱ پر ۲ اشعار بروفات مولانا نقی علی خاں بریلوی

(۱۷) محمد حیدر علی:

تذکرہ مشائخ کاکوری (مطبع اصح المطابع لکھنؤ، ۱۲۹۷ھ) ص ۱۲۳-۱۲۴ پر چار اشعار کا قطعۂ تاریخ بر حکیم محمد حبیب علی علوی کاکوروی۔

(۱۸) میاں صاحب:

"سراج العوارف فی الوصایا والمعارف" مطبوعہ وکٹوریہ پریس، ۱۳۱۳ھ ص ۱۲۳-۱۲۴ پر تقریظ کے گیارہ اشعار۔

(۱۹) محمود احمد:

تذکرہ علماء اہلسنت، رزاقی پریس، کانپور، ۱۳۱۹ھ، ص ۱۸۷ پر ۱۱ اشعار بر انتقال مولانا محمد عمر حیدر آبادی۔

(۲۰) نور محمد قادری:

اعلیٰ حضرت کی شاعری پر ایک نظر' حیات پرنٹرز لاہور، ۱۳۹۵ھ ص، ۴۶ پر تین اشعار بر انتقال محمود خاں دہلوی۔

(۲۱) عبد السلام نعمانی:

مشائخ بنارس (مطبع ندوۃ المعارف بنارس)، ص ۹۱ پر دو شعر۔

(۲۲) ابو الحسین احمد نوری:

"العسل المصطفیٰ فی عقائد ارباب سنة المصطفیٰ"، مطبوعہ میرٹھ ۱۲۹۸ھ، ص ۲۱ تا ۲۳ پر تقریظ کے سولہ شعر۔

(۲۳) ضیاء الدین مدنی:

قلمی نسخہ (روایت) بحوالہ معارف رضا، شمارہ ہفتم، ۱۹۸۷ء، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا ۱۴۰۸ھ/۱۹۸۷ء ص ۸۷، پر ۱۲ اشعار۔

(۲۴) ماہنامہ اشرفیہ (اعظم گڑھ)، شمارہ اگست ۱۹۸۲ء، ۲۱ پر دو اشعار۔

(۲۵) ماہنامہ الرضا (بریلی شمارہ ذیقعدہ ۱۳۳۸ھ، ص: ۳۰ پر دس اشعار بر وفات پیر عبد الغنی امرتسری۔

(۲۶) ماہنامہ تحفۂ حنفیہ (پٹنہ)، شمارہ ربیع الاول ۱۳۲۶ھ، ص: ۴۱ پر دو اشعار بر وفات قاضی عبد الوحید ۱۲۲۶ھ (والد ماجد قاضی عبد الودود، بیرسٹر، بانکی پور۔

(۲۷) مولانا احمد بخش:

قلمی نسخہ مولانا احمد بخشی بحوالہ پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی (مولانا احمد رضا خاں کی) نعتیہ شاعری مشمولہ معارف رضا، شمارہ ہفتم (۱۹۸۷ء)، ص ۸۰، ۱۲۶ اشعار۔

ان کتب کے علاوہ مولانا بریلوی کی عربی، فارسی اور اردو کتب کا مطالعہ کیا جائے تو اور بھی اشعار مل سکتے ہیں مگر یہ اہم کارنامہ چند وجوہات کے باعث مشکل ہے۔

(۱) امام احمد رضا کی چھوٹی بڑی تصانیف کی تعداد ایک ہزار سے زائد ہے۔ ان تمام تصانیف کا مطالعہ کرنے کے بعد تمام اشعار کا اس مقالہ میں احاطہ کرنا ناممکن ہے، کیونکہ یہ کام بذات خود ایک مبسوط مقالہ کا مقتضی ہے۔

(۲) امام احمد رضا کی تصانیف مجموعی شکل میں دستیاب نہیں، بایں وجہ بہت سی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

(۳) امام احمد رضا کی کتب ہند و پاک ہی نہیں بلکہ حجاز میں بھی محفوظ ہیں اس وجہ سے جملہ تصانیف سے اشعار کا استقصا محال تو نہیں البتہ دشوار ضرور ہے، سردست جو اشعار دستیاب ہوئے ہیں، ان میں درج ذیل ان اصناف سخن کے تحت نمونے قابل ذکر ہیں:

حمد:

احمد رضا نے رب کائنات کی قدرت کاملہ کی تعریف حسین و دلکش پیرائے میں کی ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْکَوْنِ وَالْبَشَرِ
حَمْدًا یَدُوْمُ دَوَامًا غَیْرَ مُنْحَصِرٖ

وَاَفْضَلُ الصَّلٰوتِ الزَّاکِیَاتِ عَلٰی
خَیْرِ الْبَرِیَّۃِ مُنْجِی النَّاسِ مِنْ سَقَرٖ

بِکَ الْعَیَاذُ إلٰھِیْ أنْ أشَاْ حَکَمَا
سِوَاكَ یَارَ بَنَایَا مُنْزِلَ النُّذُرِ

اَلَاتَعَالَیٰ إلَی الْمُخْتَارِ مِنْ مُضَرِ
صَلَّی الْإلٰہُ عَلَی الْمُخْتَارِ مِنْ مُضَرِ

إنْ شِئْتَ فَانْھَضْ إلَی الْفَارُوْقِ نَسْأَلُہٗ
فَالْحَقُّ یَظْھَرُ مِنَ اَلْفَاظِہِ الْغُرَرِ

ھَلُمَّ اسْرَعْ نَسْأَلْ عِنْدَ حَیْدَرَۃٍ
أنْ لَّا تَقُوْلَ تَحَاکُمْنَا إلَیٰ عُمَرِ (۲۷۸)

نعت:

نعت گوئی کا فن نہایت اہم ہے، اس میں ہر انسان کامیابی حاصل نہیں کر سکتا۔ بعض اصحاب شعر وسخن نعت میں لغویات سے کام لیتے ہیں جب کہ لغویات، و دیگر خارجی مضامین سے نعت کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

نعت کی مختلف حیثیات ہوتی ہیں، ان میں درج ذیل دو حیثیت بہت مشہور ہیں:

(۱) ایک وہ نعت جس کی ابتدا روایت سے ہوتی ہے اور انتہا عقیدے پر ہوتی ہے۔

(۲) دوسری وہ نعت جو عشق سے گزر کر ایمان وایقان پر ختم ہو۔

امام احمد رضا کی شاعری کا لب ولہجہ بالکل اسلامی رنگوں میں ڈوبا ہوا ہوتا ہے جس کی انفرادیت اپنی جگہ مسلّم ہوتی ہے۔ سوز وگداز، فصاحت و بلاغت جذب وکشش ہونے کے ساتھ ساتھ شرعی اصول وضوابط کی کسوٹی پر کسا ہوتا ہے، چونکہ ان کی شاعری قرآن وحدیث کی روشنی میں ہوتی ہے اس لئے شاعرانہ تخیلات کی بے راہ رویوں سے

کوسوں دور ہوتے ہیں، اس کا اعتراف انہوں نے خود اپنے کلام میں کیا ہے۔(۳۷۹) ڈاکٹر حامد علی خاں اس کا اعتراف کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''آپ کے نعتیہ کلام کا مطالعہ کرنے سے یہ اقرار کرنا پڑتا ہے کہ آپ کی نعت گوئی آداب عشق ومحبت کی آئینہ دار ہے، حضور نبی ہاشم ﷺ سے آپ کی محبت نہ صرف ہر چیز سے بلند و برتر تھی بلکہ والہانہ عقیدت اور حقیقی جاں نثاری تھی۔''(۳۸۰)

امام احمد رضا کی شاعری خالص عشق رسول کا مظہر تھی۔ کلام کے ہر ہر لفظ سے محبتِ رسول ﷺ کا سوتا ابلتا ہوا دکھائی دیتا ہے اور اسی کو اپنی زندگی کا حاصل اور معراج کمال تصور کرتے ہیں۔ نعتیہ شاعری میں جذبات عشق ومحبتِ رسول ﷺ لفظ لفظ میں انسانی خون کی طرح دوڑ رہا ہے، جس کے سبب ان کی شاعری منفرد دکھائی دیتی ہے۔ اس کا اعتراف ملک وملت کے بڑے بڑے فضلاء اور دانشوروں نے کیا ہے، جن کی تفصیل متعدد کتب میں دیکھی جاسکتی ہے۔(۳۸۱)

امام احمد رضا کی نعت گوئی میں عشقِ رسول ﷺ کو فوقیت حاصل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ عشق الفاظ کا لبادہ اوڑھ کر نوک قلم پر ظاہر ہوتا ہے۔

وَكُلِّ خَيْرٍ مِنْ عَطَاءِ الْمُصْطَفٰى
صَلّٰى عَلَيْهِ اللّٰهُ مَعْ مَنْ يُصْطَفٰى

اَللّٰهُ يُعْطِيْ وَالْحَبِيْبُ الْقَاسِمِ
صَلّٰى عَلَيْهِ الْقَادَةُ الْاَكَارِمِ

مَا نَالَ خَيْرًا مَنْ سِوَاهُ نَامِلٌ
كَلَّا! وَلَا يُرْجٰى بِغَيْرِ نَائِلٌ

مِنْهُ الرَّجَاءُ مِنْهُ الْعَطَاءُ مِنْهُ الْمَدَدُ
فِي الدِّيْنِ وَالدُّنْيَا وَالْاُخْرٰى لِلْاَبَدْ(۳۸۲)

ترجمہ:

ہر قسم کی بھلائی حضور سرور کائنات ﷺ کی جانب سے ہے۔ خداوند کریم آپ پر دیگر منتخب اشخاص کے ساتھ رحمت عطا فرمائے، خداوند قدوس جل جلالہ وعمّ نوالہ مرحمت فرماتا ہے اور رحمت عالم ﷺ بانٹنے والے ہیں، اسی لئے قاسم کے لقب سے موسوم ہوئے۔ اقوام کے بزرگ قائد آپ پر درود وسلام بھیجتے ہیں۔ کسی بھی پانے والے نے آپ کے علاوہ کسی سے بھی معمولی نعمت نہیں حاصل کی۔ یہ امر بالکل یقینی ہے کہ رحمت عالم کے سوا کسی سے بھی بخشش کی توقع نہیں کی جاسکتی۔

آپ ہی سے امید ہے، آپ کی طرف سے سخاوت ہے اور آپ کی ہی جانب سے دین ودنیا میں اور لامتناہی اخروی حیات میں مدد واعانت ہے۔

اسی طرح علامہ رضا حضور سرور کائنات ﷺ سے مدد کی درخواست کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

رَسُوْلُ اللّٰہِ اَنْتَ بُعِثْتَ فِیْنَا
کَرِیْمًا رَحْمَۃً حِصْنًا حَصِیْنًا
تَخَوَّفَنِیْ الْعِدٰی کَیْدًا مَّتِیْنًا
أَجِرْنِیْ یَا اَمَانَ الْخَائِفِیْنَا (۳۸۳)

ترجمہ:

اے اللہ کے رسول ﷺ آپ ہم میں کریم ورحیم، حصن وحصین بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ اے خوفزدہ اشخاص کے مجسم امن وامان، دشمن اپنے زبردست مکروفریب سے مجھے خائف بنا رہے ہیں اس لئے آپ مجھے پناہ دیجئے اور میری حفاظت فرمایئے۔

امام احمد رضا کو سرور کائنات ﷺ کی ذات پُر صفات پر کامل بھروسہ ہے، اس لئے پورے وثوق کے ساتھ ایک مقام پر لکھتے ہیں:

رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنْتَ الْمُسْتَجَارُ
فَلَا أَخْشَى الْأَعَادِيْ كَيْفَ جَارُوْا
بِفَضْلِكَ اَرْتَجِيْ عَنْ قَرِيْبٍ
تَمَزَّقُ كَيْدُهُمْ وَالْقَوْمُ بَارُوْا (۳۸۴)

ترجمہ:

یارسول اللہ آپ آماجگاہ ہیں، چنانچہ میں دشمنوں سے ذرا برابر بھی خائف نہیں کہ وہ کس طرح ظلم وستم کریں۔ مجھے آپ کے فضل وانعام سے توقع ہے کہ آکر جلد ہی دشمنوں کے مکر وفریب کے دام کو چاک فرمادیں گے اور دشمنوں کا گروہ تباہ ہو جائے گا۔

امام احمد رضا کی نعت گوئی کا امتیازی وصف لفظ توسل واستغاثہ ہے، چنانچہ اس کا اعتراف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وَالْآلُ وَالْأَصْحَابُ هُمْ مَأْوٰی عِنْدَ شَدَائِدِ
فَإِلَى الْعَظِيْمِ تَوَسُّلِيْ بِكِتَابِهِ وَبِأَحْمَدِ (۳۸۵)

ترجمہ:

اور ان کے آل اصحاب پر جو مصائب کے وقت میں ہماری آماجگاہ ہیں، پس اللہ العظیم کی طرف میں دو چیزوں کو وسیلہ بناتا ہوں، ایک اس کی کتاب (قرآن) اور دوسرے اس کے پیارے نبی جن کا اسم گرامی احمد ﷺ ہے۔

قصائد:۔

قصیدہ شعر وشاعری کا ایک اہم جز ہے جو کسی نواب، صاحبِ ثروت، مذہبی پیشوا، بادشاہ، راجہ یا کسی مذہبی شخصیت کی تعریف وتوصیف میں تحریر کیا جائے۔

امام احمد رضا خاں بریلوی کے عہد میں شعراء راجاؤں اور بادشاہوں کے دربار سے منسلک تھے اور وہ ان کی شان میں بڑے اچھوتے قصائد لکھ کر انعامات واکرامات حاصل کرتے تھے، مگر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی سچے پکے عاشق رسول ﷺ تھے اس لئے انہوں نے کبھی کسی نواب یا سربراہ مملکت کی جھوٹی تعریف نہیں کی بلکہ عقیدت ومحبت اور خلوص وللّٰہیت سے اپنے آقا ومولیٰ حضرت محمد ﷺ کی یاد اور ان کی شانِ عظمت کے بیان میں مدحیہ کلام لکھتے رہے۔ ایک مرتبہ نواب نانپارہ نے موصوف سے چند تعریفی اشعار (قصیدہ) لکھنے کیلئے کہا' آپ نے جواباً اپنے آقاء ومولا ﷺ کی شان میں سولہ اشعار پر مشتمل ایک نعت کہی، جس کا مطلع ہے:۔

وہ کمالِ حسن حضور ہے کہ گمانِ نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

اور مقطع میں نواب نانپارہ کے نام کو الٹ کر کیا خوبصورت بات کہی۔:

کروں مدح اہلِ دُوَل رضاؔ! پڑے اس بلا میں مری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا، مرا دین پارۂ ناں نہیں

رضاؔ بریلوی نے زمانہ جاہلیت کے شعراء کے طرز پر طبع آزمائی تو کی مگر ان کے رجحانات اور ان کے مقاصد سے ہمیشہ گریز کیا۔ وہ شاعری کو کمائی کا ذریعہ بناتے اور نہ ہی اپنی تمام تر صلاحتیں اس سلسلے میں صرف کرتے۔ بلکہ فاضل بریلوی شاعرانہ انداز میں قوم کی قیادت و

اجتماعیت کے لئے قصائد کہتے تھے۔ عہد جاہلیت میں ۷ ایسے معرکتہ الآراء قصائد تھے جنھیں موسم حج میں کعبہ معظمہ میں لٹکایا گیا تھا، ان میں سب سے پہلا قصیدہ امرءالقیس (۳۸۶) کا تھا، جس میں اس نے کچھ اُجڑے اور کھنڈر مقامات اور ان کے نشانات سے شاعری کی ابتداء کی ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ شاعر نے کبھی اس مقام پر اپنی زندگی کے کچھ ایام گزارے ہیں جہاں اس مقام پر اس کے محبوب کا گزر ہوتا تھا، چنانچہ شاعر کی نگاہوں کے سامنے گذشتہ زندگی کی تصویر کھنچ جاتی ہے اور وہ قرب وجوار کی پہاڑیوں اور درختوں کو دیکھ کر اپنے محبوب کی یاد تازہ کرتا ہے۔

امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی سچے پکے عاشق رسول ﷺ ہونے کے باعث اپنے خیالات کا اظہار شریعت کی میزان پر پرکھ کر اس زندۂ جاوید شخصیت کو اپنے قصیدہ کا موضوع بناتے ہیں، جس نے دنیا میں عدل واحسان کا خدائی نظام قائم کیا اور پھر ان اصحابِ قدسیہ کو اپنے اشعار کا موضوع بناتے ہیں جو عشقِ رسول ﷺ میں مخمور ہو کر حق گوئی و بے باکی کا پیغام عطا کرتے ہیں۔ شاعر انہی کو اپنا محبوب قرار دیتا ہے، جو تصلّب فی الدین کے حامل اور مسلکِ اہلسنت والجماعت کے علمبردار ہیں۔ یوں تو شاعر نے بڑے شاہکار قصائد تحریر فرما کر اپنی شعری صلاحیتوں کا مظاہرہ فرمایا مگر وہ قصیدہ جو انہوں نے اپنے محبوب کی شان میں کہا وہ یقیناً امراءالقیس کی یاد تازہ کردیتا ہے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے ''قصیدتان رائعتان'' نامی دو قصیدے ۱۳۱۳ اشعار پر مشتمل اصحاب بدر کی مناسبت سے ہیں، جنہیں حضرت مولانا شاہ فضل رسول بدایوانی قدس سرہٗ (۳۸۷) کی تعریف وتوصیف میں کہا ہے۔ ان کا مطالعہ کیجئے تو آپ کو عہدِ جاہلی کی فصاحت وبلاغت کی تمامتر خصوصیات، شجاعت، دلیری، جرأت، حقانیت، سراپا منظرکشی، مشکل الفاظ کی کثرت، ندرتِ خیال، شعروں کی شاندار بندش، شاہی شان وشوکت، چراگاہوں، خیموں،

کھنڈروں ہرنیوں سے تشبیہ اور جدید اسالیب وغیرہ کا ذکر قدیم عربی شاعری کی یاد تازہ کر دیتی ہے مگر امرء القیس نے جو کچھ کہا وہ اپنی چچازاد بہن عنیزہ، رات کا وصف اور اپنی آوارگی کو موضوع بنا کر کہا مگر رضا بریلوی نے اس کے برعکس عاشقِ رسول علیہ السلام حضرت مولانا فضل رسول بدایوانی علیہ الرحمۃ کی شان میں طبع آزمائی کی اور وہ خصوصیات پیش کیں جن کو پڑھ کر آپ کو اخلاق و عاداتِ کریمہ کی زندۂ جاوید تصویر نظروں کے سامنے پھر جاتی ہے۔ درج ذیل قصائد کے عناصر، تشبیب در تشبیب، مدح یا ذم، گریز اور خاتمہ پر مشتمل اشعار پیش کیے جا رہے ہیں جن سے رضا بریلوی کی حق شناسی اور قصیدہ میں تغزل کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے:

رَنَّ الْحَمَامُ عَلٰی شُجُوْنِ الْبَانِ ۔۔۔ یَامَا أُمَیْلِحَ ذِکْرُ بِیْضِ الْبَانِ
تَبْکِیْ دَمًا وَّتَقُوْلُ فِیْ أَسْجَاعِهَا ۔۔۔ اَللّٰهُ یُضْحِکُ سِنَّ مَنْ أَبْکَانِیْ
وَلَقَدْ دَرٰی مَنْ ذَاقَ ذَوْقَ صَبَابَةٍ ۔۔۔ أَنَّ اللُّحُوْنَ مُثِیْرَةُ الْأَکْنَانِ

(۳۸۸)

۱۔ بان کے درخت کی شاخوں پر کبوتر فریاد کے انداز میں کہہ رہا تھا کس قدر ممکن ہے مقام بان کی حسیناؤں کا ذکر۔

۲۔ وہ خون کے آنسو رو رہا تھا اور اپنے نغموں میں کہہ رہا تھا، خداوند قدوس اسے شاداں رکھے جو مجھے مدعو کر رہا ہے۔

۳۔ حقیقتاً اس نے سمجھ لیا جو ذوقِ عشق سے دوچار ہے کہ اچھی آوازیں دل کے چھپے ہوئے جذبات کو اُبھارتی ہیں۔

أَنَا قَیْسُ نَجْدٍ فِیْهِ نُزْهَةُ جُنَّةٍ ۔۔۔ هِیَ جُنَّةٌ مِنْ جِنَّةٍ لِّجَنَانِ
لَیْلَایَ لَیْلٌ کُنْتُ فِیْهِ مُنَادِمًا ۔۔۔ لِعَرَائِسٍ عُرُبٍ حَلَلْنَ جَنَانِیْ
أَسْکَنَّ قَلْبِیْ إِذْ سَکَنَّ وَبِتُّ فِیْ ۔۔۔ نِعَمِ ارْتِشَافِ لَمًا وَّ رَقِّ لِسَانٍ

(۳۸۹)

۱۔ میں ایسے نجد کا قیس ہوں جس میں جنت کی سی پاکیزگی ہے اور تمام لوگوں کے جنوں کی ڈھال ہے۔

۲۔ میری لیلیٰ ایسی شب ہے جس میں ہم نشین ان دلہنوں کے ساتھ تھا جو شوہر دوست تھیں اور وہ میرے دل میں اتر گئیں۔

۳۔ میرے دل کو سکون دیا اس لئے وہ ساکن ہوا اور میں نے رات گزاری بہترین اور خوشگوار زبان ولب کے ساتھ۔

مَهْ يَا رِضَا ابْنَ الْكِرَامِ الْأَتْقِيَا　　يَا غَرْسَ دَوْحِ الْعِلْمِ وَ الْإِتْقَانِ (۳۹۰)

دَعْ عَنْكَ هٰذَا لَسْتَ أَهْلَ بَطَالَةٍ　　وَانْهَضْ إِلٰى مَا كُنْتَ فِيْهِ تُضَانِيْ

لِلّٰهِ دَرُّكَ يَا نَصِيْحُ نَدِيْمِهٖ　　أَيْقَظْتَنِيْ مِنْ غَفْلَةِ الْوَسْنَانِ (۳۹۱)

مَالِيْ وَلِلدُّمْيَاتِ مِنْ دُرَرٍ عَلٰى　　سُرُرٍ وَلَسْتُ بِعَابِدِ الْأَوْثَانِ

۱۔ باز آ اے رضا! اے علم وتقویٰ کے فرزند! اے درخشاں علم و اتقان کے نونہال۔

۲۔ چھوڑ اسے کہ تم بیہودہ گو میں سے نہیں اور کھڑا ہو جا اس کے لئے جسے تم برداشت کر سکو۔

۳۔ تیری بھلائی رب تبارک وتعالیٰ کے لئے ہے، اے ناصح دوست کہ تم نے مجھے بیدار کر دیا غفلت سے۔

۴۔ مجھے کیا تعلق موتیوں کی ان مورتیوں سے جو تخت پر جلوہ افروز ہوں اور میں بتوں کی عبادت کرنے والا نہیں۔

مَـالِی وَلِلْغَزَلِ الْمُهِیْجِ فَلَا أَکُنْ | غَـزِلًا وَلَمْ أَرْمَرْتَعَ الْغِزْلَانِ (۳۹۲)
مَـا کَـانَ هٰذَا دَیْدَنِیْ لٰکِنَّهُ | تَشْبِیْـبُ شِعْـرٍ لَادَدُ الشُّبَّـانِ
إذْمَـا دَدٌ مِّـنِّـیْ وَلَا أَنَـا مِنْ دَدٍ | إذْ جِـئْـتُ اَمْـدَحُ رِحْلَةَ لِلْاَوَانِـی (۳۹۳)

۱۔ مجھے کیا نسبت بھڑکتی غزلوں سے نہ میں عشق باز مرد ہوں اور نہ ہی میں نے غزلوں کی چراگاہوں کو دیکھا ہے،

۲۔ یہ میری شان نہیں ہے لیکن یہ شعر کی تمہید ہے کہ جوانوں کا کھیل

۳۔ نہ کھیل مجھ سے ہے اور نہ میں کھیل سے میں تو اس کی تعریف وتوصیف کرنے آیا ہوں جو عالمِ مرجع خلائق ہیں۔

عَـلَـمًـا عَلِیْمًـا عَـالِمًـا عَلَّامَةً | فَضْلَ الرَّسُوْلِ الْفَاضِلِ الرَّبَّانِی (۳۹۴)
رَضَعَ الْمَکَارِمَ فِیْ صِبَاهُ وَحُقَّ أَذْ | رَبَّتْهُ ظُؤْرُ الْمَجْدِ فِی الْاَحْضَانِ (۳۹۵)
حَتّٰـی تَـرَبّٰـی زَاکِیًـا مُتَزَکِّیًـا | یَـرْبُـوْ عَـلَـی الْإِمْثَالِ وَالْاَقْرَانِ
عَبْدَ الْمَجِیْدَ فَجَاءَهُ فَضْلُ الرَّسُوْ | لِ مُهَـنِّئًا بِالْفَضْلِ وَالرُّجْحَانِ (۳۹۶)
خَـضَـعَتْ لَهُ الْاَعْنَاقُ مِنْ أَعْنَاقِهِمْ | خَذَءَتْ لَهُ الْاَعْیَانُ مِنْ أَعْیَانِ (۳۹۷)

۱۔ انہوں نے اخلاقِ کریمانہ کا دودھ نوش فرمایا اپنے عہدِ طفلی میں اور یہ حقیقت ہے شرافت وبزرگی کی ہرنیوں نے اپنی گود میں ان کی پرورش کی۔

۲۔ یہانتک کہ انہوں نے پرورش نیک اور خوش عیش ہوکر اور جملہ امثال واقران پر فائق ہوگئے۔

۳۔ عبد المجید ان کے نزدیک فضل رسول تشریف لائے فضل اور بزرگی کی مبارکباد پیش کرتے ہوئے

۴۔ خم ہوگئیں ان کے لئے اچھے لوگوں کی گردنیں اور تمام شرفاء ان کی فروتنی

کرنے لگے۔

ان قصائد کے علاوہ حضرت رضا بریلوی نے ایک طویل قصیدہ بنام

آمال الأبرار و آلام الأشرار

۱۳............ھ........ ۱۸

کے نام سے تحریر فرمایا۔ یہ قصیدہ ۱۷۰ اشعار کا دالیہ قصیدہ فصاحت و بلاغت، تشبیہ و استعارات اور کنایات کا ایک عظیم شاہکار ہے۔ رضا بریلوی نے اس قصیدہ میں مختلف موضوعات کو پیش فرمایا ہے۔ درج ذیل چند ابتدائی اور آخری اشعار دیئے جارہے ہیں جس سے صنفِ شاعری میں ان کی بالغ نظری کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

هِيَ الدُّنْيَا تَبِيدُ وَلَا تُفِيدُ
فَأُفٍّ لِمَنْ يُرِيدُ وَمَنْ يَرُوْدُ
نُفُوسُ الْجَهْلِ تَائِقَةٌ إِلَيْهَا
فَمُلْتَمِسٌ وَآخِرُ مُسْتَزِيْدُ
وَلَمْ أَرَمِثْلَ طَالِبِهَا غَبِيًّا
وَلَا كَبْشًا لِمَذْبَحِهِ أَقُوْدُ
يُبَارِيْ جُهْدَهُ وَإِنِ اسْتَطَاعَا
تَفَلَّتَ وَهُوَ عَنْ كُلِّيْ شَرُوْدُ
وَذَا الْمَسْكِيْنُ يَعْدُ وَنَحْوَ مَوْتِهِ بِأَرْجُلِهِ
وَيَحْقِدُ مَنْ يُحِيْدُ(۳۹۸)
أَلَمْ تَرَانَّ مُؤْتَفِكَاتِ قَوْمٍ
هَوَتْ لِهَوًى فَأَهْوَاهَا السُّمُوْدُ(۳۹۹)

صَلاۃٌ لاتُحَدُّ وَلا تُعَدُّ
وَلاتَفْنٰی وَإِنْ فَنِیَتْ اُبُوْدُ
سَلامٌ لاَیُمَنُّ وَلایُمَانِیْ
وَلایُبْلٰی مَتٰی بَلِیَتْ عُھُوْدُ
رَسُوْلُ اللّٰہِ أَنْتَ لَنَا الرَّجَاءُ
وَفَضْلَکَ وَاسِعٌ وَجَدَاکَ جُوْدُ
حَبِیْبَ اللّٰہِ مَنْ تَقْرَبْہُ حِفْظًا
فَکُلُّ کَرِیْھَۃٍ عَنْہُ بَعِیْدُ (۴۰۰)

مرثیہ:

امام احمد رضا نے مرثیہ جیسی اہم صنف سخن پر بھی طبع آزمائی کی ہے۔انہوں نے مرثیہ میں متوفی کے فضائل وکمالات کا ذکر جس پیرائے میں بیان کیا ہے وہ انہیں کا حصہ ہے۔ان کی اس صنف شاعری کا مطالعہ کرنے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے مرثیہ نگاری کے علاوہ کسی اور صنف سخن پر طبع آزمائی نہیں کی ان کا سارا فنی رجحان اسی طرف مرکوز رہا ہے،مگر ایسا نہیں یہ ان کی اس فن میں کامل مہارت کا نتیجہ ہے۔درج ذیل اشعار جس کے شاھد عدل ہیں:

بَلٰی لَیْلُ ذِیْ ھَمٍّ طَوِیْلٍ وَسِیَّمَا
ھُمُوْمٍ عَلٰی أَعْلٰی مَھَائِمَ جَلَّتِ
أَلاکُلُّ رُزْءٍ فِیْ دُنَاکَ مُنْتَہٍ
وَکُلُّ مُحَاقٍ مُسْفِرٌ عَنْ اَھِلَّۃٍ

شِمَالُ عُبَیْدِ اللّٰہِ جَلَّتْ جَلِیْلَۃً
وَشَمْلِلُ اِسْمٰعِیْل بِالتِّلْوِ صَلَّتِ
قَضٰی نَحْبَہُ قَوْمٌ نُحِبُّ وَ نَنْتَظِرُ
تُرْجٰی وَ نَخْشٰی مِنْ شُرُوْرٍ أَضَلَّتِ
وَذَا خَیْرُ مَا نَرْجُوْہُ أَنْ کَانَ وُدُّنَا
لِخَالِصِ دِیْنِ اللّٰہُ مِنْ دُوْنِ عِلَّۃٍ
قَضَی اللّٰہُ فِی جَنَّاتِہٖ جَمْعَ شَمْلِنَا
وَبَوَّأَنَا فِی رَوْضَۃٍ مُخْضَلَّۃٍ
حَبَا اللّٰہُ اِسْمٰعِیْلَ فَضْلًا وَّ رَحْمَۃً
وَأَکْرَمَ مَثْوَاہُ بِمَنْزِلِ خُلَّۃٍ
اِلٰھِی اِلَیْکَ بِالْحَبِیْبِ تَوَسُّلِیْ
بِہٖ فَاغْفِرِ اللّٰھُم ذَنْبِیْ وَذِلَّتِیْ (۴۰۱)

اسی طرح حکیم اجمل خاں کے والد ماجد حکیم محمود خاں کے انتقال پر درج ذیل اشعار کہے جو آج بھی اس پتھر پر کندہ ہیں جو حکیم صاحب کے قبر کے سرہانے لگا ہوا ہے،

بَکَتِ الْعُیُوْنِ أَمَا تُرِیْدُ جُمُوْدًا
أَبْکَتْ شَرِیْفًا صَادِقًا مَّحْمُوْدًا
أَسِفَتْ لِفَقْدِ الطِّبِّ عَصْرَ قِوَامِہٖ
فَأَسَتْ وَھَلْ بَأْسَاتُحِسُّ فَقِیْدًا
أَمْلَتْ عَلٰی مَثْوَاہُ یَوْمَ مَعَادِہٖ
قَبْرَ الَّذِیْ فِی الطِّبِّ مَاتَ حَمِیْدًا (۴۰۲)

ترجمہ:

آنکھوں نے آنسو بہائے، کیا آنکھوں نے اشک رواں سے ٹھہرنے کا ارادہ کرلیا ہے۔ کیا آنکھیں شریف، صادق اور محمود پر گریاں ہیں۔

حکیم محمود خاں دہلوی کے جد امجد اور والد مکرم کے اسماء بالترتیب حکیم شریف خاں اور حکیم صادق علی خان تھے، اس شعر میں تینوں کو بالترتیب لکھا گیا ہے۔ آنکھیں غمگین ہیں، کیونکہ طب نے اپنے مایۂ صحت کا سہارا کھو دیا ہے۔ آنکھوں سے اشک جاری ہیں کیا ہم سے رحلت اختیار کر کے گم ہو جانے والے پر آنکھوں کو کسی عذاب کے خطرہ کا احساس ہے۔

حکیم صاحب کی رحلت کے وقت آنکھوں نے ان کی قبر پر برجستہ تحریر کرایا۔ یہ اس کی قبر ہے جس نے فن طب میں اعلیٰ زندگی بسر کی اور بعد رحلت قابل تعریف قرار پایا۔

امام احمد رضا نے جہاں، حمد، نعت، مرثیہ اور قصیدہ میں طبع آزمائی کی تو اسی کے ساتھ ساتھ معاصر علماء کی علمی کتابوں پر نظم ونثر دونوں میں عربی، فارسی اور اردو تینوں زبانوں میں تقاریظ لکھیں جن سے ان کی عربی زبان وادب میں دسترس کا پتہ چلتا ہے، ذیل میں صرف دو کتابوں کی تقاریظ پیش کی جارہی ہیں جن سے مولانا کی عربی دانی کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے:

(۱) سراج العوارف فی الوصایا والمعارف: میاں صاحب قادری، وکٹوریہ پریس، بدایوں ۱۳۱۴ھ۔

(۲) انوار ساطعہ بحوالہ حدائق بخشش، حصہ سوم، ص ۷۸-۷۹۔

علامہ رضا نے اول الذکر کتاب پر تقریظ کے گیارہ اشعار تحریر کئے جن میں سے چند یہ ہیں:

أَيَا سَيِّدِیْ يَا ابْنَ عِزٍّ غَطَارِفْ
وَيَا أَحْمَدَ النُّوْرِ نُوْرَ الْأَعَارِفْ
كَلَامُكَ نُوْرٌ بَهَاءِ السَّلَاسِلُ
وَشَهْدٌ مُصَفًّى عَنِ الزَّيْغِ صَارِفْ
وَتَحْقِيْقُ تَرْوِيْحِ كَشْفِ الْقُلُوْبِ
دَلِيْلُ الْيَقِيْنِ سِرَاجُ الْعَوَارِفْ
وَلَا غَرْوَ أَنْ جَاءَ مِنْكَ سِرَاجٌ
فَإِنَّكَ نُوْرِیْ نَادِی الْمَعَارِفْ
أَرَانَا سِرَاجُكَ بِاللَّيْلِ شَمْسًا
وَشَمْسٌ بِلَيْلٍ عَجِيْبٌ وَّطَارِفْ
فَهَلْ مِثْلُهُ فِیْ تَلِيْدٍ وَّطَارِفْ
وَأَيْنَ فَأَيْنَ تَرَاهُ الطَّوَارِفُ(۴۰۳)

اورآخرالذکر کتاب پر یہ اشعار تحریر فرمائے:

وَلَا أَدْرِیْ وَسَوْفَ إِخَالُ أَدْرِیْ
أَقَوْمٌ آلُ نَجْدٍ أَمْ نِسَاءُ
فَمَنْ فِیْ كَفِّهِ مِنْهُمْ خِضَابٌ
كَمَنْ فِیْ كَفِّهِ مِنْهُمْ لِوَاءُ
فَمَا فِيْهِمْ رَشِيْدُ الصِّدْقِ إِلَّا
وَإِنْ تُمْعِنْ فَرُشْدُهُمْ هَبَاءُ

فَمَا مَعْنٰی تَحَاوُرِ هِمْ وَلٰکِنْ
عَسَی الْحَنَّانُ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَاءُ(۳۰۴)

شعر وسخن میں امام احمد رضا کو اس طرح عبور حاصل تھا کہ وہ بڑے سے بڑے پیچیدہ مسائل کو شاعری کی زبان میں بیان کرنے پر اعلیٰ قدرت رکھتے تھے، ان کے یہاں یہ خاص بات تھی کہ جو جس انداز سے مخاطب ہوتا اسی لب ولہجہ میں اس کا منہ توڑ جواب دیتے۔ اس طرح انہوں نے فتویٰ نگاری جیسی اہم علمی بحث میں انہوں نے شعر وسخن سے کام لیا ہے۔ اگر سائل نے سوالات کی بوچھاڑ شاعری کی زبان میں کی ہے تو امام احمد رضا نے اسی لہجہ اور اسی زبان میں سائل کا جواب دیکر اس کے دل کو مطمئن کیا ہے۔ یہ ایک ایسی چیز ہے جو کسی مفتی کے یہاں دیکھنے میں کم ملتی ہے، مگر ایسی وافر مثالیں ان کے فتاویٰ میں جا بجا دیکھی جاسکتی ہیں۔

شیخ عبدالجلیل پنجابی نے ۱۳۰۳ھ میں علامہ رضا کی خدمت میں ایک استفتا ارسال کیا کہ روسر کی شکر کہ ہڈیوں سے صاف کی جاتی ہے اور صاف کرنے والوں کو کوئی احتیاط نہیں ہوتی کہ وہ ہڈیاں پاک ہیں یا ناپاک، حلال جانور کی ہیں یا حرام جانور کی ہیں اور سنا گیا ہے کہ اس میں شراب بھی پڑتی ہے۔

سمع المولیٰ و شکر
لمن حمد العلی الاکبر
شکر ربنا الذواجلی
من کل مایلذو یستحلی
والصلوٰۃ والسلام
علی سید الاتام

اعظم یعسوب لنحل الاسلام
عذب النریق حلو الکلام
منبع شهد یزیل اسقام
والہ وصحبہ العظام الفخام
ما اشتفی بالعسل مریض سیقم
واحب الحلو مسلم سلیم(۲۰۵)

امام احمد رضا کی شاعری میں اس طرح دیگر متفرق اشعار بھی مل جاتے ہیں جو شعر وسخن کے ان شعری مصطلحات سے وابستہ ہیں جن کی بذات خود ایک اہمیت ہے اور ایسی اصطلاحوں کے پس منظر میں بڑے بڑے معرکۃ الآرأ اشعار ہیں جس طرح ذیل کے یہ شعر جس کا تعلق تجاہل عارفانہ سے ہے۔

تجاہل عارفانہ:

فان کنت لاتدری فتلک مصیبة
وان کنت لاتدری فا المصیبة اعظم(۲۰۶)

ترجمہ: ''بے علمی ایک مصیبت ضرور ہے مگر دیدۂ دانستہ لاعلم بننا تو بڑی مصیبت ہے۔''

درج ذیل میں یہ شعر بھی کم اہمیت کا حامل نہیں، دلچسپی طبع کے سبب یہاں اسے درج کیا جارہا ہے، اگرچہ اس کا تعلق تجاہلِ عارفانہ سے نہیں ہے ۔

اذا کان الغراب دلیل قوم
سهدیهم طریق الهالکینا (۲۰۷)

ترجمہ: اگر کوا کسی قوم کا رہنما ہو تو وہ قوم جلد ہلاکت کے گھاٹ اترے گی۔

عربی شاعری میں مہارت تامہ ہی کا نتیجہ ہے کہ مختلف اصناف سخن میں انہوں نے اس فن کے جوہر بکھیرے ہیں۔ علمی کتابوں پر تقاریظ، فتاویٰ کی سن ترتیب اور قصیدوں کی حسن بندش کے ساتھ ساتھ ولادت سے لیکر وفات تک کی تاریخیں بھی شاعری کے لب ولہجہ میں اس خوبصورتی کے ساتھ استخراج کی ہیں جس سے ان کی شاعری کی بحور اور زیر و بم میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں آیا ہے۔

صرف انہوں نے تاریخی قطعات ہی نہیں کہے ہیں بلکہ جتنی ادق اور مشکل صنعتیں ہوسکتی تھیں سب پر انہوں نے طبع آزمائی کر کے اپنی شاعرانہ فنکاری کا اظہار کیا ہے۔ ذیل میں جستہ جستہ کچھ مثالوں سے ان کی اس فن پر روشنی ڈالی جاسکتی ہے۔

توشیح:- یہ صنعت بہت اہم ہے۔ امام احمد رضا کے معاصرین میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی ہے، انہوں نے اس اہم صنعت میں پیر و مرشد شاہ سید ال رسول مارہروی ۱۲۹۶ء کی تواریخ انتقال نکالی ہے،

خذالتاریخ فی التوشیح نظماً
یلوح کانہ البدر المنیر
وخذمن کل قطر مثل سطر
۱۲۹۶ھ
تکن ستأولیس لہٗ نظیر
۱۲۹۶ھ
ولی طاھر برامام
وصول طیب بدر امیر

وحیـد طـالـع بـحـر امـان
۱۲۹۶ھ

ودود طـالـب بـدل اجیـر (۲۰۸)
۱۲۹۶ھ

امام احمد رضا نے تاریخ وفات کے ساتھ ساتھ تاریخ ولادت میں بھی طبع آزمائی کی ہے اور متعدد مادّے جودت طبع کی بناء پر نکالے ہیں۔ ایسی مبارک ومسعود شخصیتوں میں خاص طور سے ان کے والد ماجد مولانا نقی علی خان ۱۲۹۷ھ کی عبقری شخصیت کا اسم گرامی پیش کیا جاسکتا ہے۔ علامہ رضا نے والد مکرم کی تاریخ ولادت صنعت ترصیع سے نکالی ہے۔

صنعت ترصیع:

اس صنعت کو کہتے ہیں جو ایک قطعہ یا قصیدہ، یا مرثیہ یا عبارت وغیرہ کے ہر رکن یا ہر مصرع یا جملہ سے ایک ہی سن یا مختلف سنوں کے مادے پیدا کرے۔ درج ذیل تواریخ ولادت اسی صنعت کی آئینہ دار ہیں۔

جَاءَ وَلِیٌّ تَقِیُّ الثِّیَابُ عَلِیُّ الشَّانِ
۱۲۴۶ھ

رَضِـیُّ الْاَحْـوَالِ بَهِـیُّ الْـمَـكَـانِ
۱۲۴۶ھ

هُوأَجَلُ مُحِقِقِ الْاَفَاضِـلِ
۱۲۴۶ھ

شَهَـابُ الْـمُـدَقِقِيْنَ الْأَمَاثِلِ
۱۲۴۶ھ

قَمَرٌ فِی بُرْجِ الشَّرَفِ

۱۲۷۲ھ

بَرِئٌ مِنَ الْخُسُوفِ وَالْكَلَف

۱۲۷۲ھ

أَفْضَلُ سُبَّاقِ الْعُلَمَاء

۱۲۷۲ھ

أَقْدَمُ حُذَّاقِ الْكُرَمَا (۲۰۰)

۱۲۷۲ھ

انتقال :

كان نهاية جمع العظماء

۱۲۹۷ھ

خاتم اجلة الفقهاء

۱۲۹۷ھ

امين الله فى الارض ابدا

۱۲۹۷ھ

ان فقد فتلك كلمة بها يهدى

۱۲۹۷ھ

ان موتة العالم موتة العالم

۱۲۹۷ھ

وفاة عالم الاسلام ثلمة فى جمع الانام

۱۲۹۷ھ

خلل فی باب العباد لاینسد الیٰ یوم القیام

۱۲۹۷ھ

کمل لہ ثوابک یوم النشور(۲۱۰)

۱۲۹۷ھ

۱۶ر رمضان المبارک ۱۳۱۷ھ/۱۸۹۹ء کو مولانا عبدالکریم جبلپوری (۲۱۱) کا انتقال ہوا تو فوراً بذریعہ تار بریلی اطلاع دی گئی۔ امام احمد رضا نے تعزیت وتلقین صبرو استقامت کے ساتھ عربی میں جو قطعہ تاریخ لکھا وہ حقیقتاً عربی زبان وادب کا ایک عظیم شاہکار ہے۔

قِيلَ مَاتَ الزَّكِيُّ عَبْدُالْكَرِيْمِ
قُلْتُ كَلَّا بَلِ احْتَظٰى بِدَوَامِ
حَيٌّ عَنْ بَنِيْهِ فَكَيْفَ يَمُوْتُ
إِنَّمَا الْمَيِّتُ هَالِكُ الْأَوْهَامِ
أَيَمُوْتُ الَّذِیْ خَلَّفَ؟
سَلَّمَ اللّٰهُ مِثْلَ عَبْدِالسَّلَامِ
جَبَلُ الدِّيْنِ رَاسِخٌ بِقِيَامِهٖ
فِی جَبَلْفُوْرَ شَامِخُ الْأَعْلَامِ
قُلْتُ تَارِيْخُ عَيْشِهِ الْأَبَدِیِّ
دَامَ عَبْدُالْكَرِيْمِ خُلْدُ كِرَامِ (۲۱۲)

۱۳۱۷ھ

اسی طرح مولانا عبدالسلام جبلپوری (۲۱۳) کی زوجہ مقدسہ سکینہ خاتون کی تاریخ

وفات استخراج فرمائی جو بلاشبہ فصاحت و بلاغت کا عظیم شاہکار ہے۔ (۲۱۴) ۱۳۳۹ھ میں پیر محمد عبدالغنی امرتسری کا وصال ہوا تو علامہ رضا نے ایسے شاندار تاریخی اشعار کہے جو فی الواقع آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ ذیل میں اس کے ابتدائی اور آخری اشعار دیے جا رہے ہیں جن سے علامہ رضا کی شعریت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

اَلْمَوْتُ حَقٌّ یَا لَهُ مِنْ جَاءٍ
مُتَیَقَّنٍ وَّالنَّاسُ فِی اِنْسَاءٍ
اَنْسَاهُمُ الْاِنْسَاءُ فِی آجَالِهِمْ
مَعَ مَا یَرَوْنَ مِنْ آیَةٍ بِوَلَاءٍ
یَا مَالِکَ النَّاسِ النَّبِیُّ الْمُصْطَفٰی
اِشْفَعْ لِعَبْدِكَ دَافِعًا لِّبَلَاءٍ
رَقَمَ الرِّضَا تَارِیْخَهُ مُتَفَائِلاً
عَبْدُ الْغَنِیِّ بِجَنَّةٍ عَلْیَاءٍ (۲۱۵)

۱۳۳۸ھ

امام احمد رضا نے اس طرح متعدد علماء کی تاریخ وفات استخراج کی ہیں جن کی ایک لمبی فہرست ہے۔

فاضل بریلوی کی علمی عبقریت کا شہرہ عرب و عجم میں ہو چکا تھا، چنانچہ ۱۳۲۳ھ/ ۱۹۰۵ء میں جب علامہ رضا دوسری بار زیارت حرمین شریفین کے لئے تشریف لے گئے تو وہاں کے علماً اور ارباب علم وفضل نے آپ کی علمی جلالت کی بڑی قدر ومنزلت کی اور آپ کی قوت حافظہ اور حب رسول ﷺ سے اس قدر متاثر ہوئے کہ آپ سے اسناد حاصل کرنے کی جدو جہد میں لگ گئے۔ امام احمد رضا نے علماء حجاز کو اسناد عطا کیں۔ ۲۸ر ذی الحجہ

۱۳۲۳ھ کو حافظ صالح جمل اللیل تشریف لائے انہوں نے بھی اجازتیں طلب کیں۔ امام احمد رضا نے آپ کو سند کا ایک بڑا نسخہ مرحمت فرمایا جس کا تاریخی نام "الاجازة الرضویه لمبجل مکة البهیة" رکھا جس کے ہر مصرع کے پہلے حرف سے "صالح کمال" پڑھا جا سکتا ہے۔

ص - صَلُحَتْ قُلُوبُ الْعَارِفِيْنَ فَأَصْلَحَتْ
ا - أَعْضَاءَهُمْ فِي طَاعَةِ الْمُفْضَالِ
ل - لَاغَرْوَانِ بِحُسْنِ أَحْوَالِ الْمَلِكْ
ح - حُسْنًا لِمُلْكِ الْمَلِكِ فِي الْأَحْوَالِ
ک - كَمْ عَالِمٍ فِيْ عَالِمِ الدُّنْيَا بَذَا
م - مَاعِلْمُهُ الْأَشْقَاشِقَ قَالَ
ا - اَلْعِلْمُ قَلَّ وَبَعْدُ فِيْهِ تَكَثُّرُ
ل - لٰكِنْ عَلَيْكَ بِصَالِحٍ لِكَمَالِ (۲۱۶)

﴿صالح کمال﴾

ترجمہ:

اولاً اہل عرفان کے دل درست ہوتے ہیں، پھر وہ دل ان کے تمام اعضاء کو سنوار کر اس ذات کی عبادت پر لگا دیتے ہیں جو کثیر الفضل ہے۔ اس پر تعجب نہیں، کیونکہ سلطان کے اپنے احوال جب درست ہو جائیں تو اس کے پورے ملک کے احوال ستھرے ہو جاتے ہیں۔

اس دنیا میں کتنے علماء ایسے بھی ابھرے ہیں جو اونٹ کے بلبلانے کی آوازوں

کے سوا کچھ نہیں جانتے (یعنی ان کے پاس زبانی جمع خرچ کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوتا) علم کم ہو گیا ہے اور دعویٰ علم دور تک پہنچ گیا ہے تو تجھ پر ان کا دامن پکڑنا ضروری ہے جو کمال کے صالح ہیں۔ (صالح کمال)

ٹھیک اسی طرح اسمٰعیل خلیل مکی ۱۳۲۶ھ ۱۳۱۶ھ کو سند عطا فرمائی جس کے اشعار درج ذیل ہیں، جس کے پہلے حرف سے سند لینے والے کا نام متخرج ہے۔

ا ...... اَللّٰهُ أَرْسَلَ لِلْخَلَالِ خَلِيْلَا
س ...... سَدُّ الْخِلَالِ وَلَمْ يُخَلِّ خَلِيْلَا
م ...... مُنِحَتْ بَنُوْهُ خِلَالَ خَيْرِ طَبَقَةً
ع ...... عَنْ طَبَقَةٍ وَّتَعُمُّ جِيْلًا جِيْلَا
ی ...... يَا عِزَّ بَيْتٍ جَاءَ فِيْهِ الْمُصْطَفٰى
ل ...... لِلْمُصْطَفٰى الْعِزُّ الْجَلِيْلُ أَثِيْلَا
خ ...... خَلَتِ الْقُرُوْنُ وَمَا خَلَا ذَا الْبَيْتُ مِنْ
ل ...... لُطْفِ الْإِلٰهِ وَلَنْ يُّرٰى تَحْوِيْلَا
ی ...... يُمْنُ الْخَلِيْلِ مَعَ الْحَبِيْبِ تَوَافَقَا
ل ...... لِيُدِيْمَهُ الرَّبُّ الْجَلِيْلُ جَلِيْلَا (۲۱۷)

ترجمہ: ۱۔ رب تبارک وتعالیٰ نے مخلوق کی حاجت برآری کے لئے اپنا خلیل ارسال کیا انہوں رخنے بند کئے اور کسی ضرورت مند کو اپنے کرم سے محروم نہ رکھا۔

۲۔ ان کی اولاد کو بھی بہترین عادتیں مرحمت ہوئیں اور وہ عادتیں ہر قبیلہ تک پہونچیں۔

۳۔ کس قدر افضل واعلیٰ ہے وہ گھرانہ جس میں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا، اعلیٰ عزت تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مخصوص ہے۔

۴۔ صدیاں گزر گئیں اس گھرانے پر ہمیشہ اللہ کا کرم رہا اور مستقبل میں بھی اس کی مہربانیاں ان سے نہ پھریں گی۔

۵۔ خلیل کی برکت حبیب کے ساتھ موافقت کئے ہوئے ہے تاکہ رب تبارک و تعالیٰ اسے ہمیشہ کے لئے بڑے مرتبے پر رکھے۔

اصلاح اشعار:

امام احمد رضا کو جہاں مذکورہ اصنافِ سخن میں بھرپور مہارت تھی تو وہیں آپ کو اصلاح اشعار میں بھی یدطولیٰ حاصل تھا۔

مولانا احمد بخش نے ۱۱۴ رشعروں کا ایک قصیدہ برائے اصلاح ارسال کیا۔ امام احمد رضا ان دنوں شدید مرض میں مبتلا تھے، مگر پھر بھی اصلاح فرمائی۔ ۱۱۴ میں سے ۱۰۱ شعروں میں ترمیم وتبدیلی کی اور ۲۶ رشعر ہی بدل کر نئے شعروں کا اضافہ کیا۔ اصلاح میں نحوی، لغوی اور عروضی تمام پہلوؤں کا خیال رکھا گیا اور مضامین شعر کی حیثیت کو بھی پیش نظر رکھا۔ مثلاً یہ شعر:

یا من ثمال للیتامی والمسا
کین ومن عیلی وارامل

ترمیم: یا خیر کهف .... لاذبه المعیّل

وجہ ترمیم یہ لکھی:

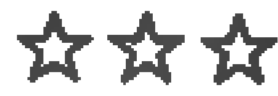
حذف مبتدا اور عیلی بمعنی معیل، میرے خیال میں بنفسہ نہیں اور یہاں مفعول نامطبوع اور تاسیس بھی (۲۱۸) یا مثلاً یہ شعر تھا۔

لكنني ابني شخفت　　به　　حبا ولكن قديتساهل

ترميم　　مولائي ابن قدشغفت　　به　　حبا ولكن اراه يعمل

وجہ ترمیم: بنی میں ہمزہ وصل ہے اور یہاں فاعلن نا مطبوع اور تساہل غالباً متعدی بنفسہ نہیں ہوتا اور تاسیس تھی اور پہلا 'لکن' بے محل سا تھا۔ (۳۱۹)

اسی طرح امام احمد رضا نے پورے مدحیہ قصیدہ میں اپنی اصلاحی صلاحیت اور تنقیدی شعور کا بھرپور مظاہرہ کیا ہے۔





﴿الباب السادس﴾

امام احمد رضا
تصنیفات ونوادرات کے آئینے میں



امام احمد رضا ایک کثیر التصانیف عالم تھے۔ آپ کی تصانیف ۵۵؍علوم وفنون میں چھوٹی بڑی ایک ہزار سے زائد شمار کی گئی ہیں۔(۴۲۰) مولانا حامد رضا خاں ''الدولة المکیه بالمادة الغیبیة ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء'' کے حاشیے میں لکھتے ہیں کہ:

''بحمدہ تعالیٰ تصانیف چار سو سے زائد ہیں جن میں فتاویٰ مبارکہ بڑی تقطیع کی بارہ ضخیم جلدوں میں ہے۔(۴۲۱) بہرحال آخر میں یہ تعداد ہزار تک متجاوز ہوگئی تھی۔(۴۲۲)

امام احمد رضا کے ممتاز شاگرد مولانا ظفر الدین بہاری پہلے شخص ہیں جنہوں نے موصوف کی تصانیف کو یکجا فرما کر ایک نامکمل فہرست مکمل کی۔ اس میں ۲۱؍محرم الحرام ۱۳۲۷ھ تک کی تصانیف کو ایک کتابچہ کی صورت میں پیش کیا اور اس کا تاریخی نام ''المجمل المعدد لتالیفات المجدد ۱۳۲۷ھ'' رکھا۔ اس میں ۳۵۰؍کتب و رسائل اور حواشی کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس نامکمل فہرست کے بعد مولانا نے ۹۶؍کتب و رسائل اور دستیاب کئے اور تصریح فرمائی کہ یہ فہرست ۱۳۲۷ھ تک کے مؤلفات کی بھی نامکمل ہے۔ امام احمد رضا ۱۳۲۷ھ کے بعد ۱۳؍سال حیات رہے۔(۴۲۳) اس آخری دور میں سرعت تحریر کا یہ عالم تھا کہ ایک دن میں ایک پورا رسالہ تحریر فرما دیتے تھے۔ مولانا عبدالحئی نے اپنی شہرۂ آفاق تصنیف ''نزھة الخواطر'' جلد ہشتم میں اس کا اعتراف کیا ہے(۴۲۴)۔ اس سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ حیات کے آخری ایام تک یہ تعداد ایک ہزار سے تجاوز کر گئی ہوگی۔ المیزان، بمبئی (۴۲۵) قاری، دہلی (۴۲۶)، انوار رضا، لاہور (۴۲۷) میں آپ کی تصنیفات کے تحت ۵۴۸؍کتب کے اسماء درج ہیں۔ ڈاکٹر حسن رضا خاں نے فقیہ اسلام میں ۶۶۶؍کتب و رسائل اور حواشی کی تفصیلی فہرست لکھی ہے۔(۴۲۸) اسی طرح بقول مولانا سید ریاست علی قادری مرحوم مغفور (بانی وصدر اول ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی)، پروفیسر ڈاکٹر محمد

مسعود احمد نے ۸۴۴ر کتب وحواشی کی فہرست درج کی ہے۔(۲۲۹) ہندوستان کے مشہور و معروف محقق عبدالمبین نعمانی نے المصنفات الرضویۃ میں ۸۵۰ر کتب کے اسماء تحریر کیئے ہیں (۲۳۰)۔ راقم الحروف نے ۲۹۱ ر کتب ورسائل اور حواشی کی فہرست ابجدی ترتیب کے ساتھ درج کی ہے۔

امام احمد رضا کے کسی بھی سوانح نگار نے ان کتب ورسائل اور حواشی کو ابجدی ترتیب کے ساتھ اصناف سخن کی صراحت کر کے پیش نہیں کیا ہے۔(مولانا عبدالستار ہمدانی پوربندر نے ۸۶۹ کتب کی تفصیلی فہرست اور ۴۹ ے کتب وحواشی کی ابجد اجمالی فہرست مرتب کرلی ہے (وجاہت)

امام احمد رضا کی اکثر وبیشتر کتب کے اسماء تاریخی ہیں اس لئے راقم نے کتاب کے سامنے سن تصنیف کو بھی درج کر دیا ہے۔ مولانا کی متعدد کتابیں ان کی حیات میں شائع ہو چکی تھیں۔ ہم نے صرف انہیں کتب ورسائل اور حواشی کا ذکر کیا ہے جو ہم کو دستیاب ہو سکی ہیں۔ کہیں قلمی نسخوں کے اسماء کو درج کر دیا گیا ہے، اس کا یہ ہرگز مطلب نہیں کہ وہ قلمی نسخے موجود نہیں بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ قلمی سرمایہ راقم الحروف کو نہیں مل سکا۔

مولانا احمد رضا خاں کی تصانیف عربی واردو میں ہیں، صرف ۱۷۰ر سے زائد کتب ورسائل اور حواشی فارسی میں ہیں۔(۲۳۱)

تفسیر

ا۔ حاشیہ الاتقان فی علوم القرآن:

''الاتقان فی علوم القرآن'' علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ کی ایک کتاب ہے۔ یہ علامہ کی تفسیر ''مجمع البحرین ومطلع البدرین'' کا مقدمہ تھا، لیکن اولاً موصوف

نے اس کو ''التحبیر فی علوم التفسیر'' کے نام سے موسوم کیا تھا، لیکن علامہ زرکشی کی جلیل القدر تصنیف ''البرھان'' جب نظر سے گزری تو انہوں نے اس پر نظر ثانی کی اور بہت سے تغیر وتبدل کے بعد ''الاتقان فی علوم القرآن'' کے نام سے موسوم کیا، جسکا سال تصنیف ۸۷۲ھ ہے۔

امام احمد رضا کا اس عدیم المثال کتب پر حاشیہ ہے۔ یہ حاشیہ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی، پاکستان سے ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۶ء میں شائع ہو چکا ہے۔ حاشیہ نگاری کا جائزہ مولانا شمس الحسن شمس بریلوی نے دو ضخیم جلدوں میں کیا ہے جس کی ترتیب پروفیسر مجید اللہ قادری نے کی ہے۔ اس کتاب کے ص ۶۹ تا ۷۶ پر اس حاشیہ کا عکس دیکھا جا سکتا ہے۔ اس حاشیہ کا ایک قلمی نسخہ مولانا توصیف رضا خاں کے ذاتی کتب خانہ میں محفوظ ہے اور اس کا عکس موصوف نے ریسرچ کے دوران راقم الحروف کو مرحمت فرمایا:

(۲) انباء الحئی ان کلامه المصون تبیان لکل شئ ۱۳۲۶ھ:

اس کتاب کی تالیف ۱۳۲۶ھ میں مکمل ہوئی اور مطبع اہلسنت، بریلی میں اس کی طباعت ہوئی۔ اس کے اندر قرآن کریم میں جملہ مسائل ہونے کا واضح ثبوت ہے۔ یہ تصنیف ''الفیوضات الملکیہ لمحب الدولۃ المکیہ'' (حاشیہ الدولۃ المکیہ ۱۳۲۶ھ/ ۱۹۰۸ء) میں شامل ہے جو صرف ایک مرتبہ زیور طبع سے آراستہ ہوئی ہے۔ (''انباء الحیٔ'' مع تعلیقات ''حاسم المفتری علی السیدی البری'' رضا فاؤنڈیشن، لاھور سے ربیع النور ۱۴۲۳ھ/ مئی ۲۰۰۲ء کو شائع ہو چکی ہے۔ وجاہت)

(۳) الزلال الانقی من بحر سبقة الاتقی ۱۳۰۰ھ:

اس کتاب میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا اثبات ہے۔ اس کا قلمی نسخہ مولانا اختر رضا خاں ازہری (خلیفہ مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا خاں ونبیرۂ امام احمد رضا خاں) کے ذاتی کتب خانہ میں موجود ہے۔ موصوف اس کا اردو زبان میں ترجمہ

کرر ہے ہیں۔ (یہ کتاب بھی بریلی شریف سے ۱۴۰۰ھ میں شائع ہو چکی ہے۔ وجاہت)

(۴) حاشیہ الدرالمنثور:

''الدرالمنثور'' علامہ جلال الدین سیوطی (۹۱۱ھ) کی ایک اہم تصنیف ہے۔ اس کا ذکر مولانا بدرالدین نے سوانح اعلیٰ حضرت کے صفحہ ۳۹۵ پر کیا ہے۔ اس کا کوئی مطبوعہ یا قلمی نسخہ دستیاب نہیں ہو سکا۔

(۵) حاشیہ تفسیر بیضاوی:

یہ جلیل القدر حاشیہ مفتی محمد اعظم (صدر جامعہ مظہر اسلام، بریلی) کے ذاتی کتب خانہ میں محفوظ ہے اور اس کا عکس مولانا انور علی (مدرس منظر اسلام بریلی) کے پاس ہے۔

(۶) حاشیہ تفسیر خازن:

اس کا ذکر ماہنامہ قاری امام احمد رضا نمبر ۱۹۸۹ء کے صفحہ ۳۰۶ پر درج ہے۔ اس کا قلمی نسخہ نہیں مل سکا۔

(۷) حاشیہ عنایۃ القاضی:

اس اہم حاشیہ کا ذکر بھی مذکورہ نمبر کے صفحہ ۳۰۶ پر ملتا ہے۔

(۸) حاشیہ معالم التنزیل:

''معالم التنزیل'' یہ شیخ ابو محمد حسین بن مسعود بغوی (متوفی ۵۱۶ھ) کی ایک متوسط الحجم کتاب ہے۔ اس میں آپ نے مفسرین، صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کے اقوال جمع کیئے ہیں اس کتاب پر مولانا کا یہ حاشیہ ہے۔ یہ حاشیہ ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء میں مرکزی مجلس رضا لاہور سے شائع ہوا۔

حدیث:

(۹) حواشی المقاصد الحسنة فی بیان کثیر من الاحادیث المشتهرة علی الالسنة للسخاوی:

امام سخاوی (۹۲۴ھ) تاریخ وسیر اور علم حدیث وفقہ شافعی کے امام مانے جاتے ہیں ان کی مشہور کتاب ''الضوء اللامع'' ہے۔ اور بارہ جلدوں میں شائع ہو چکی ہے۔ اس کے علاوہ فن حدیث میں بھی ان کی کئی کتابیں شائع ہو چکی ہیں، انہیں میں ''المقاصد الحسنہ'' بھی ہے۔ مولانا نے اس پر حاشیہ لکھا ہے جو ۳۵ر صفحات پر مشتمل ہے اور بخط مصنف اس مخطوطہ میں حرف ''الھمزہ'' سے حرف ''الیاء'' تک حروف تہجی کے اعتبار سے حواشی لکھے گئے ہیں۔ ''المقاصد الحسنۃ'' کی ترتیب بھی الف بائی ہے، وہی ترتیب مولانا نے بھی رکھی۔ ان ۳۵ر صفحات میں مولانا نے اپنے فن حدیث کی تبحر علمی کی بھرپور نشاندہی کی ہے اور مفید اضافے کیئے ہیں یہ مخطوطہ بھی بغیر فاتحۃ الکتاب کے شروع ہوتا ہے اور ''المقاصد الحسنۃ'' کے صفحہ ۶ر سے حواشی شروع ہوتے ہیں اور صفحہ ۲۲۲ر پر ختم ہو جاتے ہیں۔ المقاصد کے ۳۲ر مقامات پر یہ حواشی لکھے گئے ہیں ہو سکتا ہے کہ مولانا کے ذہن میں اور بھی کچھ مقامات رہے ہوں جس پر وہ حواشی لکھنا چاہتے رہے ہوں۔ لیکن کسی وجہ سے نہ لکھ سکے ہوں، بہر حال مختصر کتابچہ بھی اپنی افادیت کے لحاظ سے فن حدیث میں ایک بہترین اضافہ ہے۔

(۱۰) حواشی الترغیب والترھیب:

''الترغیب والترھیب'' علم حدیث کی مشہور کتاب ہے۔ اس میں ترغیب و ترھیب کے متعلق احادیث جمع کر دی گئی ہیں۔ مولانا موصوف نے یہ کتاب ۱۲۹۵ھ میں مکہ مکرمہ میں ذی الحجہ کے مہینے میں اپنے استاد مولانا عبدالرحمٰن سراج مکی (۱۳۰۱ھ/۱۸۸۳ء)

کے ذریعہ پندرہ روپے میں خریدی تھی جس کا ذکر انہوں نے ابتدائے کتاب میں کیا ہے۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ مولانا نے کتاب خریدنے کے بعد ہی اس پر حواشی لکھنا شروع کیئے۔ پیش نظر مخطوطہ بخط مصنف ۴۵ رصفحات پر مشتمل ہے۔ پہلا حاشیہ ''ان الشیطان قدینس '' پر لکھا ہے۔ اس کے بارے میں مولانا فرماتے ہیں ''ھذہ قطعة قداخرجھا مسلم والترمذی بزیادة ولکن فی التحریش بینھم عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنھما '' اسی طرح مختلف حدیثوں کے کسی ایک حصہ کو لیکر اس کے بارے میں مولانا نے تشریح فرمائی ہے۔ آخری حاشیہ اصل کتاب کے ۲۵۷ر ''رواہ البزار باسناد جید '' پر ہے۔ اس سے اندازہ نہیں ہوتا کہ مکمل کتاب کے حواشی ہیں یا چند صفحات کے، بہر حال یہ حواشی مفید ہیں اور علم حدیث کے طلبہ کیلئے ان کے علم میں اضافہ کا باعث ہیں۔

حاشیہ:

(۱۱) ارشاد الساری شرح بخاری:

اس کا ذکر مولانا بدرالدین نے سوانح اعلیٰ حضرت کے صفحہ ۳۹۶ ر پر کیا ہے۔ اس کا قلمی نسخہ ریسرچ کے دوران نہیں مل سکا۔

(۱۲) حاشیہ التعقبات علی الموضوعات:

اس کا ذکر بھی مذکورہ کتاب میں دیکھا جا سکتا ہے۔

(۱۳) حاشیة الالی المصنوعة فی الاحادیث الموضوعة:

عبدالمبین نعمانی نے اپنی عدیم النظیر فہرست ''المصنفات الرضویہ'' کے صفحہ ۳ ر پر اس کا نام تحریر کیا ہے۔ اس کا قلمی نسخہ مولانا توصیف رضا خاں کے پاس ہے اور اس کا عکس

راقم الحروف کے پاس موجود ہے۔

(۱۴) القول البدیع للامام السخاوی:

''القول البدیع'' کا ذکر بدرالدین نے سوانح اعلیٰ حضرت کے صفحہ ۳۹۶ پر کیا ہے۔

(۱۵) حاشیة الموضوعات الکبیر:

موضوعات کبیر یا تذکرۃ الموضوعات کے مصنف گیارھویں صدی ہجری کے مشہور عالم وفقیہ ملا علی قاری ہیں۔ امام احمد رضا کے حاشیہ کا عکس ''امام احمد رضا کی حاشیہ نگاری (۱۴۰۴ھ/۱۹۸۴ء) ناشر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی۔ کے ص ۲۱۸ تا ۲۲۶ پر موجود ہے۔

(۱۶) حاشیه الخصائص الکبری للسیوطی:

الخصائص الکبریٰ یہ علامہ جلال الدین سیوطی کی تصنیف ہے اس میں موصوف نے ''معجزات خیر الوریٰ'' کمال تفحص وتحقیق کے ساتھ پیش کیا ہے اس پر فاضل بریلوی کا یہ حاشیہ ہے۔

(۱۷) حاشیه تیسیر شرح جامع صغیر:

یہ جلیل القدر حاشیہ مولانا منان رضا خاں کے ذاتی کتب خانہ میں ہے اور ۹۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا قلمی نسخہ قاری وجاہت رسول قادری (پاکستان) کے پاس موجود ہے۔ (یہ نسخہ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کی لائبریری میں موجود ہے۔ وجاہت)

(۱۸) حاشیة جامع الترمذی

(۱۹) حاشیه جمع الوسائل فی شرح جامع صغیر

(۲۰) حاشیه سنن نسائی

(۲۱) حاشیه سنن ابن ماجه

﴿۲۲﴾حاشیه سنن دارمی

﴿۲۳﴾حاشیه ذیل اللآلی

﴿۲۴﴾حواشی شرح الصدور للامام السیوطی:

یہ مخطوطہ ۲۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ راقم الحروف کے پیش نظر اس کا پہلا صفحہ ہے۔ شرح الصدور کے پانچ مقامات پر مولانا نے حواشی لکھے ہیں۔ اصل کتاب کے صفحہ ۲۱، ۳۹، ۴۰، ۱۲۷ اور ۱۲۹ صفحات کے بعض مقامات پر پہلا حاشیہ ہے۔ "اخرج ابو نعیم عن ابی ھریرة" پر ہے اور آخری حاشیہ "ھذا یوید أن القلب محل الروح" پر ہے۔ اس آخری ٹکڑے پر مولانا تحریر فرماتے ہیں "قلت بل ھذا یویدقول الامام حجة الاسلام ان القلب ھوالروح"۔

﴿۲۵﴾شرح معانی الآثار للطحاوی

یہ فقہ حنفیہ میں ایک بہت معتبر کتاب ہے۔ امام احمد رضا کی حاشیہ نگاری (حصہ اول، ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۴ء) مطبوعہ کراچی ناشر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کے ص: ۱۳۳ تا ۱۴۸ پر اس کا عکس موجود ہے۔

﴿۲۶﴾ حاشية الصحيح البخاری:

اس کا قلمی نسخہ قاضی عبدالرحیم بستوی (مرکزی دارالافتاء، محلہ سوداگران، بریلی) کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

﴿۲۷﴾حاشية الصحيح المسلم

﴿۲۸﴾حاشية عمدة القاری شرح البخاری:

بدرالدین عینی کی مشہور شرح بخاری پر امام احمد رضا کا یہ حاشیہ ہے۔ اس کا اصل نسخہ قاضی عبدالرحیم کے ذاتی کتب خانہ میں ہے۔ یہ امام احمد رضا کی حاشیہ نگاری (حصہ اول

) میں شائع ہو چکا ہے۔اس کا عکس ۱۴۹ر تا ۱۶۸ر پر دیکھا جا سکتا ہے۔

(۲۹) حاشیہ فتح الباری شرح صحیح البار ی :

یہ علامہ ابوالفضل شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی المصری الشافعی (۸۵۲ھ) کی تصنیف ہے۔امام احمد رضا کی حاشیہ نگاری، حصہ اول کے ص ۲۳۳ تا ۲۳۹ پر اس کا عکس دیکھا جا سکتا ہے۔

(۳۰)حاشیہ فیض القدیر شرح جامع صغیر:

اس کے صرف پارۂ اول سے پارۂ پنجم تک فاضل بریلوی کا حاشیہ ہے۔ یہ حاشیہ کراچی سے شائع ہو چکا ہے۔

(۳۱)حاشیة کتاب الحج

(۳۲) حاشیة الآثار

(۳۳) حاشیة کنزالعمال

''کنزالعمال'' پانچویں صدی ہجری میں کتب ستہ کی یکجا تالیف وتدوین کی طرف فقہاء کرام نے توجہ فرمائی اور سب سے پہلے علامہ رزین العبدری، (۵۲۵ھ) نے صحاح ستہ کی جملہ احادیث کو یکجا کیا۔ (بجائے سنن ابن ماجہ کے انہوں نے موطا امام مالک کی احادیث کو شامل کیا اور اس کا نام ''تجرید الصحاح'' رکھا اور ابواب کے لحاظ سے مرتب کیا، پھر علامہ جلال الدین سیوطی (۹۱۱ھ) نے صحاح ستہ اور مشہور مسانید کو یکجا کر کے اس کا نام ''جمع الجوامع'' رکھا'' سزالعمال'' اس ''جمع الجوامع'' کی بہ ابواب فقہ ایک شاہکار تالیف ہے جس کے بلند پایہ مؤلف علامہ محمد متقی علاء الدین علی ابن حسام الدین جونپوری الھندی (۹۷۵ھ) ہیں۔ امام احمد رضا نے اس عدیم المثال کتاب پر حاشیہ لکھا ہے۔ حاشیہ کسی جداگانہ نام سے موسوم نہیں بلکہ کنزالعمال ہی سے اس کو موسوم کیا ہے، یہ حاشیہ شمس بریلوی

کے جائزہ اور پروفیسر مجید اللہ کی ترتیب کے ساتھ امام احمد رضا کی حاشیہ نگاری، جلد اول میں شائع ہو چکا ہے۔ اس کا عکس اسی کتاب کے صفحہ ۱۷۰ تا ۱۸۵ پر دیکھا جا سکتا ہے۔

﴿۳۴﴾ حاشیہ مسند امام اعظم:

''مسند امام اعظم'' یہ حضرت نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ (۱۵۰ھ) کی شاہکار تصنیف ہے۔ اس پر امام احمد رضا کا حاشیہ ہے۔ یہ حاشیہ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی سے امام احمد رضا کی حاشیہ نگاری (حصہ دوم) ص۔ ۹۲......۱۰۳ پر ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۶ء میں زیور طباعت سے آراستہ ہو چکا ہے۔

﴿۳۵﴾ حاشیہ مسند امام احمد بن حنبل

﴿۳۶﴾ حاشیہ مرقات المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح۔

اس کا ذکر مولانا بدرالدین نے سوانحِ اعلیٰ حضرت کے صفحہ ۲۹۶ پر کیا ہے۔ اس کا قلمی نسخہ دستیاب نہیں ہو سکا۔

﴿۳۷﴾ حاشیہ نیل الأوطار (جلد اول)

﴿۳۸﴾ حاشیہ نیل الأوطار (جلد دوم)

﴿۳۹﴾ حاشیہ نیل الأوطار (جلد سوم)

اس کا قلمی نسخہ مولانا توصیف رضا خاں (فرزند ریحان رضا خاں) کے پاس موجود ہے۔ راقم الحروف نے ریسرچ کے دوران ان جلدوں کو خود ملاحظہ کیا ہے۔

﴿۴۰﴾ نور عینی فی الانتصار للامام العینی:

امام عینی شارح بخاری پر کسی نے اعتراضات وارد کیے۔ امام احمد رضا نے اس کے اعتراضات کے دندان شکن جواب الجواب عطا کیے اور پھر اس کی کئی جہالتوں کا انکشاف کیا۔ اس کا قلمی نسخہ مولانا توصیف رضا خاں (فرزند مولانا ریحان رضا خاں) کے پاس موجود ہے اور اس کا عکس راقم الحروف کے پاس محفوظ ہے۔

اسانید حدیث:

(۴۱) الاجازات الرضویہ لمبجل مکۃ البہیہ ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء:

یہ ''الاجازات المتینہ لعلماء بکۃ والمدینہ ۱۳۲۴ھ''، مطبوعہ ادارہ تصنیفاتِ رضا میں شامل ہے۔ اس کے علاوہ لاہور سے ۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء میں بھی شائع ہو چکا ہے۔ اس میں امام احمد رضا نے علماءِ حرمین کی اجازات کو تحریر کیا ہے، خصوصاً یہ سند فاضل بریلوی نے حافظ صالح کمال کے لیئے سپردِ قلم فرمائی۔ مولانا حامد رضا خاں (فرزند امام احمد رضا خاں) اس کے بارے میں رقمطراز ہیں:

> ''حافظ صالح کمال کی جلالت شان اور عظمت مکان کے پیش نظر ان کے لئے سند اجازت لکھنے میں کافی توقف فرمایا۔ وہ جب ملتے سند کا مطالبہ فرماتے اور تقاضے پر تقاضا کرتے، یہاں تک کہ ان کی خاطر سند کا الگ بڑا نسخہ ارشاد فرمایا جس کا تاریخی نام ''الاجازۃ الرضویہ لمبجل مکۃ البہیہ ۱۳۲۳ھ'' تجویز کیا''۔

(۴۲) الاجازات المتینۃ لعلماء بکۃ والمدینۃ ۱۳۲۴ھ

امام احمد رضا کے فرزند اکبر مولانا حامد رضا خاں نے قیام مکہ معظمہ کے زمانے (۲۴-۱۳۲۳ھ) میں فاضل بریلوی کی سندات اجازت، جو علماء حجاز کو عطا فرمائیں۔ علمائے عرب کے مکتوبات (جو امام احمد رضا کو ارسال کئے گئے) اس کے علاوہ اور دوسری تفصیلات کو الاجازات میں جمع کر دیا ہے۔ یہ مجموعہ عربی ادب کا شاندار نمونہ ہے۔ یہ مجموعہ ۲۰۶ رصفحات پر مشتمل ہے جس کی طباعت ادارۂ تصنیفاتِ رضا، بریلی سے ہوئی ہے۔

اصــــــول حـــــدیث

﴿۴۳﴾الافادات الرضویہ :

یہ تصنیف مطبع شمس الھدیٰ، پٹنہ سے شائع ہو چکی ہے۔ اس کا ذکر مولانا ظفر الدین بہاری نے اپنی شہرۂ آفاق تصنیف صحیح البہاری، جلد دوم، مطبوعہ پٹنہ کے صفحہ ۱۲۰ پر کیا ہے۔ اس میں فاضل بریلوی نے حدیث کے اصول وضوابط پر شاندار بحث فرمائی ہے۔

﴿۴۴﴾حاشیہ فتح المغیث:

اس کا ذکر امام احمد رضا نمبر ۱۹۸۹ء کے صفحہ ۳۰۸ پر کیا ہے اس کا قلمی نسخہ نہیں مل سکا۔

﴿۴۵﴾ مدارج طبقات الحدیث ۱۳۱۳ھ:

اس کی تکمیل ۱۳۱۳ھ میں ہوئی۔ یہ شاہکار حضرت مولانا احمد رضا خاں کے شاہکار مجموعۂ فتاویٰ ''العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ ۱۳۲۶ھ'' جلد دوم، مطبوعہ میرٹھ کے صفحہ ۳۲۵ تا ۵۹۴ پر طبع ہے۔ اس میں مصنف نے اقسام کتب حدیث پر جلیل القدر بحث کی ہے۔

﴿۴۶﴾شرح نخبۃ الفکر:

اس کا ذکر ماہنامہ تحفۂ حنفیہ، (پٹنہ)، جلد ششم شمارہ ہشتم میں ملتا ہے۔ اس کے علاوہ عبدالمبین نعمانی نے ''المصنفات الرضویہ'' کے صفحہ ۸ پر کیا ہے، اسکا قلمی نسخہ دستیاب نہیں ہو سکا۔

تخـــــریـــج احـــــادیث

﴿۴۷﴾ النجوم الثواقب فی تخریج احادیث الکواکب ۱۲۹۶ھ

اس کی تکمیل ۱۲۹۶ھ میں ہوئی۔ اس کا ذکر مولوی رحمٰن علی نے تذکرہ علماء ہند کے صفحہ ۱۰۰ پر کیا ہے۔ اس میں مصنف نے احادیث کی تخریج پر نمایاں دلائل پیش کئے ہیں۔

(۴۸) الروض البهيج فى آداب التخريج:

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے خلیفہ مولانا رحمٰن علی ''تذکرہ علماء ھند'' میں صفحہ ۱۰۰ پر اس کا تعارف کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''اگر اس فن میں پہلے کوئی کتاب نہ لکھی گئی ہو تو پھر مصنف کو اس تصنیف کا موجد کہہ سکتے ہیں۔''

اس کا اصل نسخہ دستیاب نہیں ہوسکا، البتہ مولانا انور علی نے نشاندہی کی ہے کہ یہ شاندار تصنیف مولانا توصیف رضا خاں کے پاس موجود ہے۔

(۴۹) البحث الفاحص عن طرق احاديث الخصائص ۱۳۰۵ھ

اس جلیل القدر تصنیف کا ذکر عبدالمبین نعمانی نے ''المصنفات الرضویہ'' کے صفحہ ۸ پر کیا ہے۔ اس میں مصنف نے حدیث خصائص کی تخریج اور طرق پر واضح بحث کی ہے۔

(۵۰) حاشيه نصب الرايه لتخريج احاديث الهدايه

اس کا ذکر بھی مذکورہ کتاب کے صفحہ ۸ پر ملتا ہے۔

جرح و تعدیل:

(۵۱) حاشيه العلل المتناهية

(۵۲) حاشيه كشف الاحوال فى نقد الرجال:

ان دونوں کتابوں کا ذکر بدرالدین نے سوانح اعلیٰ حضرت کے صفحہ ۳۹۶ پر کیا ہے، البتہ ''العلل المتناهية'' کا قلمی نسخہ مولانا خالد علی خاں (مہتمم مدرسہ مظہر اسلام، بریلی) کے کتب خانہ میں راقم الحروف نے خود دیکھا ہے۔

﴿۵۳﴾ حاشیہ مدخل:

''مدخل'' علامہ عبداللہ محمد بن عبداللہ بن محمد بن حمدویہ (المعروف بہ حاکم) کا ایک مختصر رسالہ ہے یہ رسالہ اپنے موضوع کے اعتبار سے بہت نادر و نایاب ہے۔ اس میں موصوف نے حدیث صحیح کو اپنا موضوع بنایا ہے اور اس کی اقسام بھی تحریر فرمائی ہیں، پھر جرح وتعدیل پر مفصل بحث کی ہے اور جرح وتعدیل کے دس طبقات بیان فرمائے ہیں۔ ''مدخل'' اپنے موضوع کے اعتبار سے بہت وقیع ہے۔

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں نے اس رسالہ پر حواشی لکھے ہیں یہ رسالہ مطبع آر۔آئی پرنٹرز، اردو بازار، کراچی سے چھپ چکا ہے۔

اسمـــاء الـــرجـــال

﴿۵۴﴾ حاشیہ الاسماء والصفات:

سوانح اعلیٰ حضرت کے صفحہ ۳۹۶ پر اس کا ذکر کیا ہے۔

﴿۵۵﴾ حاشیہ الاصابة فی معرفة الصحابة:

''اصابہ فی معرفتہ الصحابہ'' کے مؤلف حافظ احمد بن علی حجر عسقلانی شافعی (۸۵۲ھ) ہیں مولانا نے آپ کی اس گرانقدر تالیف ''الاصابہ فی معرفتہ الصحابۃ'' پر حاشیہ تحریر فرمایا ہے۔ یہ اہم حاشیہ ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۴ء میں کراچی سے شائع ہو چکا ہے۔ میرے پیش نظر وہ قلمی نسخہ ہے جو مولانا منان رضا خاں (مہتمم مدرسہ نوریہ رضویہ) کے پاس محفوظ ہے۔

﴿۵۶﴾ حاشیہ تهذیب التهذیب

﴿۵۷﴾ حاشیہ تذکرة الحفاظ

﴿۵۸﴾ حاشیہ تقریب التهذیب

(۵۹)حاشیہ خلاصۃ الکمال

(۶۰) حاشیہ میزان الاعتدال

(۶۱) حاشیہ مجمع بحار الانوار للطاهر الفتنی

فقہ

(۶۲)حاشیہ الهدایہ جلد اول :

فقہ حنفی کی مشہور و متداول کتاب علی بن ابی بکر بن عبد الجلیل بن جلیل بن ابی بکر فرغانی مرغینانی (م۵۹۳ھ) کی ھدایہ ہے، جو تمام ہندوستان کے مدارس میں درس نظامیہ کے نصاب میں شامل ہے۔اس پر سیکڑوں اشخاص نے حاشیہ اوراس کی شرحیں لکھی ہیں۔امام احمد رضا نے بھی اس کی شرح لکھی ہے۔اس کے صرف ۲۰۰رصفحات بخط مصنف دستیاب ہوئے ہیں جو انتہائی کرم خوردہ ہیں اوران کی ترتیب بھی درست نہیں۔ابتدائی دوصفحات جس میں پہلاصفحہ کتاب کا سرورق معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس پر مختلف قسم کی تحریریں ہیں جن میں بعض فارسی کی بھی ہیں۔دوسرا صفحہ بھی اتنا زیادہ کرم خوردہ ہے کہ صرف چند کلمات غیر مربوط پڑھے جاتے ہیں لیکن پہلی سطر میں ''وبہ نستعین رب یسر وتمم بالخیر''،''الحمد'' پڑھا جاتا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ کتاب یہیں سے شروع ہوئی ہے۔کرم خوردہ ہونے کی وجہ سے درمیانی صفحہ شمالاً جنوباً بالکل نہیں پڑھا جاتا بالکل آخری سطر میں''اتی سباطۃ قوم'' والی حدیث ایک سطر میں لکھی گئی ہے حاشیہ پر بھی حواشی بخط مصنف موجود ہیں۔تیسرے صفحہ سے آخری پانچ صفحہ تک مختلف حواشی ہیں۔بہر حال مولانا کا اشہب قلم، فقہی نکات کے بیان کرنے میں انتہائی جولانی دکھاتا ہے۔کاش کہ یہ کتاب کرم خوردہ نہ ہوتی تو مولانا کی ایک شاہکار تصنیف ہوتی۔

(۲۳) حواشی الفتاویٰ الخانیہ:

امام احمد رضا فقہ حنفی میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ مختلف فقہ کی کتابوں پر حواشی اور ان کی مبسوط شرحیں بھی لکھی ہیں ان میں بعض طبع ہو چکی ہیں اور بعض مخطوطات کی شکل میں ہیں، انہیں میں فتاویٰ قاضی خاں کئی جلدوں میں مطبوعہ کتاب ہے۔

قاضی خاں ہندوستان کے رہنے والے تھے۔ ان کے فتاویٰ کئی جلدوں میں شائع ہوئے ہیں۔ مولانا موصوف نے ان کے فتاویٰ میں مختلف مقامات پر حواشی لکھے ہیں۔ یہ حواشی مخطوطے کی شکل میں ہیں۔ جو مخطوط میرے پیش نظر ہے وہ ۳۷ ر صفحات پر مشتمل ہے اور امام احمد رضا کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ اس میں فتاویٰ قاضی خاں کے ص ۵ ر سے ۴۹۶ ر صفحات تک کے مختلف مقامات سے متعلق مولانا نے حواشی لکھے ہیں۔ ہر صفحہ سے متعلق حواشی نہیں ہیں بلکہ جہاں ضرورت سمجھی گئی ہے وہاں حاشیہ لکھا گیا ہے۔ ابتدا میں خطبۂ کتاب نہیں ہے بلکہ فتاویٰ قاضی خاں کی عبارت ''خرج الماء'' کی تشریح سے فتاویٰ قاضی خاں کی مختصر عبارت نقل کرنے کے بعد اس کی تشریح فرمائی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ حواشی بہت مختصر، جامع اور مفید ہیں اور بعض جگہ باریک فقہی نکتہ بیان کیا گیا ہے، جس کی نظیر فقہی کتابوں میں نہیں ملتی۔ غالباً مولانا کے یہ حواشی فتاویٰ قاضی خاں کے پہلے حواشی ہیں، کسی اور عالم نے فتاویٰ قاضی خاں پر حواشی نہیں لکھے ہیں۔ مولانا نے اپنے دست مبارک سے یہ حواشی لکھے ہیں جس کا مخطوط میرے پاس موجود ہے۔ اگرچہ یہ مکمل نہیں ہے مگر پر از معلومات ہیں۔

(۲۴) حاشیة الاسعاف فی احکام الاوقاف

(۲۵) حاشیة اتحاف الابصار

(۲۵) حاشیة الاعلام بقواطع الاسلام

(۲۷) حاشیة الاصلاح شرح الایضاح

(۶۸) حاشیة البحر الرائق شرح کنز الدقائق و منحة الخالق علی البحر:

''بحر الرائق'' فقہ حنفی کی مشہور کتاب ''کنز الدقائق'' کی ایک بہت ہی مسبوط اور جامع شرح ہے۔ بحر الرائق (شرح کنز) علامہ زین العابدین ابراہیم بن نجم مصری کی تالیف ہے۔ اس پر فاضل بریلوی کا حاشیہ ہے۔ امام احمد رضا نے اس میں بعض مقامات پر تغلیطِ مصنف کو ظاہر و باہر کیا ہے اور بعض مقامات پر تعویب بھی کی ہے۔ یہ جلیل القدر حاشیہ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا (کراچی) سے شائع ہو چکا ہے۔

(۶۹) حاشیة الفتاویٰ البزازیه:

الفتاویٰ البزازیہ محمد بن شہاب الدین بن یوسف الکروی کی گرانقدر تصنیف ہے اس کا تکملہ ۸۰۶ھ میں ہوا۔ احناف میں اسے بڑا مستند سمجھا جاتا ہے۔ اس پر امام احمد رضا کا یہ حاشیہ ہے۔ ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۶ء میں اس کی اشاعت ادارہ تحقیقات امام احمد رضا سے ہو چکی ہے۔

(۷۰) حاشیة الجوهرة النیرة

(۷۱) حاشیة العقود الدریه فی تنقیح فتاویٰ الحامدیة

(۷۲) حاشیة الهدایه:

یہ علی بن ابی بکر بن عبد الجلیل بن خلیل بن ابی بکر فرغانی مرغینانی (۵۹۳ھ) کی شاہکار تصنیف ہے۔ علامہ کی یہ تصنیف ارباب علم و فن میں ایسی مقبول ہوئی کہ اس کو علماء نے بالاتفاق جملہ کتب فروع پر فوقیت عطا کی۔ امام احمد رضا نے اس کے مختلف صفحات پر حواشی لکھے ہیں جو علم فقہ کے طلبہ کے لئے دقیع ہیں۔ یہ جلیل القدر حاشیہ کراچی سے طبع ہو چکا ہے اس کا عکس امام احمد رضا کی حاشیہ نگاری، جلد دوم، ص ۱۰۸ تا ۱۳۰ پر دیکھا جا سکتا ہے۔

(۷۳) حاشیه الطحطاوی علی الدر المختار:

یہ علامہ سید احمد بن اسماعیل دوقاطی طحطاوی، (۱۲۳۱ھ/۱۸۱۶ء) کی شہرۂ آفاق

تصنیف ہے، اسی پر فاضل بریلوی کا یہ حاشیہ ہے۔کیا علامہ طحطاوی کی اس عدیم المثال تصنیف پر حاشیہ کی ضرورت تھی؟ اسے حاشیہ طحطاوی دیکھنے والا اچھی طرح بتا سکتا ہے کہ اس میں بہت سے مقامات تشنۂ تحقیق تھے جنہیں فاضل بریلوی نے اپنی خداداد صلاحیت، وسعت نظر اور جودت فکر سے اصحاب علم و دانش کو روشنی عطا کی۔ اس حاشیہ کی قدر و قیمت اور امام احمد رضا کی کمال فقاہت کا اندازہ درج ذیل اقتباسات سے لگایا جا سکتا ہے۔

امام سید احمد طحطاوی بسم اللہ کی تشریح میں لفظ اسم کی اصل میں اختلاف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ یا تو یہ سمو سے مشتق ہے یا وسم سے، اول الذکر بصریوں کا مذہب ہے اور دوسرے قول کے قائل کوفی ہیں۔

امام احمد رضا فرماتے ہیں کہ کوفیوں کے نزدیک اسم کا وسم سے مشتق ہونا باب القلب سے ہے، جیسے ''در'' اصل میں ''ادور'' تھا واؤ کو مقدم کر کے ہمزہ سے بدل دیا گیا اور 'انیق' دراصل 'اینق' تھا۔

ایک مقام پر امام طحطاوی نے فرمایا کہ بعض جگہ بسم اللہ پڑھنا حرام ہے جس طرح حرام کے آغاز کے وقت، بلکہ بعض اوقات قائل کافر ہو جاتا ہے، اس پر خلاصہ کی عبارت نقل کی کہ ''اگر شراب پیتے، حرام کھاتے یا زنا کا ارتکاب کرتے وقت بسم اللہ پڑھی تو کافر ہو جائے گا، کیونکہ یہ قطعی حرام کو حلال سمجھنا ہے، اور بسم اللہ وہاں لائی جاتی ہے جہاں اللہ کی رضا اور اذن ہو، (۳)

امام احمد رضا نے علامہ طحطاوی کے ساتھ مسئلہ مذکورہ میں اختلاف کرتے ہوئے اسے خلاف معتمد قرار دیا ہے اور فتاویٰ شامی کے حوالہ سے بتایا کہ یہ صحیح نہیں یہ بھی بتایا کہ فتاویٰ رضویہ میں خود آپ نے اس مسئلہ کو ذبائح کی بحث میں لکھا ہے۔ شامی میں ہے: وفیہ نظر لان المعتمد خلافه بدليل قولهم بصحة التصحية بشاة

الغصب و اختلافهم بشاة الوديعة ولهذا قال السانحانى اقول هذا ينا فى ماتقدم فى الغصب وفى الاضحية فلا يعول عليه ۔(۱)

یہ حاشیہ ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء میں مطبع حیات اسلام پریس، لاہور سے چھپ چکا ہے۔

(۷۴) ازين كافل لحكم العقده فى المكتوبة والنوافل ۱۳۰۵ھ

(۷۵) ابجل ابداع فى حد الرضاع ۱۳۱۸ھ

(۷۶) الصافية الموحية لحكم جلود الاضحية ۱۳۰۷ھ:

اس اہم رسالہ کی تکمیل ۱۳۰۷ھ میں ہوئی۔ یہ مصنف کے شاہکار فتاویٰ ''العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ'' میں شامل ہے اور اس کی طباعت متعدد مرتبہ ہو چکی ہے۔ اس میں مصنف نے چرم قربانی کے مصارف پر اعلیٰ تحقیق فرمائی ہے۔

(۷۷) احسن الجلوة فى تحقيق الميل والزراع والفرسخ والفلوه ۱۳۰۰ھ:

اس کتاب کی تکمیل ۱۳۰۰ھ میں ہوئی۔ اس میں مصنف نے میل وزراع اور فرسخ پر جامع ومانع بحث فرمائی ہے۔

(۷۸) الجوهر الثمين فيما تنعقد به اليمين ۱۲۹۹ھ:

اس رسالہ کی تالیف ۱۲۹۹ھ میں اختتام پذیر ہوئی۔ اس میں مصنف نے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ کس کس چیز کی قسم شرعی قسم ہے۔

(۷۹) الحلاوة والطلاوة فى موجب سجود التلاوه ۱۳۰۶ھ:

اس رسالہ کی تکمیل ۱۳۰۶ھ میں ہوئی اس میں مصنف نے اس بات کی نشاندھی کی ہے کہ سجدۂ تلاوت کتنا پڑھنے سے اور کب واجب ہے۔

(۸۰) الرمز الراسف على سوال مولانا آصف ۱۳۳۹ھ:

یہ رسالہ ۱۳۳۹ھ میں لکھا گیا اور رفاہ عام پریس، بریلی سے طبع ہوا۔ اس میں

مولانا بریلوی نے مولانا آصف کے متعدد سوالات کے مفصل جواب الجواب دیئے ہیں۔

﴿۸۱﴾ الطرة فی ستر العورة ۱۳۰۷ھ

﴿۸۲﴾ الکاس الدھاق باضافة الطلاق ۱۳۱۳ھ

﴿۸۳﴾ الزبدة الزکیة فی تحریم سجود التحیة ۱۳۳۷ھ/ ۱۹۱۸ء

یہ اہم رسالہ ۱۳۳۷ھ/ ۱۹۱۸ء میں مکمل ہوا اور حسنی پریس، بریلی کے طبع ہوا یہ رسالہ مصنف نے ایک سوال کے جواب میں غیر اللہ کے لئے سجدۂ عبادت کو کفر و شرک اور سجدۂ تعظیمی کو حرام قرار دیا ہے۔

ملک کے نامور محقق علامہ عبدالحیٔ لکھنوی، والدِ ماجد علامہ ابوالحسن ندوی، اس عدیم النظیر رسالہ کے سلسلہ میں لکھتے ہیں کہ:

"وھی رسالة جامعة تدل علی غزارة علمه وقوة استدلاله" (نزھة الخواطر۔ ج:۸)

﴿۸۴﴾ الطراز المذھب فی التزویج بغیر الکفو ومخالف ۱۲۹۹ھ:

یہ رسالہ ۱۲۹۹ء میں مکمل ہوا اور سمنانی پریس، میرٹھ سے طبع ہوا۔ اس میں مولانا بریلوی نے غیر کفو اور مخالف مذاہب سے نکاح کے مدلل احکام بیان کئے ہیں۔

﴿۸۵﴾ المقالة المسفرة عن احکام البدعة المکفرة ۱۳۰۱ھ:

یہ شاہکار رسالہ ۱۳۰۱ھ میں پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ اس میں مصنف نے بدعت کفری والے کا حکم مثل مرتد قرار دیا ہے۔ یہ رسالہ دستیاب نہیں ہو سکا۔

﴿۸۶﴾ المنح الملیحة فیما نھی عن اجزاء الذبیحة ۱۳۰۷ھ

یہ جلیل القدر رسالہ ۱۳۰۷ھ میں اختتام پذیر ہوا۔ اس کا ذکر فاضل بریلوی نے ''جد الممتار علی رد المحتار'' میں کیا ہے۔

امام احمد رضا نے اس میں ذبیحہ سے بائیس چیزیں کھانے کی ممانعت کی ہے اور

شواھد میں قرآن وحدیث وائمہ مجتہدین سے حوالے دیے ہیں۔

(۸۷)اضافات افاضات ۱۳۲۴ھ

(۸۸) الفقه التسجیلی فی عجین النارجیلی ۱۳۱۸ھ

(۸۹)حاشیه بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع:

''بدائع الصنائع'' علامہ ابوبکر بن مسعود بن احمد کاشانی (م ۵۸۷ھ) کی گرانقدر تصنیف ہے دراصل یہ ''تحفہ الفقہاء'' کی معرکۃ الآراشرح ہے۔ یہ فقہ حنفی میں بڑی مقبول ومعروف کتاب ہے مصنف نے اپنی اس شرح کے ذریعہ ''تحفہ الفقہاء'' کے بہت سے مشکل مقامات کو حل کیا۔ امام احمد رضا کا حاشیہ اسی شرح ''تحفہ الفقہاء'' موسومہ بہ ''بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع'' پر ہے۔ یہ حاشیہ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا سے شائع ہو چکا ہے۔

(۹۰) حاشیه تبیین الحقائق:

تبیین الحقائق کے مصنف علامہ عثمان بن علی بن محجن زیلعی (م ۷۴۳ھ) ہیں۔ اس کی طباعت ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۴ء میں ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا (کراچی) سے ہوئی۔ فاضل بریلوی کا حاشیہ اسی جلیل القدر کتاب پر ہے۔

(۹۱) حاشیه جامع الفصولین

(۹۲) حاشیه جامع الرموز

(۹۳) حاشیه جامع الصغار

(۹۴)جواھر اخلاطی

(۹۵)جمل مجلیة ان المکروہ تنزیها لیس بمعصیة ۱۳۰۴ھ

اس کی تکمیل ۱۳۰۴ھ میں ہوئی۔ اس کا ذکر مولانا احمد رضا خاں نے اپنے جلیل

القدر فتاویٰ "العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ" جلد دوم کے صفحہ ۱۵۵ ر پر کیا ہے، اس میں مصنف نے مکروہ تنزیہی پر عدم معصیت کے شاہکار دلائل پیش کئے ہیں۔

(۹۶) جد الممتار تکملہ رد المحتار

(۹۷) جمال الاجمال لتوقیت حکم الصلوٰۃ فی النعال ۱۳۰۳ھ

اس کتاب کی تکمیل ۱۳۰۳ھ میں ہوئی۔ اس میں مولانا احمد رضا خاں نے جوتا پہن کر نماز پڑھنے اور مسجد جانے کے احکام پر مفصل تحقیقی بحث کی ہے۔ یہ اہم کتاب مطبع اہلسنت، بریلی سے چھپ چکی ہے اور دستیاب ہے۔

(۹۸) حاشیہ جد الممتار علی رد المحتار جلد اول:

پہلے محمد بن عبداللہ احمد خطیب بن محمد خطیب ابن ابراہیم خطیب (۹۳۹ھ/۱۵۳۲ء) نے "تنویر الابصار" لکھی پھر اس کی شرح "درمختار" تصنیف ہوئی۔ "درمختار" پر علامہ سید محمد امین بن عمر عابدین شامی (۱۱۹۸ھ/۱۲۵۲ھ) نے حاشیہ لکھا جو "ردالمحتار" سے موسوم اور شامی سے مشہور ہے۔ اسی ردالمحتار (معروف بہ شامی) پر امام احمد رضا خاں نے حاشیہ لکھا جس کا نام "جدالممتار علی ردالمحتار" ہے اور حاشیہ شامی سے معروف ہے۔ اس میں بہت سے ایسے مقامات تشنۂ تحقیق تھے جنہیں مولانا نے اپنی کمال فقاہت سے حل فرما کر اصحاب علم وفن کو غلطیوں سے بچالیا اور بے شمار مسائل حل فرمائے اور فقہ میں جزئیات کا اضافہ کیا ہے۔ یہ حاشیہ المجمع الاسلامی محمد آباد، اعظم گڑھ سے چھپ چکا ہے۔

(۹۹) حاشیہ جد الممتار علی رد المحتار، جلددوم

(۱۰۰) حاشیہ جد الممتار علی رد المحتار، جلدسوم

(۱۰۱) حاشیہ جد الممتار علی رد المحتار، جلدچہارم

(۱۰۲) حاشیہ جد الممتار علی رد المحتار، جلدپنجم (۴۳۲)

(۱۰۳) حواشي حليه شرح منية المصلي:

''منیۃ المصلی'' کی متعدد شروح تحریر کی گئیں ان جملہ شروح میں ''حلیۃ المحلی'' کو لافانی شہرت حاصل ہوئی جزئیات فقہ میں آج بھی ارباب علم ودانش استدلال کرتے ہیں۔

اس کے مؤلف منیۃ المصلی کے شارح علامہ محمد المعروف بہ امیر الحاج حلبی (م ۸۷۶ھ) ہیں اس کے متعدد صفحات پر مولانا نے مختصر حواشی لکھے ہیں۔ یہ مختصر مقالہ ان پر تحقیق کا حامل نہیں۔ یہ حاشیہ کراچی سے طبع ہو چکا ہے اس کا عکس امام احمد رضا کی حاشیہ نگاری جلد اول کے صفحہ ۵۶ تا ۷۹ پر دیکھا جا سکتا ہے۔

(۱۰۴) حاشيه حلية المجلي

(۱۰۵) حاشيه حسن عجيمي

(۱۰۶) حاشيه حواشي الفتاوىٰ زينبيه:

''فتاویٰ زینبیہ'' کے مصنف حسین بن محمد بن علی بن حسن زینبی (۵۱۲ھ) ہیں۔ ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۴ء میں مطبع آر۔ آئی پرنٹرز، اردو بازار، کراچی سے شائع ہوا۔ یہ مجموعہ قدیم ترین فتاویٰ میں شمار ہوتا ہے۔ اگر اس کو اولیت کا درجہ دیا جائے تو بے جا نہ ہوگا اس پر امام احمد رضا خان کا یہ حاشیہ ہے۔

(۱۰۷) حسن البراعة في تنفيذ حكم الجماعة ۱۲۹۹ھ

اس اہم کتاب کی تکمیل ۱۲۹۹ھ میں ہوئی۔ اس میں مصنف نے جماعت اولیٰ اور مسجد کے وجوب پر محققانہ بحث کی ہے۔ اس کا قلمی نسخہ دستیاب نہیں ہو سکا البتہ اس کا ذکر کتابوں میں ملتا ہے۔

(۱۰۸) حاشيه خادمي

(۱۰۹) حاشيه خلاصة الفتاوىٰ

خلاصۃ الفتاویٰ کے مصنف امام افتخار الدین طاہر ابن احمد بن عبد الرشید بخاری ۵۴۳ھ ہیں یہ کتاب علماء کے یہاں ایک معتبر اور معتمد کتاب ہے فاضل بریلوی کا حاشیہ اسی عدیم المثال کتاب پر ہے اس کی طباعت ۱۴۰۴ھ ۱۹۸۶ء میں اردو بازار، کراچی سے ہو چکی ہے۔

(۱۱۰) حاشیہ درر الحکام شرح غرر الاحکام:

''درر الحکام'' کے فاضل مصنف محمد بن فراموز الشہیر بہ مولیٰ خسرو (۸۸۵ھ) ہیں، عموماً فقہاء عظام کا یہ معمول رہا ہے کہ اپنے تبحر علمی کے باعث کوئی کتاب لکھی، بعد میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اس سے عوام وخواص مستفید ہوں گے تو خود ہی اپنی کتاب پر شرح یا اس پر حواشی وتعلیقات تحریر کر دیئے۔ اسی طرح ''درر الحکام'' کے مصنف نے اس کی شرح قلمبند کی، اسی جلیل القدر کتاب پر فاضل بریلوی کا شاہکار حاشیہ ہے۔ ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۶ء میں کراچی سے شائع ہو چکا۔ اس کا عکس امام احمد رضا کی حاشیہ نگاری، جلد اول کے صفحہ ۸۱ تا ۸۴ پر دیکھا جا سکتا ہے۔

(۱۱۱) رفیع المدارک فی السوائب وما طرح الممالک ۱۳۱۰ھ

اس میں مصنف نے ان کا شدید رد کیا ہے جو گنگا میں گھنا ڈال کر اپنی منت مانگتے ہیں اور اس میں گھنا وغیرہ ڈالنے کی ممانعت کی ہے۔ یہ اہم رسالہ مطبع اہلسنت سے طبع ہو چکا ہے۔

(۱۱۲) راد القحط والوباء بدعوۃ الجیران ومواساۃ الفقراء ۱۳۱۲ھ

اس اہم کتاب کی تکمیل ۱۳۱۲ھ میں ہوئی۔ اس میں مصنف نے یہ بتایا ہے کہ فقراء پر داد ودہش دینے سے مصیبتیں دور ہو جاتی ہیں۔

(۱۱۳) رامی زاغیا معروف بہ دفع زیغ زاغ ۱۳۲۰ھ

یہ رسالہ مولانا کے رسائل میں انفرادی حیثیت کا حامل ہے۔ اس میں مصنف نے کوے سے متعلق شرعی احکام بیان کئے ہیں اور کچھ علماء کا رد بھی کیا ہے۔ اس کی طباعت پہلی

مرتبہ حسنی پریس، بریلی میں ہوئی اس کے بعد رضا برقی پریس، بریلی سے بھی شائع ہو چکا ہے۔

(۱۱۴) حاشیہ شفاء الصغار

(۱۱۵) حاشیہ شرح مسلک متقسط

(۱۱۶) شوارق النساء فی حد المصر والفناء ۱۳۰۰ھ

(۱۱۷)حاشیہ شرح معانی الآثار

معانی الآ ثار کے مصنف علامہ ابو جعفر احمد بن سلامہ ابن عبد الملک الازدی المصری الحنفی (م ۳۲۰ھ) ہیں۔ اس کی شرح علامہ بدالدین عینی نے کی۔ امام احمد رضا کا حاشیہ اسی شرح عینی پر ہے، جو ''معانی الآثار'' کے نام سے مشہور ہے۔ اس حاشیہ کی طباعت ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا سے ہو چکی ہے۔

(۱۱۸) شمامة العنبر فی محل النداء بازاء المنبر ۱۳۲۷ھ:

اس رسالہ میں جمعہ کی اذان ثانی مقابل منبر اور خارج مسجد ہونے پر محققانہ دلائل ہیں۔ اس کا ذکر مولانا احمد رضا کے فتاویٰ ''العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ'' جلد چہارم مطبوعہ سنی دارالاشاعت مبارکپور (اعظم گڑھ) کے صفحہ ۱۲۳ر پر ملتا ہے۔ (رضا اکیڈمی، ممبئی سے ۳۰ رمئی ۲۰۰۰ء کو رسالہ عربی متن اور اردو ترجمہ کے ساتھ شائع ہو چکا ہے۔ مترجم اور مقدمہ نگار علامہ مفتی عبد المنان الاعظمی ہیں۔ وجاہت)

(۱۱۹) صیقل الرین فی احکام مجاورۃ الحرمین ۱۳۰۵ھ

اس رسالہ کی تکمیل ۱۳۰۵ھ میں ہوئی، اس میں مصنف نے حرمین میں مجاور بن کر رہنے پر مدلل و مبرہن طریقہ سے بحث کی ہے۔

(۱۲۰) حاشیہ طلبة الطبة

(۱۲۱)حاشیہ عناية حلبی (شرح الهدایه)

(۱۲۲)عبقری حسان فی اجابة الاذان ۱۲۹۹ھ

اس کا ذکر عبدالحئی نے ''الثقافۃ الاسلامیۃ فی الھند'' کے صفحہ ۱۱۷ پر کیا ہے۔

(۱۲۳) حاشیہ غنیۃ المستملی

''منیۃ المصلی'' کی بہت سے شرحیں لکھی گئیں ہیں۔ ان میں کبریٰ اور صغریٰ بہت مشہور ہیں۔ اس کی سب سے زیادہ مشہور شرح ''غنیۃ المستملی'' ہے جو پسند کیا گیا۔ اس پر فاضل بریلوی کا یہ حاشیہ ہے۔ ۱۴۰۶ھ/۱۹۸۲ء میں محمد علی پریس ناظم آباد سے شائع ہو چکا ہے۔

(۱۲۴) حاشیہ فتح القدیر لابن الھمام

(۱۲۵) حاشیہ فوائد کتب عدیدہ

(۱۲۶) حاشیہ فتاویٰ انقرویۃ

(۱۲۷) حاشیہ فتاویٰ عالمگیری۔ اس کا قلمی نسخہ قاضی عبدالرحیم (نومحلہ مسجد، بریلی) کے پاس محفوظ ہے۔

(۱۲۸) حاشیہ فتاویٰ خیریہ۔

(۱۲۹) حاشیہ فتاویٰ حدیثیہ

(۱۳۰) حاشیہ فتاویٰ غیاثیہ

(۱۳۱) حاشیہ فتاویٰ زربینہ

(۱۳۲) حاشیہ فتح المعین

(۱۳۳) فوائد رد المحتار، جلد اول

(۱۳۴) فوائد رد المحتار، جلددوم

(۱۳۵) فوائد رد المحتار، جلد سوم

(۱۳۶) فوائد رد المحتار، جلدچہارم

(۱۳۷) فوائد رد المحتار، جلدپنجم

امام احمد رضا نے مفتیان عظام کی سہولت کے لئے فقہ کی متعدد کتب کے فوائد تحریر فرمائے ہیں۔ یہ اہم سرمایہ علمی دنیا میں گرانقدر اضافہ ہے اس کی پانچوں جلدیں، مولانا توصیف رضا خاں کے ذاتی کتب خانہ میں موجود ہیں اور ان کا عکس مولانا انور علی (مدرس مدرسہ منظر سلام بریلی) کے پاس ہے یہ تصنیف ۶۳ رصفحات پر مشتمل ہے۔

(۱۳۸) الفوائد المتعلقه بکتب الفقه:

اس تصنیف میں مصنف نے فقہ کی ۲۶ رکتب کے فوائد قلمبند فرمائے ہیں۔ یہ کتاب ۷۰ رصفحات پر مشمل ہے۔ اس کا قلمی نسخہ قاضی عبدالرحیم بستوی کے پاس موجود ہے۔

(۱۳۹) فتاویٰ سراجیه

(۱۴۰) فتح الملیک فی حکم التملیک ۱۳۰۸ھ

(۱۴۱) فتح الملیک کتاب الانوار

(۱۴۲) فتح الملیک کشف الغمه

(۱۴۳) فتح الملیک کتاب الخراج

(۱۴۴) کا سرالسفیه الواهم فی ابدال قرطاس الدراهم ۱۳۲۹ھ/۱۹۱۱ء

یہ کتاب ۱۳۲۹ھ/ ۱۹۱۱ء میں مکمل ہوئی۔ امام احمد رضا ۱۳۲۴ھ میں زیارت حرمین سے مشرف ہوئے تو علماء حرمین نے آپ کی بڑی قدر و منزلت کی۔ چنانچہ نوٹ کے متعلق آپ سے سوال کیا گیا۔ موصوف نے بغیر کسی کتاب کی مدد کے چند گھنٹوں میں ایک تحقیقی رسالہ قلمبند فرمایا اور اس کا تاریخی نام "کفل الفقیه الفاهم فی احکام قرطاس الدراهم ۱۳۲۴ھ" رکھا، امام احمد رضا نے ہندوستان واپسی کے بعد اصل رسالہ میں اضافے فرمائے اور بطور ضمیمہ ان کو شامل کیا اس ضمیمہ کا نام "کا سر اسفیه الواهم فی ابدال قرطاس الدراهم ۱۳۲۹ھ/ ۱۹۱۱ء" رکھا۔

(۱۴۵) کفل الفقیه الفاهم فی احکام قرطاس الدّراهم ۱۳۲۴ھ:

اس رسالہ کی ابتداء مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ مصنف نے جب قیام مکہ کے دوران ساڑھے ۸ رگھنٹوں میں ''الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیۃ ۱۳۲۳ھ'' قلمبند فرمائی تو علماء حجاز نے آپ کی قابلیت کا اعتراف کیا۔ چنانچہ استفسارات کے سلسلہ کا آغاز ہوا تو نوٹ کی شرعی حیثیت پر بھی متعدد سوالات تھے۔ مولانا بریلوی اس رسالہ کے صفحہ ۱۶۶ ر پر لکھتے ہیں کہ:

''مکہ مکرمہ کے دو علماء کرام مولانا عبداللہ احمد میرداد امام مسجد الحرام اور انکے استاد مولانا حامد احمد جداوی نے نوٹ کے متعلق جملہ مسائل فقہ کا سوال اس فقیر سے کیا جس کے جواب میں بفضل وھاب عزوجل ڈیڑھ دن سے کم میں رسالہ ''کفل الفقیہ'' وہیں لکھ دیا''۔

مولوی عبدالحیٔ اپنی شہرۂ آفاق تصنیف ''نزھۃ الخواطر جلد ہشتم'' کے صفحہ ۴۱ ر پر اس کی اہمیت اور فاضل بریلوی کی فقہی بصیرت پر اس طرح لکھتے ہیں:

''فقہ حنفی اور اس کے جزئیات سے آگاہی رکھنے والا ان کے زمانہ میں ان کی کوئی نظیر نہ تھی جس پر ان کا مجموعۂ فتاویٰ ''کفل الفقیہ الفاھم فی احکام قرطاس الدراھم'' شاھد ہے''۔

اس میں مصنف نے نوٹ سے متعلق شرعی احکام بیان کئے ہیں اس کی اشاعت ۲۳ رجب ۱۴۰۹ھ ۱۹۸۹ء کو لاہور سے ہو چکی ہے۔

(۱۴۶) لمعۃ الشمعۃ فی اشراط المصر للجمعۃ ۱۳۰۰ھ

اس میں مصنف نے جمعہ کے شہر میں ہونے کا عظیم الشان ثبوت پیش کیا ہے۔ اس کا قلمی نسخہ دستیاب نہیں ہو سکا۔

(۱۴۷) منحۃ الخالق شرح کنز الدقائق؛

''منحۃ الخالق'' کے مصنف فقیہ زین العابدین کے فرزند امین بن زین العابدین ہیں۔ آپ نے اپنی تصنیف کنز الدقائق معروف بہ ''بحر الرائق'' پر حواشی تحریر کیے ہیں۔ یہ حواشی فقہ حنفیہ میں ''منحۃ الخالق'' کے نام سے مشہور ہیں۔ امام احمد رضا نے اسی کتاب پر حاشیہ لکھا ہے۔ یہ حاشیہ ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۴ء میں کراچی سے شائع ہو چکا ہے۔ اس کا عکس امام احمد رضا کی حاشیہ نگاری جلد اول کے صفحہ ۸۶ تا ۱۲۷ تک دیکھا جا سکتا ہے۔

(۱۴۸) حاشیہ منۃ الجلیل

(۱۴۹) حاشیہ مسامرۃ

(۱۵۰) حاشیہ مسایرہ

علامہ قوام الدین قاسم بن خلیل رومی (۹۱۹ء) نویں صدی ہجری کے علماء احناف میں سے ہیں۔ فقہ حنفیہ کی اکثر کتب مشہورہ پر آپ کی تعلیقات ہیں، چونکہ علوم عقلیہ سے زیادہ شغف تھا اس لئے وجود ذہنی کے ابحاث پر متعدد رسالے تحریر کیے۔ ان رسائل میں رسالہ ''مسامرہ'' اور ''مسایرہ'' بہت مشہور ہیں۔

امام احمد رضا نے ان ہی دونوں رسائل پر حواشی تحریر فرمائے۔ یہ حواشی ۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶ء میں کراچی سے شائع ہو چکے ہیں۔

(۱۵۱) حاشیہ معین الحکام

یہ علامہ شمس الدین محمد بن عبداللہ غزی بن خطیب بن محمد خطیب بن خلیل بن تمرتاشی (متوفی ۱۰۰۴ء) کی مشہور تصنیف ہے۔ اس پر امام احمد رضا کا یہ حاشیہ ہے۔ امام احمد رضا کی حاشیہ نگاری جلد دوم کے آخر میں شامل ہے، جو مطبع محمد علی پریس، ناظم آباد (کراچی) سے (۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶ء) میں طبع ہوا ہے۔

(۱۵۲) حاشیہ مراقی الفلاح

(۱۵۳) حاشیہ مجمع الانہر

(۱۵۴) منزع المرام فی التداوی بالحرام ۱۳۰۳ھ

اس کی تکمیل ۱۳۰۳ھ میں ہوئی۔ اس میں مصنف نے حرام اشیاء سے علاج کے بارے میں احکام تحریر کئے ہیں۔

(۱۵۵) نقدالبیان لحرمۃ ابنۃ اخی اللبان ۱۳۱۴ھ

اس کا حوالہ فاضل بریلوی کے حاشیہ ''جد الممتار، باب الرضاع'' میں دیا ہے۔

(۱۵۶) نور الجوہرۃ فی السمرۃ والسوکرہ ۱۳۲۰ھ؛

(۱۵۷) ہادیٔ الاضحیۃ بالشاۃ الہندیۃ ۱۳۱۴ھ

اصول فقہ

(۱۵۸) التاج المکلل فی انارۃ مدلول کان یفعل ۱۳۰۴ھ

(۱۵۹) حاشیہ شرح الاشباہ والنظائر؛

''الاشباہ'' کو علامہ ابن نجیم مصری نے ۹۶۹ء میں تالیف کیا۔ یہ علامہ کی آخری تصنیف ہے۔ اس پر متعدد علماء نے شروح وحواشی لکھے اس کا شاہکار حاشیہ علامہ سید احمد حموی (۱۰۹۸ھ) کا حاشیہ ہے۔ امام احمد رضا کا حاشیہ اسی حاشیہ حموی پر ہے۔ اس کی اشاعت کراچی سے ہو چکی ہے۔ اس کا عکس امام احمد رضا کی حاشیہ نگاری کے صفحہ ۱۸۴ تا ۲۴۶ تک دیکھا جاسکتا ہے۔

(۱۶۰) حاشیہ فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت؛

اس کا قلمی نسخہ قاضی عبدالرحیم بستوی، مرکزی دارالعلوم کے ذاتی کتب خانہ میں ہے۔

(۱۶۱) حاشیہ مسلم الثبوت:

یہ حاشیہ مطبع اہلسنت، بریلی سے چھپ چکا ہے۔ یہ حاشیہ مدرسہ اہلسنت پٹنہ میں داخل نصاب تھا۔ اس کا ذکر تحفۂ حنفیہ، جلد ششم، شمارہ ہشتم میں دیکھا جا سکتا ہے۔

(۱۶۲) نشر العرف فی بناء بعض الاحکام علی العرف:

اس میں فاضل بریلوی نے ان احکام کو قلمبند فرمایا ہے جن کا دار و مدار عرف پر ہے اس کتاب کا ذکر امام احمد رضا کے "فتاویٰ العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ" جلد پنجم، مطبوعہ سنی دارالاشاعت، مبارکپور کے صفحہ ۱۷ میں کیا ہے۔

رسم المفتی

(۱۶۳) اجلی الاعلام بان الفتویٰ مطلقا علی قول الامام ۱۳۲۴ھ

اس کی تکمیل ۱۳۲۴ھ میں ہوئی۔ اس میں مصنف نے یہ ثابت کیا ہے کہ فتویٰ مطلقاً امام اعظم کے قول پر ہونا چاہئے۔ یہ اہم رسالہ مولانا احمد رضا کے جلیل القدر فتاویٰ "العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ"، جلد اول کے صفحہ ۳۸۱ پر دیکھا جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ اس کی اشاعت مکتبہ ایشق، استنبول ترکی سے بھی ہو چکی ہے۔

(۱۶۴) حاشیہ رسائل شامی

(۱۶۵) فصل القضافی رسم الافتاء ۱۲۹۶ھ

یہ رسالہ ۱۲۹۶ھ میں مکمل ہوا۔ اس میں رسم مفتی پر شاندار بحث ہے۔ اس کا ذکر مولانا بریلوی نے اپنے فتاویٰ "العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ"، جلد چہارم، ص ۵۷ میں کیا ہے۔

تجوید

(۱۶۶) حاشیہ المنح الفکریہ

(۱۶۷) یسر الزاء لمن ام الضاد ۱۳۱۰ھ

عقـــائـد وکـــلام

﴿۱۶۸﴾ اللّمم الملکیۃ و التسجیلات المکیۃ ۱۳۲۴ھ

اس کی اشاعت مطبعِ اہلسنت ورضوی کتب خانہ، بریلی سے ہوچکی ہے۔

﴿۱۶۹﴾ المعتمد المستند بناء نجاۃ الابد ۱۳۲۰ھ

مولانا بریلوی نے مولانا فضل رسول بدایونی کی شہرۂ آفاق تصنیف "المعتقد المنتقد" پر حاشیہ تحریر فرمایا اور اس کا تاریخی نام "المعتمد المستند بناء نجاۃ الابد ۱۳۲۰ھ" رکھا۔ یہ حاشیہ متعدد مرتبہ زیورِ طبع سے آراستہ ہو چکا ہے۔ زیرِ نظر حاشیہ ۱۹۷۵ء میں مکتبہ ایشق، استنبول، ترکی سے طبع ہوا ہے۔

﴿۱۷۰﴾ ابراء المجنون من انتہاکہ علم المکنون ۱۳۲۳ھ/ ۱۹۰۵ء

اس کا ذکر پروفیسر محمد مسعود احمد نے اپنی شاہکار تالیف "فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں" مطبوعہ المجمع الاسلامی مبارکپور، اعظم گڑھ ۱۴۰۱ھ/ ۱۹۸۱ء کے صفحہ ۹۶ پر کیا ہے۔

﴿۱۷۱﴾ البشری العاجلۃ من تحف آجلۃ ۱۳۰۰ھ

﴿۱۷۲﴾ العلم المکیۃ والتسجیلات المکیۃ ۱۳۲۴ء

اس کی تالیف ۱۳۲۴ھ میں مکمل ہوئی۔ اس میں مصنف نے اپنی تصنیف "حسام الحرمین علیٰ منحر الکفر والمین" پر علماء حجاز کی تصدیقات کو یکجا کیا ہے یہ مجموعہ مطبع رضوی کتب خانہ بریلی سے صرف ایک مرتبہ شائع ہوا ہے۔

﴿۱۷۳﴾ الفواکہ الھنیئۃ والتسجیلات المدنیۃ ۱۳۲۴ھ

یہ کتاب ۱۳۲۴ھ میں مصنف نے پوری کی۔ اس میں حسام الحرمین پر علماء مدینہ کی تصدیقات کو یکجا کیا گیا ہے۔ یہ مجموعہ رضوی کتب خانہ سے طبع ہوا ہے۔

(۱۷۴) الکلم العلیة لمفتی الشافعیة ۱۳۲۴ھ

اس میں مصنف نے حسام الحرمین پر علماء شافعیہ کی نادر و مبسوط تصدیقات کو اکٹھا کیا ہے۔ اس کی طباعت رضوی کتب خانہ بریلی سے ہو چکی ہے۔

(۱۷۵) السعی المشکور فی ابداء الحق المهجور ۱۲۹۵ھ

(۱۷۶) الجلاء الکامل لتعیین قضاة الباطل ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء

اس کا ذکر ''فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں'' کے صفحہ ۹۶ پر کیا ہے۔

(۱۷۷) الفیوضات الملکیة لمحب الدولة المکیة ۱۳۲۶ھ/ ۱۹۰۸ء

یہ مصنف کی تصنیف ''الدولة المکیة بالمادة الغیبیة ۱۳۲۴ھ'' کا مبسوط حاشیہ ہے۔ یہ حاشیہ نامکمل ہے، کراچی اور مطبع اہلسنت بریلی سے چھپ چکا ہے۔ (یہ حاشیہ ۲۰۰۱ء میں رضا فاؤنڈیشن، لاہور سے ''الدولۃ المکیۃ'' کے ساتھ شائع کر دیا ہے۔ وجاہت)

(۱۷۸) المقال الباهر ان منکر الفقه کافر ۱۳۱۹ھ

(۱۷۹) حاشیه الصواعق المحرقه

(۱۸۰) حاشیه التفرقة بین الاسلام والزندقه

یہ کتاب مطبع اہلسنت بریلی سے چھپ چکی ہے۔

(۱۸۱) الدولة المکیه بالمادة الغیبیة ۱۳۲۴ھ

اس کی تکمیل ۱۳۲۴ھ کو مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ حجاز کے علماء نے مولانا سے علم غیب کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے بغیر کسی کتاب کی مدد کے ۲۶-۲۷/ذوالحجہ ۱۳۲۳ھ کو دو نشستوں میں ساڑھے آٹھ گھنٹے میں تحریر فرمائی۔ یہ کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلے حصہ میں علم غیب پر عارفانہ بحث ہے، دوسرے حصہ میں چار سوالوں کے جوابات ہیں، جن کا تعلق مولانا سلامۃ اللہ رامپوری ۱۳۲۸ھ کی تصنیف ''اعلام الاذکیا'' کے آخر میں واقع

ایک عبارت سے ہے اور ایک کا تعلق شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے ''خطبہ مدارج النبوۃ'' سے ہے، اس کتاب کی مقبولیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ۶۲ رعلماء عرب و دیگر بلاد اسلامیہ کے دانشوروں نے اس کی تکمیل کے بعد تصدیقات وتقریظات قلم بند فرمائیں ۔ یہ کتاب متعدد مرتبہ مختلف مطابع سے شائع ہوچکی ہے۔ ۱۹۸۶ء میں مکتبہ ایشــــق، استنبول، ترکی نے شائع کیا۔(۲۰۰۱ء میں رضا فاؤنڈیشن، لاہور''الفیوضات المکیہ'' کے حاشیہ کے ساتھ شائع کیا ہے۔ وجاہت)

(۱۸۲)تصدیقات الحرام ۱۳۱۷ھ

(۱۸۳)حاشیہ تحفۃ الاخوان

(۱۸۴)حل خطاء الخط ۱۲۸۸ھ

(۱۸۵)حاشیہ حدیقۃ ندیہ شرح طریق محمدیہ ۱۳۱۸ھ

(۱۸۶)حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین :

مولانا نے مولانا فضل رسول بدایونی (۱۲۹۸ھ/۱۸۷۲ء) کی گرانقدر تصنیف ''المعتقد المنتقد'' (۱۲۷۰ھ/۱۸۵۳ء) پر تعلیقات وحواشی کا اضافہ فرمایا اور اس کا تاریخی نام ''المعتمد المستند'' (۱۳۲۰ھ/۱۹۰۲ء) رکھا۔ اسی زمانہ میں ان حواشی کا خلاصہ علماء عرب کی خدمت میں تصدیقات کے لیے پیش کیا۔ مولانا کے اس سرمایہ کو دیکھ کر علماء عرب نے اپنی عدیم المثال تقاریظ اور تصدیقات ثبت فرمائیں۔ مولانا نے ان تقاریظ وتصدیقات کو مرتب فرما کر حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین نام رکھا، یہ کتاب بھی مختلف مطابع سے طبع ہوچکی ہے زیر نظر وہ نسخہ ہے جو ۱۲ر ربیع الآخر ۱۴۰۵ھ کو قادری بک ڈپو نو محلہ مسجد بریلی سے شائع ہوا۔

(۱۸۷) حاسم المفتری علی السید البری ۱۳۲۸ھ:

اس میں مصنف نے علم غیب پر جامع ومانع دلائل تحریر کیے ہیں۔ یہ کتاب مجلس اہلسنت بریلی سے شائع ہوچکی ہے۔

(۱۸۸) حاشیة خیالی علی شرح العقائد

(۱۸۹) حاشیه فقه اکبر

(۱۹۰) حاشیه شرح مواقف

(۱۹۱) حاشیه مقاصد الکلام

یہ سعد الدین بن عمر بن عبداللہ تفتازانی (م-۷۹۲ھ) کی گرانقدر تصنیف ہے۔ مولانا نے اس کے مختلف صفحات پر حاشیہ لکھا ہے۔ یہ حاشیہ ۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶ء کو کراچی سے شائع ہو چکا ہے۔ اس کا عکس امام احمد رضا کی حاشیہ نگاری، جلد دوم کے صفحہ ۱۲۳ رتا ۱۷۲ رپر دیکھا جاسکتا ہے۔

(۱۹۲) ضوءالنهاية فی اعلام الحمد والهداية ۱۲۸۵ھ

یہ مصنف کی پہلی عربی تصنیف ہے۔اس وقت مولانا کی عمر تیرہ برس تھی، اس سے قبل انہوں نے "ھدایۃ النحو" کی شرح دس سال کی عمر میں لکھی تھی، اس کا ذکر امام احمد رضا کے ممتاز شاگرد مولانا ظفر الدین بہاری نے اپنی تصنیف "المجمل المعددلتالیفات المجدد (مطبوعہ پٹنہ ۱۳۲۷ھ/۱۹۱۹ء) کے صفحہ ۶ پر کیا ہے اس کا قلمی نسخہ دستیاب نہیں ہوسکا۔

(۱۹۳) حاشية عقائد هنديه

(۱۹۴) فتاویٰ الحرمين برجف الندوة المين ۱۳۱۷ھ:

یہ کتاب ۱۳۱۷ھ میں لکھی گئی۔ اس کے بعد مکتبہ ایشق، استنبول، ترکی سے ۱۹۸۱ء میں زیور طبع سے آراستہ ہوئی۔

(۱۹۵) مال الحبيب بعلوم الغيب ۱۳۱۸ھ:

اس کا قلمی نسخہ مولانا عبدالرحیم بستوی کے پاس ہے۔

(۱۹۶) فتویٰ مكة نعت الندوة المندكه ۱۳۱۷ھ

(۱۹۷) فتوی المدینه المنوره بدک ندوة مزورة ۱۳۱۷ھ

(۱۹۸) حاشیه مفتاح السعادة

(۱۹۹) حاشیه همزیه

(۲۰۰) هدایة المعلّمین الی مایجب فی الدین ۱۳۳۰ھ:

اس کا حوالہ ''معجم المطبوعات'' جلد اول کے صفحہ ۹۳۹ ر پر ملتا ہے۔ اس کا قلمی نسخہ دستیاب نہیں ہو سکا۔

مناظره

(۲۰۱) اطائب الصیب علی ارض الطیب ۱۳۱۹ھ:

یہ کتاب ۱۳۱۹ھ میں مکمل ہوئی اور مطبع اہلسنت، بریلی و مکتبہٗ قادریہ، لاہور سے شائع ہو چکی ہے اس میں مصنف نے محمد طیّب مکی (پرنسپل مدرسہ عالیہ، رامپور) سے مسئلہ تقلید میں مراسلت کی تھی۔ اس کو یکجا کرنے کے بعد اس کا تاریخی نام اطائب الصیب علی ارض الطیب ۱۳۲۹ھ رکھا۔

فضـــائـل

(۲۰۲) حاشیه زرقانی شرح مواهب لدنیه

(۲۰۳) حاشیه شرح شفا (ملا علی قاری)

منـــاقب

(۲۰۴) انجاء البری عن وسواس المفتری ۱۳۱۲ھ

اس میں مصنف نے شیخ اکبر رضی اللہ عنہ کے مناقب بیان کئے ہیں۔

تصـــوف

(۲۰۵) حاشية اليواقيت والجواهر

(۲۰۶) حاشية احياء علوم الدين

(۲۰۷) حاشية الابريز

(۲۰۸) حاشية الزواجر:

اس کا قلمی نسخہ مولانا خالد علی خاں (نواسۂ مصطفیٰ رضا خاں) کے پاس ہے۔ راقم الحروف نے اس کو خود ملاحظہ کیا ہے۔

(۲۰۹) بوارق تلوح من حقيقة الروح ۱۳۱۱ھ

(۲۱۰) ميزان الشريعة الكبرىٰ

(۲۱۱) حاشيه مدخل لابن امير الحاج (جلد اول)

(۲۱۲) حاشيه مدخل لابن امير الحاج (جلد دوم)

(۲۱۳) حاشيه مدخل لابن امير الحاج (جلد سوم)

اذکار

(۲۱۴) الوظيفة الكريمة ۱۳۳۸ء

"الوظیفۃ" ۱۳۳۸ھ میں لکھا گیا اور مطبع اہلسنت و رضوی کتب خانہ، بریلی سے متعدد مرتبہ شائع ہوا ہے۔ اس میں مصنف نے اوراد و وظائف کا شاندار مجموعہ پیش کیا ہے، راقم الحروف نے اس کا قلمی نسخہ مولانا منان رضا خاں کے پاس دیکھا ہے۔

(۲۱۵) المنة الممتازه فی دعوات الجنازه ۱۳۱۸ھ،

رسالہ "المنۃ الممتازۃ" ۱۳۱۸ھ میں مکمل ہوا اور سنی دارالاشاعت، مبارکپور

اعظم گڑھ سے طبع ہوا۔اس میں مصنف نے جنازہ کی چودہ دعاؤں کا اعلیٰ مجموعہ پیش کیا ہے۔
یہ اہم رسالہ فتاویٰ رضویہ جلد چہارم میں مطبوع ہے۔ص ۸۸

(۲۱۶) ازهار الانوار من صبا صلوٰۃ الاسرار ۱۳۰۵ھ

یہ رسالہ سنی دارالاشاعت، مبارکپور سے چھپ چکا ہے۔اس میں امام احمد رضا نے نماز غوثیہ پر دلائل پیش کئے ہیں۔ اس کا ذکر فتاویٰ رضویہ، جلد سوم، مطبوعہ سنی دارالاشاعت، مبارکپور کے صفحہ ۵۴۸ پر کیا ہے۔

خطبات

(۲۱۷) الخطبات الرضویه فی المواعظ والعیدین والجمعة،

اس میں امام احمد رضا نے جمعہ وعیدین اور محفل وعظ میں پڑھنے کے خطبات مع بعض احکام درج فرمائے ہیں۔ یہ اہم سرمایہ متعدد مرتبہ بریلی الیکٹرک پریس ورضوی کتب خانہ، بریلی سے شائع ہو چکا ہے۔

نظم

(۲۱۸) آمال الابرار وآلام الاشرار ۱۳۱۸ھ

یہ جلیل القدر قصیدہ ۱۷۰ر اشعار پر مشتمل ہے۔اس کی طباعت قاضی عبدالوحید حنفی فردوسی (متوفی ۱۳۲۶ھ) کے نام سے ہوئی مگر یہ طویل قصیدہ متعدد وجوہ سے قاضی عبدالوحید صاحب کا ہونا درست نہیں ہے۔ حدائق بخشش، جلد سوم، مطبوعہ نظامی پریس، بدایوں (دیوان امام احمد رضا)، صفحہ ۸ر پر صراحت ہے کہ یہ قصیدہ فاضل بریلوی کا تحریر کردہ ہے۔
ڈاکٹر حامد علی خاں (سابق ریڈر شعبۂ عربی مسلم یونیورسٹی علیگڑھ) اس قصیدہ کے بارے میں رقمطراز ہیں کہ:

''یہ طویل قصیدہ قاضی عبد الوحید حنفی (متوفی ۱۳۲۶ھ) کے نام سے شائع ہوا مگر یہ درست نہیں ہے۔'' (ص ۴۳۳-۴۳۴)

راقم الحروف نے مختار الدین آرزو (سابق صدر، شعبۂ عربی، مسلم یونیورسٹی، علیگڑھ) سے اس قصیدہ کے سلسلہ میں دریافت کیا تو موصوف نے فرمایا یہ اہم قصیدہ امام احمد رضا کے دست مبارک کا تحریر کردہ میرے پاس موجود ہے۔ اس کا پہلا صفحہ نذر حوادث ہو چکا ہے۔

(۲۱۹) قصیدتان رائعتان ۱۳۰۰ھ

یہ جلیل القدر قصیدہ، ۱۴۰۹ھ/۱۹۸۱ء میں المجمع الاسلامی محمد آباد سے شائع ہوا۔ اس میں امام احمد رضا نے مولانا فضل رسول بدایونی کی تعریف میں اصحاب بدر کی مناسبت سے ۳۱۳ اشعار لکھے ہیں۔ اس قصیدہ کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس قصیدہ کے چند اشعار جب علماء مصر کو سنائے گئے تو انہوں نے برجستہ کہا کہ یہ قصیدہ کسی فصیح اللسان عربی النسل عالم دین کا تحریر کردہ ہے۔ اس کی تفصیل پروفیسر محمد مسعود نے اپنی شاہکار تصنیف ''فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں'' مطبوعہ لاہور (۱۳۹۴ھ) طبع دوم کے صفحہ ۹۶-۹۹ پر دی ہے۔

(ب) مدح الرسول

اس کا ذکر پروفیسر محی الدین الوائی نے صوت الشرق، شمارہ فروری ۱۹۷۰ء کے صفحہ ۱۶-۱۷ پر کیا ہے۔

نحو

(۲۲۰) تبلیغ الکلام الیٰ درجۃ الکمال فی تحقیق المصدر والافعال ۱۳۲۸ھ

(۲۲۱)شرح ھدایۃ النحو ۱۲۸۲ھ

یہ امام احمد رضا نے دس سال کی عمر میں تصنیف فرمائی۔ یہ موصوف کی پہلی تصنیف ہے۔اس کا ذکر مولانا ظفر الدین بہاری نے ''المجمل المعدد لتالیفات المجدد'' کے صفحہ ۶ پر کیا ہے۔اس کے علاوہ مولانا محمود احمد کانپوری نے ''تذکرہ علماء اہلسنّت'' کے صفحہ ۴۶ ر پر اس کا ذکر کیا ہے۔

لغت

(۲۲۲) حاشیہ تاج العروس

یہ مختصر حاشیہ مولانا اختر رضا خاں ازہری کے ذاتی کتب خانہ میں محفوظ ہے اور اس کا عکس راقم الحروف کے پاس موجود ہے۔

تعبیر

(۲۲۳)حاشیہ تعطیر الانام

تکسیر

(۲۲۴) اطائب الاکسیر فی علم التکسیر ۱۲۹۶ھ

یہ رسالہ مصنف نے سید حسین مدنی (فرزند مولانا عبدالقادر شامی مدنی) کے لئے تحریر فرمایا۔سید صاحب نے ۱۴ر ماہ بریلی میں قیام کیا اور علم اوفاق وتکسیر میں یدطولیٰ حاصل کیا۔اس میں مصنف نے ایسی نمایاں ایجادات کی ہیں، جو نا قابل بیان ہیں۔اس کا ذکر امام احمد رضا کے فرزند اصغر مصطفےٰ رضا خاں نے ''الملفوظ'' جلد دوم، مطبوعہ مکتبہ الجیلانی، سنبھل کے صفحہ ۲۷ پر کیا ہے۔معارف رضا ۱۹۸۹ء کے ص ۸۳ر پر تحریر ہے کہ یہ جلیل القدر رسالہ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی میں محفوظ ہے۔

(۲۲۵)حاشیہ الدر المکنون:

اس کا ذکر معارف رضا ۱۹۸۹ء کے صفحہ ۸۰ پر ملتا ہے۔

(۲۲۶)حاشیه مربعات بحواله مذکوره

(۲۲۷) مجتلی العروس ومرادالنفوس ۱۳۳۸ھ

یہ امام احمد رضا کی ایک ضخیم تصنیف ہے۔اس میں فاضل بریلوی نے کثیر ضابطے استخراج فرمائے ہیں یہ گرانقدر تصنیف ۲۰۹ صفحات پر مشتمل ہے۔اس کا قلمی نسخہ مولانا توصیف رضا خاں بریلوی کے پاس موجود ہےاوراس کا عکس میرے پاس دیکھا جاسکتا ہے۔

(۲۲۸) الجداول الرضویه للمسائل الرضویه ۱۳۲۲ھ

یہ اہم رسالہ مولانا کے قلم سے لکھا ہوا ہے اور بہت صاف ہے۔ ہر صفحہ میں ۱۸ سطریں ہیں خط نستعلیق میں لکھا گیا ہے۔۱۴۰۳ھ/۱۹۸۴ء میں مرکزی مجلس رضا، لاہور نے فاضل بریلوی کے خط میں لکھا ہوا نسخہ طبع کیا۔اس میں نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم کے بعد متعدد جداول تحریر فرمائے ہیں اور علم جفر کے متعدد قواعد بھی بیان کیے ہیں۔ یہ اہم رسالہ ۴۸ صفحات پر مشتمل ہے۔

(۲۲۹) الثواقب الرضویه علی الکواکب الدریه ۱۳۲۱ھ

یہ کتاب ۱۳۲۱ھ میں مکمل ہوئی۔اس میں مصنف نے کواکب دریہ پر محققانہ بحث کی ہے۔

(۲۳۰) الاجوبة لرضویه علی المسائل الجفریه ۱۳۲۱ھ

۱۳۲۱ھ میں یہ رسالہ مکمل ہوا۔۱۳۲۱ھ غیر تاریخی نام ہے۔اس میں مولانا نے علم جفر سے جوابات کو لکھا ہے۔

(۲۳۱) اسهل الکتب فی جمیع المنازل

(۲۳۲) الجفر الجامع ۱۳۳۲ھ

اس کا قلمی نسخہ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی میں موجود ہے۔اس کا ذکر معارف رضا ۱۹۹۸ء کے صفحہ ۸۳ پر موجود ہے۔

(۲۳۳) الرسائل الرضویہ للمسائل الرضویة ۱۲۲۸ھ

(۲۳۴) الوسائل الرضویہ للمسائل الجفزیة ۱۳۲۲ھ

اس رسالہ کی طباعت ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۲ء میں مرکزی مجلس رضا، لاہور (پاکستان) سے ہو چکی ہے۔ یہ رسالہ امام احمد رضا نے خطِ نستعلیق میں تحریر فرمایا ہے اور اسی خط میں اس کی اشاعت ہوئی ہے۔ اس میں مصنف نے اپنی طبعزاد جداول اور علم جفر سے متعلق معلومات تحریر رمائی ہیں۔ یہ رسالہ ۳۰ صفحات پر مشتمل ہے۔

(۲۳۵) رسالہ فی علم الجفر ۱۳۲۸ھ

اس رسالہ میں متعدد جداول بیان کی گئی ہیں اور علمِ جفر کے بارے میں مفید معلومات بھی تحریر ہیں۔ یہ اہم رسالہ ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء میں مرکزی مجلسِ رضا، لاہور سے طبع ہو چکا ہے۔

توقیت

(۲۳۶) الجواھر والتوقیت فی علم التوقیت (المعروف بہ توضیح التوقیت)

یہ رسالہ مطبع نعیمی پریس مراد آباد سے پہلی بار شائع ہوا۔ اس کا ذکر مولانا ظفر الدین بہاری نے ''حیات اعلیٰ حضرت'' جلد اول کے صفحہ ۱۹۹ پر کیا ہے اس کے علاوہ معارف رضا ۱۹۸۹ء کے صفحہ ۸۳ پر بھی دیکھا جا سکتا ہے۔

(۲۳۷) جدول ضرب

(۲۳۸) حاشیہ جامع الافکار

اس کا قلمی نسخہ دستیاب نہیں ہو سکا۔ البتہ مولانا عبدالمبین نعمانی نے اپنی فہرست کتب ''المصنفات الرضویہ'' (قلمی کے صفحہ ۳۸ پر لکھا ہے کہ اس کا عکس المجمع الاسلامی محمد آباد (اعظم گڑھ) میں موجود ہے۔ (المصنفات الرضویہ رضا اکیڈیمی، ممبئی، انڈیا اور رضا اکیڈیمی، لاہور، پاکستان سے شائع ہو چکی ہے۔ وجاہت)

(۲۳۹) حاشیہ خزانۃ العلم

(۲۴۰) حاشیہ زبدۃ المنتخب

زیجات/ حرکات سیّارگان

(۲۴۱) تعلیقات علی الزیج الایلخانی

اس کا قلمی نسخہ مولانا جہانگیر خاں فتحپوری (سابق استاد مدرسہ منظر اسلام) کے پاس موجود ہے اور عبدالمبین نعمانی نے ''المصنفات الرضویہ'' کے صفحہ ۳۸ر پر لکھا ہے کہ اس کا عکس المجمع الاسلامی میں محفوظ ہے۔

(۲۴۲) التعلیقات علی زیج الاحداد

اس کا قلمی نسخہ مولانا جہانگیر خاں فتح پوری کے پاس موجود ہے اور اس کا عکس المجمع الاسلامی، مبارکپور (اعظم گڑھ) میں محفوظ ہے۔

(۲۴۳) حاشیہ برجندی ۱۳۱۱ھ

(۲۴۴) حاشیہ زلالات البرجندی

پروفیسر مجید اللہ قادری نے معارف رضا ۱۹۸۹ء کے صفحہ ۸۳ر پر لکھا ہے کہ اس کا قلمی نسخہ ادارۂ تحقیقات میں ہے۔ محمد عبدالمبین نعمانی نے ''المصنفات الرضویہ'' کے صفحہ ۳۸ر پر تحریر کیا ہے کہ اس کا عکس المجمع الاسلامی میں محفوظ ہے۔

ھندسہ

(۲۴۵) اشکال اقلیدس لنکس اشکال الاقلیدس ۱۳۰۲ھ

یہ کتاب نام ہی سے ظاہر ہے کہ فن ریاضی میں ہے۔ اس میں مصنف نے اقلیدس کے بعض اشکال پر امتحانی اعتراضات لکھے ہیں۔ یہ کتاب لاہور سے شائع ہو چکی ہے مگر راقم

الحروف کو اس کا مطبوعہ وغیر مطبوعہ کوئی نسخہ دستیاب نہیں ہوسکا۔

﴿۲۴۶﴾ حاشیہ اصولہ الھندسہ

﴿۲۴۷﴾ حاشیہ تحریر الاقلیدس

﴿۲۴۸﴾ المعنی المجلی للمغنی والظلی

مذکورہ رسائل کا ذکر پروفیسر مجید اللہ قادری نے معارف رضا ۱۹۸۹ء کے صفحہ ۸۰ پر کیا ہے۔

ریــــــــاضی

﴿۲۴۹﴾ الکلام النھیم فی سلاسل الجمع والتقسیم ۱۳۱۹ھ

﴿۲۵۰﴾ الکسیر العشری

﴿۲۵۱﴾ القواعد الجلیلۃ فی العلم الجبریہ

﴿۲۵۲﴾ جداول الریاضی ۱۳۱۹ھ

ان تینوں رسائل کا تذکرہ معارف رضا ۱۹۸۹ء کے صفحہ ۸۰ تا ۸۲ پر موجود ہے۔

ھیئات جدیدہ

﴿۲۵۳﴾ اقمار الانشراح لحقیقۃ الاصباح ۱۳۱۹ھ

﴿۲۵۴﴾ حاشیہ تصریح

اس کا عکس المجمع الاسلامی، مبارکپور میں موجود ہے۔

﴿۲۵۵﴾ جادۃ الطلوع والھمر للسیّارۃ والنجوم والقمر ۱۳۲۵ھ

﴿۲۵۶﴾ رفع الخلاف فی دقائق الاختلاف

﴿۲۵۷﴾ رسالہ صبح

اس کا حوالہ امام احمد رضا کی تصنیف ''فوزمبین در ردِ حرکت زمین'' مطبوعہ

رضائے مصطفیٰ بمبئی کے صفحہ ۵۴ پر ملتا ہے۔

(۲۵۸) حاشیه شرح باکوره

(۲۵۹) حاشیه شرح تذکره

(۲۶۰) حاشیه شرح چغمینی

اس کا قلمی نسخہ مبارکپور میں موجود ہے اور ایک نسخہ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا (کراچی) میں بھی دستیاب ہے۔

(۲۶۱) حاشیه طیب النفس

اس کا قلمی نسخہ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا (کراچی) میں موجود ہے۔

(۲۶۲) حاشیه علم الهیأت

(۲۶۳) حاشیه کتابه الصور

(۲۶۴) مبحث العادله فات الدرجة الثانیه

نجوم / فلکیات

(۲۶۵) جدول ضرب

(۲۶۶) حاشیة النجوم

(۲۶۷) رساله ایعاد قمر

جبر و مقابلہ

(۲۶۸) حاشیه القواعد الجلیلة فی الاعمال الجبریه؛

اس کا قلمی نسخہ دستیاب نہیں ہوسکا، البتہ اس کا عکس المجمع الاسلامی مبارکپور (اعظم گڑھ) میں موجود ہے۔

ارثمــا طیــقی

﴿۲۶۹﴾ الموھبات فی المربعات

اس کا قلمی نسخہ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا (کراچی) میں محفوظ ہے۔

﴿۲۷۰﴾ کتاب الارثما طیقی

معارف رضا ۱۹۸۹ء کے صفحہ ۸۱ پر اس کا تذکرہ کیا ہے۔

منــطــق

﴿۲۷۱﴾ رسالہ منطق

یہ اہم رسالہ زیور طبع سے آراستہ ہو چکا ہے۔ اس کی قدر ومنزلت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ یہ مدرسہ اہلسنّت پٹنہ کے درسی نصاب میں شامل تھا اس کا ذکر۔ ماہنامہ تحفۂ حنفیہ شعبان ۱۳۲۰ھ، شمارہ ہشتم میں کیا ہے۔

﴿۲۷۲﴾ حاشیہ شمس بازغہ

اس کا قلمی نسخہ مولانا منان رضا خاں (نگران جامعہ نوریہ، بریلی) کے پاس موجود ہے۔

﴿۲۷۳﴾ حاشیہ میر زاھد

﴿۲۷۴﴾ حاشیہ ملا جلال

اس کا قلمی نسخہ قاضی عبدالرحیم بستوی کے ذاتی کتب خانہ میں موجود ہے۔

طــبیعــیــات

﴿۲۷۵﴾ حاشیہ اصول طبعی؛

اس حاشیہ کا ذکر معارف رضا (۱۴۱۰ھ/۱۹۸۹ء) کے صفحہ ۹۷ پر کیا ہے۔

علم سـیاســیات

﴿۲۷۶﴾ اعلام الاعلام بان ھندوستان دارالاسلام ۱۳۰۶ھ / ۱۸۸۵ء

۱۳۰۶ھ/۱۸۸۸ء میں جب علماء نے منقسم ہندوستان کو دارالحرب قرار دیکر سود

کو جائز قرار دیا، مولانا نے ہندوستان کو ''دارالسلام'' قرار دیا اور سود کو حرام، کچھ عرصہ کے بعد تحریک آزادی ہند کے عہد میں بعض علماء ہندوستان نے پھر دار الحرب قرار دیکر مسلمانوں کو ہجرت پر مجبور کیا۔ مولانا نے اس وقت انکی سخت مخالفت کی اور یہ مایۂ ناز رسالہ تحریر فرمایا۔ اس کی طباعت لاہور سے ہوئی ہے۔

تاریخ و عمرانیات

(۲۷۷) حاشیہ مقدمہ ابن خلدون

علم مثلث

(۲۷۸) اعالی العطایا فی الاضلاع والزوایا

یہ رسالہ لاہور سے شائع ہو چکا ہے۔

(۲۷۹) رسالہ در علم مثلث الکروی القائمۃ الزاویہ

علم صوتیات

(۲۸۰) البیان شافیا لفونو غرافیا ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء

امام احمد رضا نے یہ رسالہ علم صوتیات میں تحریر کیا ہے۔ اگرچہ اس کا موضوع فقہی ہے مگر حقیقت میں سائنسی ہے۔ اور ساری آوازوں کی لہروں کا مدلل بیان ہے، یہ اہم رسالہ کانپور سے شائع ہوا ہے۔ (ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کراچی سے ۱۹۹۹ء میں دوبارہ شائع ہوا۔ وجاہت)

فلسفہ

(۲۸۱) مقامع الحدید علی خد المنطق الجدید

اس کا ذکر نعمانی نے ''المصنفات الرضویہ'' کے صفحہ ۴۲ پر کیا ہے، اس کا قلمی نسخہ دستیاب نہ ہو سکا۔ (یہ کتاب شائع شدہ ہے۔ اس کا عربی ترجمہ ۲۰۰۲ء میں مطبع دار البیان،

للطبع والنشر والتوزیع، قاہرہ، مصر سے شائع ہوا ہے۔ اس کے مترجمین مولانا محمد جلال رضا الازھری اور مولانا غلام محمد بٹ الازھری ہیں۔ وجاہت)

موسوعات

(۲۸۲) استدراک علی کشف الظنون للحاج خلیفة؛

مولانا احمد رضا خاں ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے۔ انہوں نے مختلف علوم و فنون پر کتابیں تصنیف فرمائیں اور بعض مختلف فنون کی بعض کتابوں پر حواشی، تعلیقات اور استدراکات لکھے۔

''کشف الظنون فی اسامی الکتب والفنون'' حاجی خلیفة کی مشہور کتاب ہے، جس میں انہوں نے دنیا میں جتنے مخطوطات ومطبوعات مختلف فنون پر پائے جاتے ہیں ان میں سے بعض کو مصنف نے مطالعہ بھی کیا ہے، ان کے بارے میں معلومات فراہم کی ہیں۔

مولانا موصوف نے اس پر ایک استدراک لکھا ہے، مسودہ کی شکل میں ۱۵۰ اوراق پر مشتمل مخطوطہ دستیاب ہوا ہے۔ اس میں ''کشف الظنون'' جلد اول کی بعض کتابوں یا مصنفین کے بارے میں مولانا نے اضافے کئے ہیں۔ ابتداء میں نحمده ونصلی علی رسوله الکریم کے بعد اصل کتاب کشف کے صفحہ ۳۶ پر '' الابانة'' کے بارے میں مولانا تحریر فرماتے ہیں ''الابانة عن اصول الدیانه للامام ابی الحسن الاشعری وشرحها للامام القاضی الباقلانی '' اسی طرح ''کشف الظنون'' ص ۷۳ کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں: ''للحافظ ابی عمرو یوسف بن عبدالله سماه خالد وعنه ذکر الکافی فی فروع المالکیة'' یہی انداز کتاب اور مصنف کے بارے میں مولانا بریلوی کا رہا ہے مخطوطہ، ص ۵۰ پر ختم ہوجاتا ہے۔ آخری کتاب جس پر مولانا نے استدراک لکھا ہے وہ ''الوسیط فی فروع الحنفیه'' ہے۔

مخطوطہ فاضل بریلوی کے قلم سے لکھا ہوا ہے اور بہت صاف خوشخط میں ہے ہر صفحہ میں ۱۷-۱۸ سطریں ہیں خط نستعلیق میں لکھا گیا ہے۔

حوالہ جات

(۱) مقدمہ ابن خلدون ص۵۴۳......۵۴۵

(۲) محمود غزنوی کی بزم رفتہ ص۱۱۶

(۳) عربی ادبیات میں پاک وھند کا حصہ ۱۱

(۴) الجمیعة، سنڈے ایڈیشن، ۲۷ شعبان ۱۹۷۵ء، ص: ۴......۵

(۵) تاریخ فیروز شاہی۔ص۱۱۰......۱۱۱

(۶) بدایونی ۱: ۵۳

(۷) بدایونی - ۱: ۵۳

(۸) عربی ادبیات میں پاک وھند کا حصہ، ص:۱۵

(۹) عربی ادبیات میں پاک وھند کا حصہ، ص:۱۶

(۱۰) عربی ادبیات میں پاک وھند کا حصہ، ص:۱۷

(۱۱) عربی ادبیات ص:۱۷

(۱۲) سکندر لودھی کے عہد میں شیخ عبداللہ اور شیخ عزیز اللہ ملتان سے وارد ہوئے اور علوم وفنون کی نشر واشاعت کی۔ دیکھئے اسلامی علوم وفنون ھندوستان میں ص۱۰

(۱۳) عربی ادبیات، ص:۲۷

(۱۴) اسلامی علوم وفنون، ص:۱۰

(۱۵) الجمیعة، سنڈے ایڈیشن......۲۷ شعبان ۱۹۷۵ء، ص:۴

(۱۶) الطاف علی: حیات حافظ رحمت خاں، مطبوعہ نظامی پریس، بدایوں ۱۹۳۳ء، ص:۲۷۴

(۱۷) نجم الغنی خاں : اخبار الصنادید، جلد اول، مطبوعہ لکھنؤ ۱۹۱۸ء، ص:۵۰

(۱۸) الطاف علی : حیات حافظ رحمت خاں، ص:۴۱

(۱۹) اس کا قدیم نام پری چکر تھا، دیکھئے اتر پردیش ڈسک گزٹ، بریلی ۱۹۶۸ء، ص:۲۶

(۲۰) اس کو کنکھم نے پرگنہ سرولی (ضلع بریلی) میں رام نگر متعین کیا جو مراد آباد (شہر) سے چند میل فاصلہ پر واقع ہے اور آج بھی اسی نام سے مشہور ہے۔

(۲۱) بریلی کا اتھاس، مطبوعہ محکمہ اطلاعات ورابطہ عامہ، بریلی

(۲۲) بریلی گزٹ، ص ۱۴۵

(۲۳) بریلی گزٹ، ص ۱۴۸......۱۴۹

(۲۴) بریلی، مراد آباد، سنبھل اور بدایوں کے اقطاع کو کھیڈ کہتے ہیں۔ جب کھیڈ یہ نامی ایک قوم سورج بنسیوں میں جو قنوج سے نکالی گئی تھی۔ ۱۰۰۴ء میں یہاں آکر آباد ہوئی، اس وقت سے اس کو کھیڈ کہا جانے لگا ملاحظہ ہو۔ اخبار الصنادید ۱:۵۰، حیات حافظ رحمت خاں، ص:۴۱

(۲۵) بریلی کی وجہ تسمیہ میں مؤرخین کی جداگانہ رائے ہیں۔ بعض کا کہنا ہے کہ یہ من گھڑت ہے اور بعض کا کہنا ہے کہ کثرت بانس کے باعث اس کا نام بریلی ہوا۔ دیکھئے بریلی گزٹ۔۱۵۱، دیکھئے ہندی وشوکوش، مطبوعہ بنارس ۱۹۹۷ء ص:۱۹۷

(۲۶) یہ قلعہ بریلی کے پچھم میں واقع ہے، اس کے آثار آج بھی موجود ہیں راقم السطور نے ریسرچ کے دوران اس قلعے کے نشانات دیکھے ہیں۔

(۲۷) کثرت آبادی کی بنا پر بریلی اب دو حصوں میں تقسیم ہے۔ (۱) پرانا شہر (۲) نیا شہر، یہ مسجد پرانا شہر بریلی کی جملہ مساجد میں منفرد ہے۔ راقم الحروف نے اس مسجد میں متعدد نمازیں ادا کی ہیں اس میں ایک کتبہ بھی ہے جس پر مسجد کا سن تعمیر ۹۸۷ھ کندہ ہے۔

(۲۸) یہ قصبہ آج بھی اسی نام سے مشہور ہے۔

(۲۹) بریلی گزٹ، ص ۱۵۳

(۳۰) ایضاً

(۳۱) یہ شاہ عالم کا غلام تھا۔ اس نے عدم اولاد کے باعث اس کی اچھی طرح پرورش کی اور فن سپہ گری، نیزہ بازی اور فوجی تربیت میں طاق بنایا اور جملہ وراثت کا حق دار بنایا۔ دیکھئے تاریخ روھیل کھنڈ، ص ۲۳، اخبار الصنادید ۱: ۸۴

(۳۲) تاریخ روھیل کھنڈ، ص ۹

(۳۳) حافظ رحمت خاں ۱۷۱۰ء میں قندھار میں پیدا ہوئے۔ ان کا تعلق قندھار کے بڑھیچ قبیلہ سے تھا۔ چند برسوں کی عمر میں رسم بسم اللہ خوانی ہوئی اور بارہ برس کی مدت میں قرآن کریم حفظ فرمایا اور ۱۷۷۴ء میں اس جہان فانی سے رخصت ہوئے۔ دیکھئے گلستان رحمت ص ۱۴۰

حیات حافظ رحمت خاں، ص: ۵۴، تاریخ روھیل، ص: ۳۴۔۳۵، THE ROHILLA WAR, P.N 12

(۳۴) رحمٰن علی، تذکرۂ علماء ھند ص ۱۹۳

(۳۵) ایضاً

(۳۶) ایضاً

(۳۷) المیزان، بمبئی ۱۹۷۶ء، امام احمد رضا نمبر، ص: ۲

(۳۸) حیات اعلیٰ حضرت ۱: ۲

(۳۹) روہ کوہستان کا وسیع سلسلہ ہے جس کی حد شرقی میں کشمیر کے پہاڑ ہیں اور حد غربی میں دریائے ہلمن جو ھرات کے متصل ہے اور حد شمالی میں کوہ کاشغر اور حد جنوبی میں بھکر اور بلوچستان ہے۔ کوہ سلیمان، قندھار، کابل، پشاور، خیبر، باجوڑ، حسن ابدال، سب کا روہ میں شمار ہے۔ اس ملک کی زبان میں سنسکرت اور فارسی کے اکثر الفاظ ہیں دیکھئے مفتی سید ولی اللہ: تاریخ فرخ آباد، (مخطوطہ) ۵۵/۱۸۹، آزاد لائبریری علیگڑھ۔ سلطان محمد شاہ نے ۱۷۴۲ء میں راجہ ہرنندر کو کھیڑ کے انتظام کے لئے روانہ کیا۔ راجہ پچاس ہزار فوج لیکر براہ سنبھل مراد آباد میں داخل ہوا جب نواب علی محمد خاں کو اس کی اطلاع ملی تو آپ نے حافظ الملک حافظ رحمت خاں، دوندے خاں، اور جاں باز سرداروں کے ساتھ آنولہ سے کوچ کر کے دریائے ارل کے کنارے معرکۃ الآرا جنگ کی اور راجہ کو شکست دیکر شاہ آباد، مراد آباد، سنبھل، بریلی اور پیلی بھیت وغیرہ پر قبضہ کر لیا اس جنگ کے بعد روہیلوں کی تمام مقبوضہ جات کا مجموعی نام کھیڑ کے بجائے روہیل کھنڈ پڑ گیا تفصیل کے لئے دیکھئے۔ حیات حافظ رحمت خاں، ص: ۵۹، اخبار الصنادید: ۱: ۱۴۰، بریلی کالج میگزین ۱۹۸۵ء، ص ۲۸، اردو ن: تاریخ فرخ آباد ص ۱۲۸ (قلمی)

(۴۰) حیات اعلیٰ حضرت ۱: ۲، فقیہ اسلام، ص ۱۱۵

(۴۱) حیات اعلیٰ حضرت ۱:۲......۳
(۴۲) سوانح اعلیٰ حضرت۔ ص:۹۴
(۴۳) تذکرہ علماء ھند، ص:۱۹۳
(۴۴) المیزان، امام احمد رضا نمبر، مطبوعہ لاہور، ۱۹۷۶ء، ص ۳۹۰۔
(ب) انوار رضا 〃 مطبوعہ 〃 ۱۹۷۷ء ص:۴۲۱
(ج) آئینہ رضویات، ص ۱۶۱
(۴۵) ماہنامہ قاری، امام احمد رضا نمبر، مطبوعہ دہلی، ۱۹۸۹ء ص:۵۱۱
(۴۶) ایضاً، ص:۵۱۲
(۴۷) تذکرہ علماء ھند، ص ۱۹۳
(۴۸) حدائق بخشش، ۳:۸۲
(۴۹) ایضاً،
(۵۰) نزھۃ الخواطر ۷:۵۰۹
(۵۱) تذکرۂ علمائے ھند۔ ص ۵۳۰
(۵۲) ان کتب کی فہرست کے لئے ان مآخذ کی طرف رجوع کریں۔
(الف) تذکرۂ علمائے ہند۔ ص ۵۳۰ ،فقیہ اسلام ص ۱۱۷......۱۱۸' الکلام الاوضح، ص: ۱
(ب) حیات اعلیٰ حضرت ۱:۷......۸
(۵۳) محمد نجم الغنی خاں : اخبار الصنادید ۱:۲۹، مطبع نولکشور لکھنؤ، ۱۹۱۸ء
(۵۴) علامہ ظفر الدین بہاری : حیات اعلیٰ حضرت ۱:۸
(۵۵) ایضاً ۔
(۵۶) احمد رضا خاں : حدائق بخشش ۱:۱۴۲
(۵۷) القرآن : سورۃ مجادلہ آیت ۲۲
(۵۸) سوانح اعلیٰ حضرت۔ ص:۹۵
(۵۹) حدائق بخشش ۱:۱۱۹

(۶۰) تذکرہ علماء ھند، ص ۹۸

(۶۱) حیات اعلیٰ حضرت ۱ : ۱۴

(۶۲) ترجمان اہلسنت، شمارہ پنجم تا دھم، ص: ۹۰......۹۴

(۶۳) سوانح اعلیٰ حضرت، ص: ۱۱۹

(۶۴) حیات اعلیٰ حضرت، ۱:۲۳، سوانح اعلیٰ حضرت، ص ۱۱۴......۱۱۷

(۶۵) کتابی دنیا، جنوری ۱۹۶۷ء، کراچی، ص ۲۰ بحوالہ آئینہ رضویات

(۶۶) حیات اعلیٰ حضرت ۱:۳۱

(۶۷) حدائق بخشش ۱:

(۶۸) ہجوم، دہلی ۱۹۸۸ء امام احمد رضا نمبر، ص:۱۲

(۶۹) ایضاً

(الف) خیابان رضا، ص ۱۴۰

(۷۰) مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الایمان، ص ۱۲......۱۳

(۷۱) سوانح اعلیٰ حضرت، ص ۹۰

(۷۲) نزھۃ الخواطر، ۸ :۳۹

(۷۳) شدت مزاج میں بہت محرکات کام کرتے ہیں، مثلاً نسبی تعلق، خاندانی رجحانات، خاندانی مخالفت، علمی، مالی اور منصبی مسابقت، ذاتی رنجش اور چپقلش، ماحول کے اثرات، مطالعہ ومشاہدہ، تحقیق وتدقیق، مختلف تحریکات کا عمل اور ردعمل، لسانی یا علاقائی عصبیت، مذہبی اور دینی عصبیت، خشیت وحب الٰہی اور شارع اسلام سے محبت، دانستِ اسرار ومعارف شریعہ میں کمال فہم وبصیرت، ملت اسلامیہ کا درد وسوز وغیرہ وغیرہ اور پھر محرکات کی مناسبت سے شدت کے مدارج اور کیفیت ونوعیت میں بھی اختلاف ہوتا ہے۔ دیکھئے فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں۔ ص ۳۹

(۷۴) الملفوظات ۳ : ۳۶۵

(۷۵) جلال الدین سیوطی : الدار المنتشرہ، ص ۳۶

(۷۶) حیات اعلیٰ حضرت ۱: ۳۲

(۷۷) الاجازات المتینہ لعلماء بکہ و المدینہ،۱۳۲۴ھ،مطبوعہ بریلی، ص:۱۵۶

(۷۸) تذکرہ علمائے ہند، ص ۹۸

(۷۹) الملفوظ ۲: ۱۱

(۸۰) الاجازات المتینہ ، ص ۱۷۳

(۸۱) ایضاً ص: ۱۵۰

(۸۲) ایضاً ص: ۱۵۴

(۸۳) ایضاً ص: ۱۶۲

(۸۴) ایضاً ص:۱۵۶

(۸۵) تجلیات امام احمد رضا، ص:۲۸، حیات اعلیٰ حضرت ۱: ۱۲۴

(۸۶) فاضل بریلوی کی اس تقریر کا خلاصہ قاضی عبدالوحید نے اپنی تالیف دربار حق وھدایت، (مطبوعہ پٹنہ ۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء) میں شائع کرادیا تھا۔

(۸۷) اکرام امام احمد رضا، ص: ۵

(۸۸) رحمٰن علی : تذکرہ علماء ھند ص ۹۸......۹۹

(ب) محمد ادریس نگرامی: تعلیب الاخوان بذکر علماء الزمان، (یہ تذکرہ علماء حال، ۱۳۱ھ/۱۸۹۵ء) مطبوعہ ۱۳۱۵ھ/۱۸۹۷ء ص ۱۰......۱۱

(ج) احمد رضا خاں : المنیرۃ الوضیہ ص:۳

(د) " کفل الفقیہ الفاھم فی احکام قرطاس الدراھم (۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء) ص:۸، ۹

(۸۹) عبدالحئی : نزھۃ الخواطر ۸ :۳۸......۳۹

(۹۰) مجلہ امام احمد رضا ۱۹۸۹ء، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا (کراچی) ص:۲۴

(۹۱) محمد مسعود احمد : فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں، ص:۸۷

(۹۲) سوانح اعلیٰ حضرت ص ۳۸۴

(۹۳) سورہ الدھر: آیت ۱۵

(۹۴) سوانح اعلیٰ حضرت ص ۳۸۷

(۹۵)(ا) محمد عبدالحکیم شرف قادری: یاد اعلیٰ حضرت، مطبوعہ لاہور، ۱۳۹۰ء ص:۹۰
(ب) حسنین رضا خاں: سیرت اعلیٰ حضرت، مطبوعہ کراچی، ۱۹۸۶ء
(۹۶) وصایا شریف ص ۱۶......۱۷
(ب) اقبال احمد: کرامت اعلیٰ حضرت، مطبوعہ بریلی
(ج) مصطفیٰ رضا خاں: الملفوظ، حصہ دوم، مطبوعہ کراچی۔
(۹۷) محمود احمد قادری: تذکرہ علمائے اہلسنت، مطبوعہ اسلام آباد۔ بھوانی پور۔ ص:۲۲۳
(۹۸) محمد مسعود احمد: فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں، ص ۸۲
(۹۹) ماہنامہ حجاز جدید، دہلی، اپریل ۱۹۸۹ء، ص ۵۰......۵۱
(۱۰۰) معارف رضا ۱۹۸۷ء، ص ۱۹۸
(۱۰۱) کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم، ۱۳۲۴ھ، ص:۲۵تا۲۸
(۱۰۲) معارف رضا ۱۹۸۷ء، ص:۱۹۷، مشائخ قادریہ ص: ۴۹۴
(۱۰۳) ایضاً ص:۳۰۳
(۱۰۴) مشائخ قادریہ ص: ۵۰۰، فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں، ص: ۸۲
(۱۰۵) ایضاً ص:۴۹۴، حاشیۃ الاستمداد، ص:۸۷......۸۸، آئینہ رضویات، ص:۲۷
(۱۰۶) مفتاح التقویم، مطبوعہ ترقی اردو، دہلی، ص: ۲۷۱......۲۷۳
(۱۰۷) محمود احمد قادری۔ تذکرہ علمائے اہلسنت ص:۲۲۳
(۱۰۸) ماھنامہ قاری، دہلی، امام احمد رضا نمبر ۱۹۸۹ء، ص:۵۱۴
(۱۰۹) ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی، جمادی الاولیٰ ۱۴۰۸ھ/۱۹۸۸ء)، ص ۲۲
(۱۱۰) ماھنامہ قاری، امام احمد رضا نمبر ۱۹۸۹ء، ص ۵۱۵......تا......۵۱۷
(۱۱۱) عبدالوحید بیگ: حیات مفتی اعظم، ص ۹
(الف) حسن رضا خاں: فقیہ اسلام، ص ۲۴۶......۲۴۷
(۱۱۲)(الف) ظفر الدین بہاری: حیات اعلیٰ حضرت، ۱:۳۲، ۳۳، ۳۵
(ب) احمد رضا خاں: الاجازات المتینہ لعلماء بکہ و المدینہ، ص:۱۳۸

(۱۱۳) پروفیسر مجید اللہ قادری نے اپنی تحقیق سے یہ تعداد ۷۰ سے زیادہ ثابت کی ہے، دیکھئے
معارف رضا (کراچی) ۱۹۸۹ء ، ص:۸
(۱۱۴) ماہنامہ حجاز، (دہلی)، ۱۴۰۹ھ/۱۹۸۸ء، ص ۶۱
(۱۱۵) حیات اعلیٰ حضرت، ۱:۳۲
(۱۱۶) ماہنامہ حجاز، ۱۹۸۸ء ص ۶۲
(۱۱۷) نزہۃ الخواطر ۸:۲۶۶
(۱۱۸) حیات اعلیٰ حضرت ۱:۳۲
(۱۱۹) رحمٰن علی، تذکرہ علمائے ھند، ص: ۷۰۔
مزید حیات وخدمت کے لئے دیکھئے تذکرہ کاملان رامپور، ص:۲۲۹
ابجد العلوم، ص:۹۲۷۔ تذکرۂ علمائے اہلسنت، ص: ۱۱۳ .
(۱۲۰) فقیہ اسلام، ص: ۱۴۷
(۱۲۱) نزہۃ الخواطر ۸:۹
(۱۲۲) حیات اعلیٰ حضرت ۱:۳۵
(۱۲۳) نزہۃ الخواطر ۸:۹
(۱۲۴) اسناد، ص۶۲ تا ۶۷
(۱۲۵) تذکرۂ علمائے ہند، ص: ۹۹
(۱۲۶) فقیہ اسلام، ص:۱۴۷......۱۴۸
(۱۲۷) تجلیات امام احمد رضا، ۱۹۸۰ء ص:۳۷......۳۸
(۱۲۸) حلية البشر ۱: ۱۸۱
(۱۲۹) فقیہ اسلام، ص ۱۴۷......۱۴۸
(۱۳۰) تذکر علمائے ھند، ص ۹۸......۹۹
(ب) نزہۃ الخواطر ۸: ۳۸
(۱۳۱) حلية البشر ۱: ۱۸۲......۱۸۳......۱۸۸

(ب) نزہۃ الخواطر ۸: ۳۸

(ج) دائرۃ المعارف الاسلامیہ ۹: ۳۹

(د) ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم، ۱: ۱۸۱ ــــ ۱۸۲

(ر) مجلہ المحققین، ۵: ۲۳۹ ــــ ۲۴۰

(۱۳۲) تذکرہ علمائے اہلسنت، ص: ۳۳

(ب) فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں، ص: ۹۷

(ج) تذکرہ علمائے ہند، ص: ۹۸

(۱۳۳) ماہنامہ قاری، امام احمد رضا نمبر، اپریل ۱۹۸۹ء، ص: ۲۳

(۱۳۴) تذکرہ علمائے ہند، ص: ۹۸ ــــ ۹۹

(۱۳۵) النیرۃ الوضیہ فی شرح الجوہرۃ المضیۃ ۱۳۰۵ھ، مطبوعہ مدینہ (مخطوطہ) ۱۳۰۶ھ ۱۸۸۹ء،

(نوٹ: امام احمد رضا کے یہ تعلیقات و حواشی ۱۳۰۸ھ/۱۸۹۰ء میں مطبع نور احمدی لکھنؤ سے طبع ہوئے۔

(۱۳۶) احمد رضا، الاجازات المتینہ ص: ۳۴

(۱۳۷) عمر رضا کحالہ: معجم المؤلفین، جلد پنجم، مطبوعہ مطبع الترقی (دمشق) ۱۳۷۷ھ ۱۹۵۸ء، ص: ۴۹ ــ ۵۰

(ب) اسمعیل پاشا: ایضاح المکنون فی الذیل علی کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون جلد دوم، مطبوعہ مطبعۃ البہیۃ، (۱۳۶۶ھ/۱۹۴۷ء) ص: ۳۷

(ج) اسمعیل پاشا: ہدیۃ العارفین اسماء المؤلفین و آثار المصنفین، جلد اول، مطبوعہ استنبول، ص ۵۵۸

(د) احمد رضا خاں: الاجازات المتینہ لعلماء بکۃ والمدینہ ۱۳۲۴ھ، ضمیمہ اردو مشمولہ رسائل رضویہ جلد دوم، مطبوعہ لاہور، (۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء) ۳۰۵

(۱۳۸) الاجازات المتینہ، ص: ۱۶۵ ــ ۱۶۶

(۱۳۹) ایضاً ص: ۱۷۱

(۱۴۰) ایضاً ص: ۱۹۷ ــــ ۱۹۸

(۱۴۱) تذکرہ علمائے ہند، ص: ۹۸، نزہۃ الخواطر ۸: ۳۸

(۱۴۲) تذکرۂ علمائے ھند، ص ۱۶

(۱۴۳) چودھویں صدی کے مجدد، معارف رضا ۱۹۸۹ء (کراچی) ص:۵۷

(۱۴۴) حیات اعلیٰ حضرت۔ جلد اول ص:۱۷۲

(۱۴۵) اکرام امام احمد رضا۔ ص:۳۲

(۱۴۶) ایضاً ص: ۳۱

(۱۴۷) تذکرۂ علمائے اہلسنت، ص: ۱۷۶.....۱۷۷

(۱۴۸) رضی حیدر : تذکرۂ محدث سورتی۔ ص:۲۷۵

(۱۴۹) ایضاً۔ ص: ۲۷۶

(۱۵۰) ظفر الدین : حیات اعلیٰ حضرت: ۱ مطبوعہ کراچی، ص ز

(۱۵۱) ماہنامہ اشرفیہ (مبارکپور اعظم گڑھ)، جولائی ۱۹۷۷ء، ص:۲۱

(۱۵۲) تذکرۂ علمائے اہلسنت، ص:۱۱۲

(۱۵۳) فقیہ اسلام، ص ۲۴۳......۲۴۴......۲۴۵

(الف) معارف رضا ۱۹۸۹ء، کراچی، ص ۲۳۲......۲۳۳

(ج) تذکرہ محدث سورتی، ۲۷۷

(۱۵۴) اکابر تحریک پاکستان ۱:۲۰۸

(۱۵۵) خطبہ صدارت، محدث اعظم ہند، ۱۳۷۹ء، ماہ نامہ المیزان (بمبئی)، امام احمد رضا نمبر ص ۲۴۴

(۱۵۶) ماھنامہ پاسبان (الہ آباد)، مئی/جون ۱۹۶۲ء، ص:۲۳

(۱۵۷) اکابر تحریک پاکستان ۱:۲۰۹

(۱۵۸) تذکرہ علماء اہلسنت، ص:۳۳۶، فقیہ اسلام ص ۲۵۰

(۱۵۹) محمد صادق قصوری : اکابر تحریک پاکستان، جلد اول، ص ۲۱۲

(الف) محمود احمد : تذکرہ علماء اہلسنت ص ۳۰

(ب) ایضاً ایضاً

(ج) محمود احمد : تذکرۂ علمائے اہلسنت، ص:۷۸

(د)	محمد مسعود احمد	:	آئینہ رضویات، ص:۲۸
(ذ)	حیات اعلیٰ حضرت	:	مطبع اول، ص:۱۷۲
(ر)	محمود احمد	:	تذکرہ علمائے اہلسنت، ص:۱۷۲/۱۷۳
(ز)	محمد مسعود احمد	:	فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں، ص۸۵
(س)	احمد رضا خاں	:	سند اجازت بنام حافظ عبدالکریم (قلمی)، ص: ۱......۲
(ش)	محمود احمد	:	تذکرہ علماء اہلسنت، ص۱۸۳
(ص)	محمد برہان الحق	:	اکرام امام احمد رضا، ص: ۳۰......۳۶......۴۲
(ض)	ظفر الدین	:	حیات اعلیٰ حضرت، جلد اول، ص:۱۵۹
(۱۶۰)	محمد مسعود احمد	:	فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں، ص:۸۵
(۱۶۱)	عبدالمجتبیٰ رضوی	:	مشائخ قادریہ، ص۴۸۳......۴۸۴ ۵۰۱
(۱۶۲)	قمر الزماں	:	مفتی اعظم ہند، ص۱ تا ۳۰
(۱۶۳)	ظفر الدین	:	حیات اعلیٰ حضرت، جلد اول، ص:۱۵۹
(۱۶۴)	محمد مسعود احمد	:	فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں، ص:۸۵
(۱۶۵)	ظفر الدین بہاری	:	حیات اعلیٰ حضرت، جلد اول، ص:۱۵۹
(۱۶۶)	احمد رضا خاں	:	کفل الفقیہ، ص:۴
(ب)	//	:	الدولة المکیة بالمادة الغیبیة
(۱۶۷)	//	:	الاجازات المتینہ لعلماء بکہ والمدینہ، ص:۹۶

(۱۶۸) ایضاً، ص:۱۱۶

(۱۶۹) ایضاً، ص: ۱۲۶......۱۲۷......۱۲۸

(۱۷۰) ایضاً، ص: ۱۰۲

(۱۷۱) ایضاً، ص: ۱۰۴......۱۰۶......۱۰۸ تا ۱۱۲......۱۱۴

(نوٹ: فاضل بریلوی کے فرزند اکبر مولانا حامد رضا خاں نے والد ماجد کی جملہ سندات، اجازات و مکتوب علمائے حرمین کو مرتب کر دیا ہے یہ مجموعہ سوانحی حیثیت سے فقید المثال ہے، اور مطبوعہ صورت میں دستیاب ہے)

(۱۷۲) اس سند کا اصل نسخہ مولانا سید حادی میاں (بیت النور، درگاہ معلی اجمیر) کے پاس موجود ہے اور اس کا عکس راقم الحروف کو مخدوم گرامی نے ارسال فرمایا، میں ان کا تہہ دل سے ممنون ہوں۔

(۱۷۳) میں نے ریسرچ کے دوران مولانا عبدالکریم بریلوی کے پوتوں سے مراسلت کی تو انہوں نے امام احمد رضا کے دست مبارک سے تحریر شدہ سند ارسال فرمائی، میں انکا بے حد مشکور ہوں۔

(۱۷۴) اکرام امام احمد رضا، ص: ۲۳

(۱۷۵) ایضاً ص:۶۹

(۱۷۶) محمود احمد : تذکرہ علماء اہلسنّت ص:۱۰۰

(۱۷۷) ماہنامہ معارف اعظم گڑھ۔ جون ۱۹۳۹ء، شذرات ص:۲۰۳

(۱۷۸) محمود احمد : تذکرہ علماء اہلسنّت، ص:۱۰۰

(۱۷۹) رشید احمد صدیقی : میری آشفتہ بیانی، ص: ۱۳۳.....۱۳۴

(۱۸۰) معارف رضا (کراچی) ۱۹۸۷ء ص:۱۸۳، ماہنامہ حجاز جدید، دہلی اکتوبر ۱۹۸۸ء ص:۵۵

(۱۸۱) رشید احمد صدیقی : گنجہائے گرانمایہ، ص:۳۲

(الف) ایضاً : میری آشفتہ بیانی، ص:۱۲۳

(۱۸۲) احمد رضا خاں : المحجة المؤتمنه فی آیة الممتحنة ۱۳۳۹ھ

(ب) ایضاً : انفس الفکر فی قربان البقر (۱۲۹۸ھ/۱۸۸۰ء)

(ج) ایضاً : الطاری الداری لھفوات عبدالباری (۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء)

(د) ایضاً : اعلام الاعلام بان ھندوستان دار السلام (۱۳۰۶ھ/۱۸۸۸ء)

(ر) ایضاً : دوام العیش فی الائمۃ من قریش (۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء)

(س) ایضاً : تدبیر فلاح ونجات واصلاح (۱۳۳۱ھ/۱۹۱۲ء)

(۱۸۳) رشید احمد صدیقی : گنجہائے گرانمایہ، ص:۳۵

(۱۸۴) عبدالشاہد خاں : باغی ھندوستان، ص: ۴۰۱

(ب) عبدالقدوس : تقویم تاریخ، ص:۳۴۰

(۱۸۵) معارف رضا کراچی، ۱۹۸۷ء ص ۱۸۱

(۱۸۶) محمد مسعود احمد : تحریک آزادی ھند اور السواد الاعظم

(۱۸۷) حسن رضا خاں : فقیہ اسلام، ص: ۲۷۵

(۱۸۸) محمود احمد : تذکرۂ علمائے اہلسنت، ص: ۲۵۳

(۱۸۹) (الف) ماھنامہ ضیاء حرم (لاھور)، جنوری ۱۹۷۴ء ص: ۶۵......۶۶

(ب) محمد صادق قصوری : اکابر تحریک پاکستان ۱: ۲۶۷

(۱۹۰) ایضاً : ایضاً ۱: ۲۶۶

(۱۹۱) حیات صدر الافاضل مطبوعہ لاھور ص: ۱۷۳

(۱۹۲) محمد مسعود احمد : تحریک آزادی ھند اور السواد الاعظم

(۱۹۳) ایضاً : ماہنامہ حجاز جدید، جنوری ۱۹۹۰ء ص: ۴۹

(۱۹۴) ان کتب کے لئے درج ذیل ماخذ کی طرف رجوع کریں۔

(الف) محمد صادق قصوری : اکابر تحریک پاکستان ۱: ۲۷۳......۲۷۴

(ب) ماہنامہ حجاز جدید (دہلی)، جنوری ۱۹۹۰ء، ص: ۵۰

(۱۹۵) محمود احمد : تذکرہ علماء اہلسنت، ص: ۵۲

(۱۹۶) عبد الشاھد خاں : باغی ھندوستان، ص: ۳۸۷

(۱۹۷) ایضاً : ایضاً، ص: ۳۸۸

(۱۹۸) حسن رضا خاں : فقیہ اسلام، ص ۲۶۹

(۱۹۹) ماھنامہ پاسبان (الہ آباد) احمد رضا نمبر، مارچ ۱۹۶۲ء ص: ۶۵

(۲۰۰) محمد مصطفیٰ رضا خاں : الملفوظ ۱: ۹۳

(۲۰۱) عبد الشاھد خاں : باغی ھندوستان مطبوعہ بجنور ۱۹۴۷ ص ۳۳۷

(۲۰۲) محمود احمد : تذکرہ علماء اہلسنت، ص ۵۳

(۲۰۳) معارف، اعظم گڑھ، فروری ۱۹۲۶ء، ص: ۲

(۲۰۴) باغی ھندوستان، مطبوعہ لاہور، ۱۹۷۸ء ص: ۳۴۰

(ب) آئینہ رضویات، ص: ۲۲۸

(۲۰۵) صدر الشریعۃ، دائرۃ المعارف الامجدیہ، اعظم گڑھ، ص:۱۰

(۲۰۶) فقہ اسلامی اور بہار شریعت۔ ماہنامہ حجاز جدید، (دہلی)، جنوری ۱۹۹۰ء، ص: ۵۱ تا ۵۹

(۲۰۷) احمد رضا خاں : الاجازۃ الرضویہ لمبجل مکۃ البھیۃ (۱۳۲۴ھ/۱۹۰۵ء) ص۲ تا ۲۱

(الف) پروفیسر محمد مسعود احمد : فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں، ص:۸۳......۸۴

(ب) حامد رضا خاں : الاجازۃ المتینہ لعلماء بکہ و المدینہ (۱۳۲۴ھ/۱۹۰۵ء) ص:۹۸...۱۰۰

(ج) ایضاً ص: ۲۱۴......۲۳۰

(۲۰۸) عمر رضا کحالہ : معجم المؤلفین۔ جلد پنجم، ص:۱۴۹ ...... ۱۵۰

(ب) اسمٰعیل باشا : ہدیۃ العارفین اسماء المؤلفین وآثار المصنفین، جلد اول، ص:۶۰۵

(ج) ایضاً : ایضاح المکنون۔ جلد اول، ص:۳۱۴

(۲۰۹) حامد رضا خاں : الاجازات المتینہ لعلماء بکہ و المدینہ، (۱۳۲۴ھ......۱۹۰۵ء) ص:۱۰۳

(۲۱۰) محمد مسعود احمد : فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں، ص:۸۳......۸۴

(ب) ایضاً : آئینہ رضویات، ص ۲۷......۲۸

(۲۱۱) تذکرۂ علماء اہلسنت، ص:۳۰

(الف) ایضاً، ص:۳۲

(ب) نزھۃ الخواطر، جلد ہشتم، ص: ۴۱......۴۲

(ج) پروفیسر محمد مسعود احمد : آئینہ رضویات، ص۲۸

(ح) پروفیسر محمد مسعود احمد : فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں، ص:۸۴

(خ) عبد الشاہد خاں : باغی ہندوستان، ص:۲۸۷

(د) عبد المجتبیٰ : مشائخ قادریہ، ص:۴۸۳ تا ۵۰۱

(ذ) محمد مسعود احمد : آئینہ رضویات، ص: ۲۲۲

(ر) ایضاً : ایضاً، ص:۲۸

(ز) احسان الٰہی : البریلویہ۔ عقائد وتاریخ، ص:۵۲......۵۳

(س) ڈاکٹر عبد الباری : فکر ونظر، ۱۹۹۰ء، علی گڑھ

(ش) حسن رضا خاں : فقیہ اسلام، ص: ۲۵۹
(ص) سالنامہ : ظفر الدین بہاری۔ معارف رضا ۱۹۸۹ء، ص:۲۲۱، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۳۰، ۲۳۳ تا ۲۳۴
(ض) محمود احمد : تذکرہ علمائے اہلسنت، ص:۱۶۸......۱۶۹
(ط) محمد صادق قصوری: اکابر تحریک پاکستان۔ حصہ اول، ص:۱۴۱ تا ۱۴۵
(ظ) محمد برھان الحق : اکرام امام احمد رضا، ص: ۳۰ تا ۳۲
(ع) محمد مسعود احمد : فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں، ص:۸۵
(غ) محمود احمد : تذکرہ علمائے اہلسنت، ص:۱۵۳......۱۵۴
(ف) محمد مسعود احمد : آئینہ رضویات، ص:۲۲۸
(ق) محمد مسعود احمد : فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں، ص:۸۵
(ک) محمود احمد : تذکرہ علمائے اہلسنت، ص:۱۸۵
(گ) ایضاً : ایضاً
(ل) ایضاً : ایضاً
(م) ایضاً : ایضاً، ص: ۱۹۶......۱۹۷
(ن) ایضاً : ایضاً، ص:۲۲۵......۲۲۶
(و) محمد مسعود احمد : فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں۔ ص:۸۴، آئینہ رضویات۔ ص:۲۲۰
(لا) حوالہ مذکور تذکرہ علمائے اہلسنت، ص:۳۲۳......۳۲۴
(ء) مفتی اعظم ہند۔ مطبوعہ بمبئی، (۱۴۰۱ھ)، ص:۱ تا ۳۲
(ہ) سعید احمد : موج صبا۔ مطبوعہ لاہور، ص:۲......۵
(ی) محمد مسعود احمد : تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم۔ ص:۵، آئینہ رضویات۔ ص:۲۲۰
(۲۱۲) عبدالحیٰ : نزھۃ الخواطر، ۸ : ص: ۴۱......۴۲
(الف) ایضاً، ص: ۴۳......۴۴
(ب) ایضاً، ص:۳۶۶......۳۶۸......۳۶۹
(ج) ایضاً، ص:۲۲۲ تا ۲۲۴

(د) ایضاً، ص:۱۸۷......۱۸۸ تا ۱۹۵

(ر) رحمٰن علی : تذکرہ علمائے ہند ص: ۴۶۵......۴۶۶تا۴۶۸

(ح) عبدالحی : نزھۃ الخواطر ۸:۱۴۸......۱۴۹ تا ۱۵۲

(ص) محمود احمد : تذکرہ علمائے اہلسنت ص: ۱۲۵ تا ۱۲۷

(ض) رحمٰن علی : تذکرہ علمائے ہند ص: ۲۹۳ ...... ۲۹۴

(ھ) محمود احمد : تذکرہ علمائے اہلسنت ص: ۲۳۰......۲۳۱

(۲۱۳) نزھۃ الخواطر : ۸:۴۱

(۲۱۴) ڈاکٹر عابد احمد علی: تحریر محررہ یکم اگست ۱۹۶۸ء، (شریک مجلس اقبال)، بحوالہ آئینہ رضویات: ۸۲

(۲۱۵) الاجازات المتینہ، ص:۲۴۲

(۲۱۶) اکرام احمد رضا، ص: ۵۹......۶۰

(۲۱۷) احمد علی خاں : تذکرہ کاملان رامپور، مطبوعہ دہلی، ۱۹۸۶ء، ص: ۳۰

(۲۱۸) ایضاً، ص:۳۰

(۲۱۹) حامد علی خاں : معارف عنایۃ، ص ۱۱۵

(۲۲۰) ایضاً، ص:۱۳،۱۱۱،۱۱۶

(۲۲۱) ایضاً، ص:۱۳

(۲۲۲) اس کو دارالاشاعت کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔ یہ مدرسہ ۱۳۰۶ھ/۱۸۸۹ میں قائم ہوا اور بعض کا کہنا ہے کہ یہ مدرسہ ۱۲۸۴ھ/۱۸۶۷ء میں مولانا ارشاد حسین نے قائم کیا۔ دیکھئے دبدبہ سکندری، (رامپور) مورخہ ۱۲/اگست ۱۹۴۰، ص:۳۰، معارف (اعظم گڑھ)، جولائی ۱۹۸۹ء، ص:۶۲

(۲۲۳) حیات اعلیٰ حضرت ۱: ۱۳۴......۱۳۵، ماھنامہ فیض الرسول (براؤں)، نومبر ۱۹۸۵ء، ص:۱۶

(۲۲۴) التعلیق الجلی، ص: ۱۷۵

(۲۲۵) العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ، ۷:۱۶۱

(۲۲۶) نزھۃ الخواطر: ۸: ۵۰

(۲۲۷) یہ ترجمہ رضا لائبریری رامپوری میں محفوظ ہے

(ب) امتیاز علی عرشی: مخطوطات اردو ۱۲۹:۱
(۲۲۸) عبدالحی : نزھۃ الخواطر ۸ : ۴۹ ......۵۰
(۲۲۹) ایضاً، ۸: ۲۲۲
(۲۳۰) ایضاً، ص:۲۲۳
(۲۳۱) رحمٰن علی : تذکرہ علمائے ہند، ص: ۲۸۰
(۲۳۲) عبدالحی : نزھۃ الخواطر، ۸ :۲۲۴
(ا) ظفر الدین : حیات اعلیٰ حضرت، ۱ : ۱۳۶
(۲۳۳) عبدالحی : نزھۃ الخواطر، ۸ :۲۲۳
(۲۳۴) ھندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم وتربیت، ۱ : ۱۸۱......۱۸۲
(۲۳۵) غلام مرسلین : مولانا عبدالحی، ص:۴۱
(۲۳۶) صدیق حسین: ابجد العلوم، ص:۹۲۹
(۲۳۷) عمر رضا : معجم المولفین ۷ :۵۸
(۲۳۸) ایضاً ۱۰ : ۲۲۷
(۲۳۹) رحمٰن علی : تذکرہ علمائے ھند، ص:۲۸۹
(ب) عبدالحی : نزھۃ الخواطر، ۸: ۲۳۷......۲۳۸ تا ۱۸۴
(ج) غلام مرسلین : مولانا عبدالحی، ص:۱۳۸ تا ۱۴۰
(۲۴۰) عبدالحی : نزھۃ الخواطر وبھجۃ المسامع والنواظر، ۸ :۲۶۵ ...... ۲۶۶
(۲۴۱) سورت، ھندوستان کے صوبہ گجرات کا ایک مشہور شہر ہے۔ ۱۱۹۴ء میں سلطان قطب الدین ایبک نے اس شہر کو فتح کیا، یہ شہر کس نے قائم کیا اس کا کچھ علم نہیں البتہ مورخین نے اس بات کی نشاندہی کی ہے کہ یہ بہت قدیم شہر ہے اور اس کا قدیم نام سورج پور یا تھا جو بعد میں تبدیل ہو کر سورت ہو گیا۔ دیکھئے تذکرہ محدث سورتی۔ ص:۲۹
(۲۴۲) یہ مدرسہ حسین بخش نامی پنجابی سوداگر نے تعمیر کرا کر وقف کیا۔ یہ مدرسہ ۱۸۵۷ء کے بعد ممتاز مدارس میں شمار کیا گیا مدرسہ کے طاق پر "دار الھدیٰ والوعظ" کندہ ہے اس سے (۱۲۶۸ھ) کا استخراج ہوتا ہے۔ آثار الصنادید حوالہ مذکورہ

(۲۴۳) یہ قصبہ اناؤ کے ضلع میں واقع ہے۔ اس کو مراد جمشید خاں نے آباد کیا تھا۔ حاکم کے نام پر اس قصبہ کا نام مراد آباد ہوا اور گنج ایک گاؤں اس کے قریب تھا اس وجہ سے گنج مراد آباد کے نام سے مشہور ہوا۔ تفصیل کے لئے دیکھئے تذکرہ محدث سورتی۔ ص: ۲۵۹

(۲۴۴) حوالہ مذکورہ

(۲۴۵) یہ ترائی علاقہ کا ایک خوشنما شہر ہے۔ اسے حافظ الملک حافظ رحمت خاں نے ۱۷۶۲ء میں آباد کیا۔

(۲۴۶) حافظ رحمت خاں (والی روہیل کھنڈ) نے اس شہر پر قبضہ کے بعد اپنے نام پر یہ مدرسہ قائم کیا۔

(۲۴۷) تذکرہ محدث سورتی، ص:۳۲۱

(۲۴۸) حیات اعلیٰ حضرت، ۱:۶۳......۶۴

(۲۴۹) عطاء المصطفیٰ: امام احمد رضا کی فقہی بصیرت۔ معارف رضا ۱۹۸۸ء ص:۹۲

(۲۵۰) حیات اعلیٰ حضرت، ۱:۶۵

(۲۵۱) ایضاً، ص: ۶۳

(۲۵۲) یہ جلیل القدر حاشیہ رضا لائبریری میں محفوظ ہے۔ راقم الحروف نے ریسرچ کے دوران متعدد بار دیکھا ہے۔

(۲۵۳) مدرسہ عربیہ نیوٹاؤن کی لائبریری میں اس کا ایک نسخہ موجود ہے۔ یہ مطبع نظامی سے بھی طبع ہو چکا ہے۔

(۲۵۴/۲۵۵) یہ دونوں شرحیں مولانا وقار الدین صاحب پیلی بھیتی (صدر مدرس مدرسہ امجدیہ۔ کراچی) کے پاس موجود ہیں۔

(۲۵۶) ان کتب کی فہرست کے لئے دیکھئے تذکرہ محدث سورتی ص:۳۲۳......۳۶۳

(۲۵۷) غلام رسول : ضیاء کنز الایمان مطبوعہ لاہور ۱۹۸۸ء ص: ۱

(۲۵۸) مولانا نور الدین نظامی (پرنسپل مدرسہ عالیہ رامپور) نے کنز الایمان کا ترجمہ ہندی مع تفسیر صدر الافاضل مکمل کر لیا ہے۔ یہ ترجمہ و تفسیر ڈیڑھ ہزار (۱۵۰۰) صفحات پر مشتمل ہے اور مطبوعہ صورت میں دستیاب ہے۔

(۲۵۹) اس کا انگریزی میں ترجمہ پروفیسر شاہ فرید الحق صاحب نے کیا۔ ۱۹۸۸ء میں پہلی مرتبہ کراچی سے مکتبہ رضویہ نے طبع کیا اس سے قبل کنز الایمان کا ترجمہ پروفیسر اختر حنیف فاطمی صاحب (بار۔ ایٹ۔ لا) انگریزی میں ترجمہ کر چکے ہیں۔ موصوف لندن یونیورسٹی میں پروفیسر تھے۔ یہ ترجمہ

پہلی مرتبہ رضا اکیڈمی، پورٹ لوئس، انگلستان سے شائع ہوا اس کے بعد قرآن کمپنی لاہور نے شائع کیا۔

(۲۶۰) اس کا ایک سندھی ترجمہ مفتی محمد رحیم صاحب، شیخ الحدیث جامعہ راشدیہ، پیر جو گوٹھ، سندھ نے مکمل کیا اور یہ ترجمہ ۱۹۸۹ء میں شائع ہوا۔ مجلہ امام احمد رضا ۱۹۸۹ء ص:۷۶

(۲۶۱) اس کا ڈچ ترجمہ پروفیسر غلام رسول قادری (حالینڈ) نے مکمل کیا، ۱۹۸۹ء میں دہلی سے شائع ہوا۔

(۲۶۲) حیاتِ اعلیٰ حضرت ۱:۹۷

(۲۶۳) رحمٰن علی : تذکرہ علمائے ھند، ص: ۱۰۰

(۲۶۴) ظفر الدین : حیات اعلیٰ حضرت ۱:۳۸

(۲۶۵) ایضاً، ۱:۳۹

(۲۶۶) احمد رضا خاں : الفیوضات المکیۃ لمحب الدولۃ المکیۃ (۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء)، مطبوعہ کراچی، ص:۳

(۲۶۷) نزھۃ الخواطر : ۸

(۲۶۸) محمد عبد الحکیم : سوانح سراج الفقہاء، ص ۲۳......۲۴

(ب) المیزان، امام احمد رضا نمبر، (بمبئی) شمارہ مارچ ۱۹۷۶ء ص:۱۸۵......۱۸۶

(ج) محمد مسعود احمد : فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں، ص:۱۹

(۲۶۹) عبد الحیٔ : نزھۃ الخواطر، جلد ہشتم، ص ۴۱

(۲۷۰) احمد رضا خاں : العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ (۱۳۲۴ھ/۱۹۰۳ء)، جلد دوم

(۲۷۱) احمد رضا خاں : جلد الممتار علی رد المحتار، جلد اول

(۲۷۲) احمد رضا خاں : العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ، جلد دوم

(ب) ماہنامہ حجاز جدید (دہلی)۔ امام اہلسنت نمبر، ستمبر/اکتوبر ۱۹۸۹ء، ص ۳۰ تا ۳۹

(۲۷۳) احمد رضا خاں : العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ، جلد اول، مطبوعہ لائل پور۔ ص:۴۵۶

(۲۷۴) ایضاً : ص ۳۵۰......۴۷۲......۵۴۳

(۲۷۵) ایضاً : ص ۶۱۱......۶۵۹

(۲۷۶) ایضاً : ص ۵۸۶......۸۵۰

(۲۷۷) سرعت تحریر کے بارے میں مولانا ظفر الدین بہاری لکھتے ہیں کہ فاضل بریلوی لکھتے جاتے اور چار آدمی

اس کو نقل کرتے جاتے۔ یہ چاروں نقل نہ کر پاتے کہ پانچواں ورق تیار ہو جاتا۔ دیکھئے حیات اعلیٰ حضرت ۱: ۹۴

(۲۷۸) احمد رضا خاں : فتاویٰ رضویہ، جلد چہارم، ص: ۱۳۹

(۲۷۹) ایضاً : ایضاً جلد اول ص: ۳۲۱ تا ۳۳۰۔ ۳۳۴ تا ۳۷۱۔ ۳۸۴ تا ۳۹۹ .

(۲۸۰) احمد رضا خاں : الاجازات المتینه لعلماء بکه و المدینه، (۱۳۲۴ھ/ ۱۹۰۵ء)، ص: ۱۰۶

(۲۸۱) محمد یٰسین اختر : امام احمد رضا ارباب علم ودانش کی نظر میں۔ مطبوعہ الٰہ آباد، (۱۹۷۷ء)، ص: ۱۹۴

(ب) محمد مسعود احمد : آئینہ رضویات، ص: ۸۵

(۲۸۲) ماہنامہ المیزان (بمبئی)، امام احمد رضا نمبر، (۱۹۷۶ء)، ص: ۱۱۶

(۲۸۳) ماہنامہ معارف، اعظم گڑھ۔ ستمبر ۱۹۶۲ء، بحوالہ ہجوم ہفت روزہ، جلد: ۱۰، شمارہ: ۴۷،
ماہنامہ المیزان (بمبئی)، امام احمد رضا نمبر۔ ص: ۸

(۲۸۴) عبدالحئی : نزہۃ الخواطر، جلد ہشتم، ص: ۴۱

(۲۸۵) خیابان رضا، مطبوعہ لاہور، ص: ۹۴

(۲۸۶) ہفت روزہ اُفق کراچی، ۲۸ جنوری ۱۹۷۹ء، بحوالہ ہجوم، ص: ۸

(۲۸۷) صوت الشرق، قاہرہ، شمارہ فروری ۱۹۷۰ء، ص ۱۶

(۲۸۸) معارف رضا، کراچی: ۱۹۸۷ء، ص: ۶۷ تا ۶۸۔ ہجوم، ص ۹

(۲۸۹) پروفیسر محمد مسعود احمد: فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں، ص ۱۵۱

(۲۹۰) احمد رضا خاں : حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین، مطبوعہ لاہور، ص: ۱۷۰

(۲۹۱) حامد رضا خاں : الاجازات المتینہ لعلماء بکۃ والمدینۃ، (۱۳۲۴ھ/ ۱۹۰۵ء)، ص ۱۰۶

(۲۹۲) محب اللہ بہاری : مسلم الثبوت، مطبع نولکشور (لکھنو)، ص: ۶۶

(۲۹۳) عبداللہ بن مسعود : التوضیح، مطبع رحیمیہ (دیوبند)، ص: ۳۰

(۲۹۵) احمد رضا خاں : العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ، (۱۳۲۴ھ/ ۱۹۰۴)
جلد اول، مطبوعہ اہلسنت (بریلی)، ص: ۱۷۵

(۲۹۶) عبدالمبین نعمانی : المصنفات الرضویہ (قلمی)، ص: ۲۱

(۲۹۷) ایضاً، ص: ۲۱

(۲۹۸) احمد رضا خاں : العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ، (۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء)، جلد پنجم،
سنی دار الاشاعت مبارکپور، اعظم گڑھ، ص:۱۷...... ۲۸۱

(۲۹۹) بدر الدین : سوانح اعلیٰ حضرت، ص:۳۹۵

(۳۰۰) ایضاً

(۳۰۱) یہ حاشیہ مدرسہ اہلسنّت (پٹنہ) میں داخل نصاب تھا۔ دیکھئے: ماہنامہ تحفۂ حنفیہ (پٹنہ) جلد:۲۔شمارہ:۸

(۳۰۲) احمد رضا خاں : الکلمۃ الملھمۃ، مطبوعہ دہلی، ۱۹۷۴ء، ص ۶

(۳۰۳) ظفر الدین : المجمل المعدد لتالیفات المجدد۔ معارف رضا۔
شمارہ نہم، ۱۴۱۰ھ/۱۹۸۹ء، کراچی۔ ص:۷۹۔۸۳

(۳۰۴) حیات امام اہلسنّت، ص: ۴۴
الکلمۃ الملھمہ، ص:۶

(۳۰۵) حکیم محمد سعید : امام احمد رضا کی طبی بصیرت۔ معارف رضا (کراچی) (۱۹۸۹ء)، ص:۱۰۰

(۳۰۶) ابرار حسین : مکتوب بنام پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب
مکتوبہ ۱۹۸۰ء، بحوالہ معارف رضا ۱۹۸۶ء، ص ۶۰

(۳۰۷) احمد رضا خاں : حاشیہ رسالہ لوگارثم ۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ء، قلمی، ص:۲۲
مخزونہ مولانا سبحان رضا خاں، مہتمم مدرسہ منظر اسلام بریلی، وسجادہ نشین
خانقاہ عالیہ قادریہ رضویہ بریلی (بھارت)

(ب) احمد رضا خاں : حاشیہ رسالہ علم مثلث کروی (قلمی)، ص:۴، یہ حاشیہ مفتی خالد علی خاں
(نواسہ امام احمد رضا خاں) کے پاس موجود ہے۔

(۳۰۸) امام احمد رضا نے راجہ رتن سنگھ کی مشہور تصنیف "حدائق النجوم" پر سخت تنقید کی ہے۔
دیکھئے ماہنامہ الرضا (بریلی)، شمارہ ذوالحجہ (۱۳۳۸ھ/۱۹۱۹ء)، ص:۴۵

(۳۰۹) پروفیسر حاکم علی انجمن حمایت اسلام (لاھور) کے بانیوں میں تھے۔ اسلامیہ کالج لاھور میں ریاضی کے عدیم المثال استاد تھے۔ ۱۲۹۵ھ میں کالج سے سبکدوش ہوئے اور ۱۹۴۳ء میں انتقال کیا۔ آپ مولانا بریلوی سے بہت متاثر تھے۔ تحریک ترک موالات کے عہد (۱۴ صفر ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء) میں آپ نے مولانا بریلوی سے فتویٰ لیا

اور اسی پر عمل کیا۔ امام احمد رضا نے آپ کے ایک سوال کے جواب میں نزول آیات فرقان بسکون زمین و آسمان (۱۳۳۸ھ/۱۹۱۹ء) تحریر فرمایا۔ تفصیل کے لئے دیکھئے۔

اقبال احمد فاروقی : تذکرہ علماء اہلسنت لاہور، مطبوعہ لاہور، ۱۹۷۵ء، ص ۲۸۹

احمد رضا خاں : نزول آیات فرقان بسکون زمین و آسمان۔ مطبوعہ لکھنو، ص: ۴، ۱۷

(۳۱۰) احمد رضا خاں: معین مبین۔ ص: ۱۴

(۳۱۱) ابن سینا ۳۷۰ھ/۹۸۰ء میں پیدا ہوا اور ۴ رمضان المبارک ۴۲۸ھ/ ۲۱ جون ۱۰۳۷ء میں ہمدان (ایران) میں انتقال کیا۔ طب میں القانون، منطق و فلسفہ میں الشفا، طبعیات میں تسع رسائل اور ہندسہ میں ترجمہ اوقلیدس اسی سے یادگار ہیں۔ دیکھئے معارف رضا ۱۹۸۹ء (کراچی)، ص: ۶۵

(۳۱۲) الکلمۃ الملھمۃ، ص: ۴۵

(۳۱۳) ایضاً

(۳۱۴) ایضاً، ص: ۱۹

(۳۱۵) نیوٹن ایک کسان کا فرزند تھا۔ لندن سے ۱۰۰ کلو میٹر دور ایک گاؤں WOOLSTHORPE میں ۲۵ دسمبر ۱۶۴۲ء کو پیدا ہوا، ۲۰ر مارچ ۱۷۲۷ء کو ۸۵ سال کی عمر میں مرا اور لندن کے ویسٹ منسٹر گرجا میں رکھا گیا۔ نیوٹن سے دو کتابیں یادگار ہیں (۱) الاصول (PRINCIPAL) (۲) النور (OPTICS)۔ تفصیل کیلئے دیکھئے معارف رضا (کراچی)، ۱۹۸۶ء، ص ۶۹......۷۰

(۳۱۶) یہ اہم رسالہ مرکزی مجلس رضا (لاہور) اور اخبار جنگ (کراچی)، شمارہ جنوری ۱۹۸۰ء میں شائع ہو چکا ہے اور اس کا انگریزی میں ترجمہ نگار عرفانی نے کیا۔ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا (کراچی) نے شائع کیا۔

(۳۱۷) ظفر الدین : حیات اعلیٰ حضرت، جلد اول، ص: ۱۵۶

(۳۱۸) محمد برھان الحق: اکرام امام احمد رضا، ص: ۵۸......۵۹

مزید تفصیلات کے لئے مندرجہ ذیل مآخذ سے رجوع کریں:

(ب) ضیاء میگزین : سر ضیاء الدین عال، علی گڑھ، ۱۹۵۸ء، ص: ۶۷

(ج) العلم، کراچی، اپریل تا دسمبر ۱۹۷۵ء، جلد: ۲۳، شمارہ: ۲۰، ص: ۱۷۷

(د) ظفر الدین : حیات اعلیٰ حضرت، جلد اول، ص: ۱۵۳

(ر) حامد رضا خاں : الاجازات المتینہ لعلماء بکہ والمدینہ، (۱۳۲۴ھ/۱۹۰۵ء)، ص: ۲۳۹ تا ۲۴۲

(س) بدر الدین : سوانح اعلیٰ حضرت، ص ۱۱۱......۱۱۲

(۳۱۹) محمد برھان الحق : اکرام امام احمد رضا، ص ۵۹......۶۰

(ب) محمد مسعود احمد : اجالا، ص: ۲۳

(۳۲۰) حیات اعلیٰ حضرت: ۱: ۳۶

(۳۲۱) ماہنامہ تحفہ حنفیہ (پٹنہ)، شمارہ ربیع الاول، ۱۳۲۶ھ، ص: ۴۱

(۳۲۲) احمد رضا خاں : حدائق بخشش (حصہ سوم)، مطبوعہ نظامی پریس، بدایوں، ص: ۸۶

(۳۲۳) آپ ۱۱۲۱ھ میں پیدا ہوئے، والد ماجد سے علوم ظاہری و باطنی میں دسترس حاصل کی اردو کے زبردست شاعر تھے۔ عینی تخلص کرتے تھے۔ معارف رضا ۱۹۸۷ء (کراچی)، ص: ۱۰۵

(۳۲۴) حیات اعلیٰ حضرت ۱: ۱۴۷

(۳۲۵) ایضاً

(۳۲۶) مزید تواریخ کے لئے ان ماخذ کی طرف رجوع کریں

(الف) ابو الحسین احمد النوری : العسل المصطفیٰ فی عقائد ارباب سنۃ المصطفیٰ، مطبوعہ میرٹھ، ۱۲۹۸ھ، ص: ۲۱......۲۲......۲۳

(ب) احمد رضا خاں : اجارہ فی الذکر الجھر مع الجنازہ، مطبوعہ ممبئی، ص: ۲۵۶......۲۶۰ تا ۲۶۳

(ج) احمد رضا خاں : حدائق بخشش، حصہ سوم۔ ص: ۸۶ تا ۸۹

(د) برھان الحق : اکرام امام احمد رضا، ص ۲۸......۲۹

(ر) تذکرہ مشاہیر کاکوری، ص: ۱۴۳ ......۱۴۴

(س) ماھنامہ الرضا (بریلی)، شمارہ ذیقعدہ، ۱۳۳۸ھ، ص: ۳

(۳۲۷) محی الدین ابن عربی: الدر المکنون والجوھر المصنون، ص: ۳

(۳۲۸) بدر الدین : سوانح اعلیٰ حضرت، ص: ۳۱۶

(۳۲۹) ایضاً، ص: ۳۱۹

(ب) ظفر الدین : حیات اعلیٰ حضرت ۱:۱۷۳

(۳۳۰) ایضاً ۱:۱۵۷

(۳۳۱) پروفیسر البرٹ۔ ایف۔ پورٹا کے متعلق بعض مؤرخین کا خیال ہے کہ یہ مشی گن یونیورسٹی (امریکہ) سے وابستہ رہا اور بعض کا کہنا ہے کہ یہ ٹیورن یونیورسٹی (اٹلی) میں پروفیسر رہا۔ یہ سان فرانسسکو امریکہ کے ماہر ثواقب METEOROLGIST کی حیثیت سے جانا جاتا تھا۔ دیکھئے نیویارک ٹائمز (امریکہ)، شمارہ ۱۶: ۱۸ر دسمبر 1919ء، بحوالہ معارف رضا (کراچی) ۱۹۸۷ء، ص:۷۱

(۳۳۲) حوالہ مذکورہ

(ب) ظفر الدین : حیات اعلیٰ حضرت ۱:۱۳۶

(۳۳۳) عبدالحی : نزہۃ الخواطر، ۸:۲۳۴

(۳۳۴) حیات اعلیٰ حضرت، مطبوعہ کراچی، ص:۲۹۰

(۳۳۵) یہ مخطوطہ جامع راشدیہ (پیر جو گوٹھ سندھ) کے صدر مدرس اور شیخ الحدیث مولانا تقدس علی خاں کے پاس موجود ہے اور اس کا عکس مولانا خالد علی خاں (مہتمم مدرسہ مظہر اسلام بریلی) کے ذاتی کتب خانہ میں محفوظ ہے۔ یہ اہم رسالہ اخبار جنگ، کراچی، شمارہ جنوری ۱۹۸۰ء میں شائع ہو گیا ہے اور یہ نگار عرفانی کے انگریزی ترجمہ کے ساتھ ۱۹۸۹ء میں ادارہ تحقیقات امام احمد رضا (کراچی) سے بھی چھپ چکا ہے۔

(۳۳۶) آئین اسٹائن (EINSTINE) ۱۴ر مارچ ۱۸۷۹ء کو مغربی جرمنی کے ایک مشہور ومعروف مقام اولم میں پیدا ہوا۔ اجرمنی سے امریکہ کا سفر کیا اور پرسٹن یونیورسٹی میں پروفیسر ریاضیات ہوا، طبعیات میں جلیل القدر تحقیقات کیں۔ ۱۹۵۶ء میں امریکہ میں انتقال ہوا۔ دیکھئے معارف (کراچی)، ۱۹۸۷ء، ص:۷۰

(۳۳۷) فہرست مطبوعات ونوادرات

(۳۳۸) حیات اعلیٰ حضرت، ۱ :۱۶۰

(۳۳۹) ایضاً ۱: ۱۵۹......۱۶۰

(۳۴۰) ایضاً ۱: ۱۶۰

(۳۴۱) سوانح اعلیٰ حضرت، ص:۱۱۰ ، تجلیات امام احمد رضا، ص:۱۱۵، ۱۱۶ تا ۱۱۸

(۳۴۲) حیات اعلیٰ حضرت، ۱: ۱۶۳

(۳۴۳) ایضاً، ۱: ۱۶۴......۱۶۵، ۱۶۷

(۳۴۴) ایضاً، ۱:۹۴

(۳۴۵) احمد رضا خاں : الدولة المکیه با المادة الغیبیة (۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء)، ص:۲۰، ۲۱، ۲۲

(۳۴۶) ایضاً، ص:۳۶......۳۷

(۳۴۷) احمد رضا خاں : کفل الفقیه الفاهم فی احکام قرطاس الدراهم، ص:۱۶۶

(۳۴۸) ایضاً

(۳۴۹) ایضاً، ص:۳۹

(۳۵۰) آپ سندھ کے مشہور عالم دین مفتی ظہور حسین درس علیہ الرحمہ کے والد ماجد ہیں۔ موصوف فاضل بریلوی سے مراسلت فرماتے تھے۔ یہ مراسلت صرف علمی مباحث پر مشتمل ہوتی تھی۔ یہ مراسلت موصوف کے پوتوں مولانا اصغر حسین درس (کونسلر کراچی میونسپل کارپوریشن) اور مولانا اکبر حسین درس کے پاس موجود ہے۔ تفصیل کیلئے دیکھئے، آئینہ رضویات، ص:۴۲......۴۳

(۳۵۱) آپ امام احمد رضا کے مایہ ناز شاگرد تھے۔ موصوف فاضل بریلوی کی خدمت میں خطوط ارسال کرتے، فاضل بریلوی انکے جوابات خوش اسلوبی سے تحریر فرما کر بھیجتے۔ ۲۶ ر جمادی الاولیٰ ۱۳۲۹ھ/ ۱۹۱۱ء کو امام احمد رضا نے مولانا جبلپوری کو ایک خط ارسال کیا جس کا عکس فہرست نوادرات میں دیکھا جا سکتا ہے۔

(۳۵۲) عبدالحیٔ : نزہۃ الخواطر ۸:۴۳۵تا۴۳۹

(۳۵۴) احمد رضا خاں : العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ، ۴:۱۴۹

(۳۵۵) رسائل رضویہ، جلد اول، ص۲۹۱......۲۹۴

(۳۵۶) ایضاً : ص۲۹۸

(۳۵۷) احمد رضا خاں : الخطبات الرضویه فی المواعظ و العیدین والجمعة، ص۴

(۳۵۸) ایضاً : ص:۷......۸......۹

(۳۵۹) ایضاً : ص:۲۱......۲۲......۲۳

(۳۶۰) معارف رضا (کراچی)، ۱۹۸۹ء، ص:۲۱۳

(۳۶۱) محمود احمد : تذکرہ علمائے اہلسنت، ص:۱۰۷

(۳۶۲) احمد رضا خاں : حدائق بخشش (حصہ سوم)، ص:۲

(۳۶۳) احمد رضا خاں : الطاری الداری لهفوات عبد الباری (۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء)
حصہ سوم، ص:۷۷تا ۱۰۱

(۳۶۴) ایضاً ص:۸۰، ۹۳، ۹۵، ۹۶، ۹۷

(۳۶۵) احمد رضا خاں : حدائق بخشش، ۱۳۲۵ھ، حصہ اول، ص:۱۵...۱۸...۱۹...۲۰...۱۳۸...۱۶۲

(۳۶۶) ایضاً : ایضاً حصہ دوم ص:۳...۴...۲۱...۲۵...۲۶...۶۸...۹۲...۱۱۴...۱۳۲

(۳۶۷) ایضاً : ایضاً حصہ سوم ص:۸۳.....۸۴

(۳۶۸) ماہنامہ قاری، دہلی۔ امام احمد رضا نمبر ۱۹۸۹ء ص:۴۳۳

(۳۶۹) پروفیسر محمد مسعود احمد : حیات امام اہلسنت،ص:۳۴۔ معارف رضا، ۱۹۸۹ء، ص:۷۶

(۳۷۰) معجم المطبوعات، جلد اول، ص ۱۷۶

(۳۷۱) یہ اہم رسالہ محمد اسمٰعیل قادری نقشبندی کی کاوش سے چھپا مگر اس کی تکمیل سے قبل مولانا نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ بایں وجہ تاریخ انتقال متخرج امام احمد رضا شامل کردی گئی ہے جس کے ہر ہر مصرع سے تاریخِ وفات متخرج ہے۔ دیکھئے حیات اعلیٰ حضرت ۱:۱۴۴

(۳۷۲) برھان الحق :اکرام امام احمد رضا، ص ۲۴.....۲۵.....۲۶

(۳۷۳) ایضاً : ص۳۸

(۳۷۴) محمود احمد : تذکرہ علماء اہلسنّت، ص۲۰۸.....۲۰۹.....۲۱۰

(۳۷۵) ایضاً : ص:۱۷۳۔۱۷۴ ۔

(۳۷۶) رحمٰن علی : تذکرۂ علمائے ہند۔ ص:۹۹

(۳۷۷) حامد رضا خاں : الا جازات المتینہ لعلماء بکہ و المدینہ، (۱۳۲۴ھ/۱۹۰۵ء) ص:۱۳۶.....۱۳۷

(۳۷۸) احمد رضا خاں : حدائق بخشش، (حصہ دوم، سوم) ص:۱

(۳۷۹) معارف رضا (کراچی)، ۱۹۸۹ء/۱۴۱۰ھ، ص:۲۱۲

(۳۸۰) ماہنامہ قاری (دہلی)، امام احمد رضا نمبر، ۱۹۸۹ء، ص:۴۳۵

(۳۸۱) مجلہ امام احمد رضا کانفرنس (کراچی)، ۱۹۸۹ء، ص:۷۱

(ب) ہفت روزہ نجوم، دہلی، جلد:۱۰، شمارہ:۴۸، ص:۸.....۹.....۱۰

(ج) ہفت روزہ نئی دنیا (دہلی)، ۲۷ تا ۲ فروری ۱۹۸۹ء، ص:۱۰

(د) محمد مسعود احمد : عاشق رسول، لاہور، ۱۹۷۶ء، ص:۹

(۳۸۲) احمد رضا خاں : حدائق بخشش (حصہ سوم)، ص:۸۱.....۸۲

(۳۸۳) احمد رضا خاں : حدائق بخشش (حصہ سوم)، ص:۸۱

(۳۸۴) ایضاً، ص:۸۱

(۳۸۵) احمد رضا خاں : قصیدتان رائعتان، ص:۳۵

(۳۸۶) احمد حسین زیات: تاریخ ادب عربی۔ ص:۳۶ تا ۳۸

(۳۸۷) یونس عراقی : علماء العرب، الجمهورية العراقية، وزارة الاوقاف والشؤن الدينية، عراق
(۳۸۸) احمد رضا خاں : قصیدتان رائعتان، ص:۱۲۔۱۳۔۱۴
(۳۸۹) ایضاً : ص:۱۵
(۳۹۰) ایضاً : ص:۱۴
(۳۹۱) ایضاً : ص:۱۵
(۳۹۲) ایضاً : ص:۱۵۔۱۶
(۳۹۳) ایضاً : ص:۱۶
(۳۹۴) مولانا فضل رسول قدس سرہٗ اس خاندان کے نیّر تاباں ہیں جو علم وفن، تقویٰ وطہارت اور تصلّب فی الدین میں یکتائے روزگار تھے۔ آپ کی ولادت ۱۲۱۳ھ کو بدایوں (روہیل کھنڈ) کے محلّہ مولوی ٹولہ میں ہوئی۔ حضرت اچھے میاں نے آپ کا نام فضل رسول تجویز کیا۔ ابتدائی تعلیم جد امجد مولانا عبدالحمید رحمہ اللہ سے حاصل کی، علوم وفنون سے فراغت کے بعد کلکٹری بدایوں میں سر رشتہ داری کے اہم منصب پر فائز ہو کر مخلوق خدا کی اعلیٰ خدمات انجام دیں، بعد میں اس عہدہ سے سبکدوش ہو کر آباو اجداد کے طریقہ پر گامزن ہوئے۔ آپ نے عربی میں ایک کتاب "المعتقد والمنتقد" تصنیف فرمائی۔ تفصیل کے لئے دیکھئے: (الف) علماء العرب، ص:۲۶۲، (ب) اکمل التواریخ، ۲:۲۲۹ (ج) تذکرۂ علمائے ہند، ص:۳۸۱ (د) قاموس المشاہیر، ۲:۱۲۷
(۳۹۵) احمد رضا خاں : قصیدتان رائعتان، ص:۱۶
(۳۹۶) آپ مولانا فضل رسول بدایونی کے والد ماجد ہیں۔ آپ اپنے وقت کے جید عالم، عابد وزاہد، بلند خیال اور عظیم روحانی پیشوا تھے۔ دیکھئے اکمل التواریخ ۱:۹۴، تذکرۃ العلماء، ص:۱۵۹، علماء العرب، ص:۶۳۵
(۳۹۷) قصیدتان رائعتان، ص: ۱۷
(۳۹۸) احمد رضا خاں : آمال الابرار وآلام الاشرار ۱۳۱۸ھ، مطبع حنفیہ، عظیم آباد، ص:۲
(۳۹۹) ایضاً : ص: ۲۱
(۴۰۰) ایضاً : ص:۲۲
(۴۰۱) ظفر الدین : حیات اعلیٰ حضرت، جلد اول، ص:۱۴۵......۱۴۶
(۴۰۲) سید نور محمد : اعلیٰ حضرت کی شاعری پر ایک نظر، ص:۳۶
(۴۰۳) میاں صاحب قادری : سراج العوارف فی الوصایا والمعارف، ص:۱۲۳......۱۲۴
(۴۰۴) انوار ساطعہ بحوالہ حدائق بخشش (حصہ سوم) ص:۹۰
(۴۰۵) احمد رضا خاں : العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ، ۱۳۲۴ھ/ ۱۹۰۴ء، حصہ دوم،

مطبوعہ سنبھل، ص :۹۵ تا ۹۶

(۴۰۶) احمد رضا خاں : سبحٰن السبوح عن عیب کذب مقبوح ۱۳۰۷ھ، ص:۹۳

(۴۰۷) ایضاً : ص۹۹

(۴۰۸) احمد رضا خاں : حدائق بخشش (حصہ سوم) ص ۸۶

(۴۰۹) ایضاً، ص۸۷

(۴۱۰) احمد رضا خاں : حدائق بخشش (حصہ سوم)، ص ۸۷

(۴۱۱) محمد برھان الحق : اکرام امام احمد رضا، ص:۲۴

(۴۱۲) ایضاً : ص:۲۶

(۴۱۳) محمد احمد : تذکرۂ علماء اہلسنت، ص:۱۷۶......۱۷۷

(۴۱۴) برھان الحق : اکرام امام احمد رضا، ص۳۸

(۴۱۵) ماہنامہ الرضاء (بریلی)، شمارہ ذیقعدہ ۱۳۳۸ھ، ص:۳

(۴۱۶) احمد رضا خاں : الاجازات الرضویہ المبجل مکة البھیة، مشمولہ الاجازات المتینہ لعلماء بکه و المدینه، ص:۱۳۰

(۴۱۷) ایضاً : ص: ۱۳۸

(۴۱۸) احمد بخش : قصیدہ مدحیہ مع ترمیم قلمی نسخہ، ص ۳

(۴۱۹) ایضاً : ص:۳

اس قصیدہ کا قلمی نسخہ پروفیسر مسعود احمد پرنسپل گورنمنٹ ڈگری کالج، سکھر کے پاس محفوظ ہے اور اس کا عکس راقم الحروف کے پاس موجود ہے۔

(۴۲۰) معارف اسلامیہ (پاکستان) جلد ہم، طبع اول، سرھند ۱۹۷۳ء، ص:۲۸۲

(۴۲۱) حاشیه الدولة المکیه با المادة الغیبیه ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء، ص:۱۶۹

(۴۲۲) المجمل المعدد لتالیفات المجدد ۱۳۲۴ھ، ص:۲۱

(۴۲۳) ایضا ص:۳

(۴۲۴) نزهة الخواطر و بهجة المسامع و النواظر، (جلد ہشتم)، ص:۳۹

(۴۲۵) المیزان، (بمبئی) مطبوعہ ۱۹۸۹ء

(۴۲۶) قاری، مطبوعہ ۱۹۹۸ء، دہلی، (بھارت)

(۴۲۷) انوار رضا: مطبوعہ ۱۹۷۷ء، شرکت حنفیہ لمیٹڈ، گنج بخش روڈ، لاہور

(۴۲۸) ڈاکٹر حسن رضا خاں: فقیہ اسلام، مطبوعہ ۱۹۸۱ء، الٰہ آباد (یو پی)
(۴۲۹) پروفیسر محمد مسعود احمد: حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی، مطبوعہ ۱۹۸۱ء، سیالکوٹ
(۴۳۰) عبدالمبین نعمانی: المصنفات الرضویہ (قلمی)
(۴۳۱) محمد عبدالستار: مرآۃ التصانیف (جلد اول)، مکتبہ قادریہ، لاہور، (۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء)
(ب) قاموس الکتب (اردو)، جلد اول، ترقی اردو پاکستان، ص: ا، ۹۷، ۱۴۶، ۱۸۹، ۲۱۸، ۲۷۱، ۲۸۲، ۲۸۲، ۳۸۲، ۴۶۳، ۵۰۷، ۸۸۳، ۹۱۰، ۹۲۳
(ج) تذکرہ علمائے ہند، ص: ۹۹......۱۰۰......۱۰۱
(د) المجمل المعدد لتالیفات المجدد ۱۳۲۷ھ، ص: ۳......۴......۵......۶
(ر) المصنفات الرضویہ (قلمی)
(۴۳۲) ان پانچوں جلدوں کی نقل مندرجہ ذیل جگہوں پر محفوظ ہے:
(۱) رضوی دارالافتاء، مولانا مفتی عبدالرحیم بستوی، بریلی شریف۔
(۲) علامہ محمد حنیف رضوی، پرنسپل جامعہ نوریہ رضویہ، بریلی شریف
(۳) ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل، کراچی
(۴) مفتی ڈاکٹر ابوبکر صاحب، جامعۃ المدینہ، گلستانِ جوہر، کراچی۔ مفتی ابوبکر صاحب کی ایک ٹیم نے ان پانچوں جلدوں کی تخریج وتحشی مکمل کرلی ہے اور شام (دمشق) سے اس کی اشاعت کا پروگرام ہے۔ جبکہ علامہ محمد حنیف خاں رضوی مدظلہٗ (بریلی شریف) اور ان کی ٹیم نے اس کی تخریج وتحشیہ مکمل کر کے اس کی کمپوزنگ بھی مکمل کرلی ہے، اب یہ اصل کتاب شامی کے ساتھ طباعت کی منتظر ہے۔ ان شاء اللہ جلد خوشخبری ملے گی۔ دوسری طرف مولانا اسلم رضا قادری عطاری جامعۃ المدینہ (کراچی) نے اطلاع دی ہے کہ علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ کے پرپوتے درمختار کو اس کے حواشی کے ساتھ تقریباً ۲۰ رجلدوں میں شائع کر رہے ہیں، جب دورانِ تعلیم دمشق میں موصوف کی ملاقات ان سے ہوئی تو انہوں نے جدالممتار کی پانچوں جلدیں انہیں پیش کی تو انہوں نے افسوس کا اظہار کیا۔ اب تک پندرہ جلدیں شائع ہو چکی ہیں جو باب مکمل ہو چکے ہیں اب ان میں اول تا سوم جدالممتار شامل کرنا ممکن نہیں البتہ سولہویں جلد سے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمۃ کا چوتھا اور بعد کی جلدوں میں پانچواں حصہ مناسب جگہوں پر شامل کرلیا جائے گا۔ (وجاہت)

عکس افادات

بسم الله الرحمن الرحيم

تبارك الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعلمین نذیرا وصلی اللہ تعالی
علی من ارسله ربه داعیا الی الله باذنه وسراجا منیرا وعلی اله وصحبه و
تبعه وحزبه وبارك وسلم تسلیما کثیرا کثیرا **وبعد** فقد سألنی
الاخ الناصح والشاب الصالح والحافظ الماهر والحاج الزائر مولٰنا
محمد عبدالکریم البریلوی القادری البرکاتی المجیدی اکرمنا الله
وایاہ بالمجد والبرکات وانعم علینا وعلیه وعلی المسلمین بغفران السیات
اجازۃ القران العظیم والذکر الکریم والوحی الحکیم بروایة حفص عن عاصم
فاجزت له بشرطه المعروف عند الاکارم کما اجازنی شیخی استاذی
وقدوتی وملاذی مفتی الحنفیة بمکة المحمیة مولٰنا عبدالرحمٰن بن عبدالله
السراج المکی ببیته عند باب الصفا عام خمس وتسعین بعد الالف والمأتین
من هجرۃ المصطفی صلی الله تعالی علیه وسلم عن المولی جمال بن عبدالله بن عمر
المکی عن المولی محمد عابد السندی المدنی عن عمه الشیخ محمد حسین بن محمد مراد
الانصاری الایوبی السندی الحنفی عن ابیه المولی مراد بن یعقوب بن محمود
عن ابی هاشم بن عبدالغفور بن عبدالرحمٰن السندی الحنفی عن الجلیل عبدالقادر
بن ابی بکر بن عبدالقادر الصدیقی المکی الحنفی عن العلامة العارف بالله ابی القاسم
حسن بن علی العجیمی المکی الحنفی عن العلامة ابی الوفا احمد بن محمد العجل
عن الامام یحیی بن مکرم الطبری المکی الحنفی عن الامام الفقیه المحدث
محب الدین محمد بن محمد الطبری عن الامام العلامة الاجل شمس الدین
ابی الخیر محمد بن محمد بن محمد ابن الجزری الشافعی عن الشیخ تقی الدین عبدالرحمٰن
بن علی بن مبارك البغدادی الشافعی عن الامام تقی الدین ابی عبدالله محمد
بن احمد بن عبدالخالق الشهیر بالصائغ عن الامام کمال الدین علی

الشافعی عن الامام ابی القاسم ابن خلف بن فیرة الشاطبی عن الامام
علی بن محمد بن علی بن هذیل الاندلسی عن الهاشمی عن الامام
عن عبید بن الصباح عن حفص عن عاصم عن ابی عبد
عبد الله بن حبیب السلمی عن امیر المؤمنین ... الغنی وامیر المؤمنین
المرتضی ... و عبد الله بن مسعود و زید بن ثابت و ابی بن کعب ...
الله تعالی عنهم ح و عن ابی مریم زر بن حبیش عن عثمن وابن مسعود
رضی الله تعالی عنهما عن النبی صلی الله تعالی علیه
وسلم و بارک وشرف ومجد وکرم (قلت) عن الناموس الاکبر
وروح القدس الاطیب الاطهر امین الله علی الوحی والتنزیل سیدنا
وسید الملئکة جبریل علیه وعلیهم الصلاة والتبجیل وهو
من روایة الاکابر عن الاصاغر عن رب العلمین ذی العز العظیم
رب الرحمن عز وجلاله وجل نواله وتبارک وتعالی الی ربک المنتهی
والحمد لله اولا واخرا و باطنا وظاهرا والمرجو من ... ...
ان لا ینسانی من صالح دعائه عند ختمات القران فانی بکثرة ذنوبی و
شدة عیوبی افقر واحوج الی دعاء الاخوان ختمنا الله جمیعا ببرکات
کتابه وخصنا بلطفه یوم یحشر المرء الی حسابه وحسبنا الله ونعم الوکیل
وافضل الصلاة باکمل التبجیل علی السید الجلیل والحبیب الجمیل سیدنا
مولنا محمد خاتم النبیین وعلی اله وصحبه وعلینا معهم اجمعین
اللهم یا ارحم الراحمین امین وکان ذلک لمنتصف شهر ربیع الاول ...
شهور سنة ست وثلثمائة والف والحمد لله عدد کل کلمة وحرف ۱۳۰۶ھ





م

من سكان المدينة المنورة فالتمست عليه ثنا بان اكتبه

بما استنبطه بذهنه هذا الفقير ثم ثنا بابا نبأ في

الاوفاق والاعمال ... باذن ... في حصول ... كان

العلم المكنون والسر المصون مما يحتاج للاذن ... صباح و

الا لا يحل الافشاء ولا الابداح فيها الا ان ذلك ... الامر وانظر

ما يجلي عند كشف الستر ... بفضل السيد رب العجم متشرف

بمواجهة الاكرم ... آثار الفضل ... باحترام ...

... [illegible] ...

بابا ... قواعد الفن ... فيما ... ثم ...

بهذا المختصر اللطيف ... وسميته مجلى العروس ١٣٢٩

ومراد النفوس ... عام التاليف ...

هذه المستور اللطيف ... في ...

من فنون ... المكنون ... احمد ...

... [illegible] ... بالكمال ...

... في ... السيد الشريف ... احمد

النوري ... [illegible] ...

... [illegible] ...

سيدنا السيد الرئيس . آل الرجال الالهية [illegible] تحفة [illegible] وعلى [illegible]
سره في الآفاق [illegible] في طلاب فن التسبيح [illegible]
[illegible] فيها رضيات وتسهيلات [illegible]
ثم [illegible] بعض [illegible] الاوراد [illegible] الشيخ الاكبر
امام اهل الكشف والتبيين [illegible] الاحجار والنبات [illegible]
سيدنا الشيخ محمد محي الدين [illegible] علي [illegible]
[illegible] قليل [illegible]
ان ادخل الباب ثم كشفت لي [illegible] من الحجاب ثم [illegible]
[illegible] عليها [illegible]
[illegible] بعض المجيب النبي [illegible]
[illegible] فانه [illegible] الجاه [illegible]
[illegible] الحيوان [illegible] الطفل [illegible]
وعلم الحروف الالف باء [illegible] الكتاب [illegible] بالعبادة قادر
[illegible] النهاية ربنا عليك توكلنا واليك انبنا واليك
المصير انت المستعان [illegible] وانت القدير [illegible]
الجواد الوهاب [illegible] العليم الكريم ولا حول ولا قوة الا
بالله [illegible] رب العالمين [illegible]


ذخیره

حواشي المقاصد الحسنة في بيان كثير من الاحاديث المشتهرة على الالسنة للسخاوي

بسم الله الرحمن الرحيم

حرف الهمزة

۱ قوله وفيه عن ابي مالك الاشعري – عند الطبراني في الكبير ۱۲

قوله والى موسى وعقبة بن [illegible] عند ابي داؤد ۱۲

۲ قوله وهو متفق عليه عن ابي هريرة مرفوعا – اقول لم اره لمسلم انما فيه قوله صلى الله تعالى عليه وسلم فر من المجذوم كما تفر من الاسد انا قد بايعناك فارجع نعم يوهم صنيع السخاوي بلفظ في من المجذوم كما تفر من الاسد والله وحده عزاه في المشكوة وكذا الامام النووي في شرح مسلم تحت حديثه المذكور وكذا الامام السيوطي في ذيل الموضوع ۱۲

۳ قوله وغيرها بزيادة – عزاه مطلق ۱۲

۴ قوله لعثمان بن عفان مرفوعا افضل العبادات اخفاها – وكذا ذكره القضاعي بلفظ خير العبادة اخفاها كما في الجامع الصغير قال قال الحافظ ابن حجر يروى بالوحدة وبالمثناة التحتية ۱۲

۵ قوله وزعم ابن عدي ان هذا الحديث من موضوعات جعفر بن محمد بن علي بن ابان لا شك وكذا عده الذهبي [illegible] اورده في الجامع الصغير ۱۲

۶ قوله عن عائشة مرفوعا بهذا – اقول لم اره في الجامع الكبير [illegible] وقال في آخره الدمي عن ثوبان فانا والله روى عنه ۱۲

قوله وعند البيهقي معناه في الزهد من حديث اسماعيل بن عبد الله – عنعت رحمك الله لقد ابدت النجعة فقد اخرج الشيخان عن ابي هريرة قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول الله تعالى انا عند ظن عبدي بي انا معهم

حواشی شرح الصدور للامام السیوطی

بسم الله الرحمن الرحیم

ص۲ قوله (واخرج) عن ابی ہریرة — اخرجه الخطیب فی المتفق والمفترق عن ابن مسعود رضی الله تعالی عنه عن النبی صلی الله تعالی علیه وسلم قال ما من مولود الا وفی سرته من تربته التی خلق منها حتی یدفن فیها وانا وابوبکر وعمر خلقنا من تربة واحدة فیها ندفن ذکره فی الاکتفاء فی الکتاب بفضائل الشیخین واخرج عبد بن حمید وابن المنذر عن عطاء الخراسانی قال ان الملک ینطلق فیأخذ من تراب المکان الذی یدفن فیه فیذره علی النطفة فیخلق من التراب ومن النطفة وذلک قوله تعالی منها خلقناکم وفیها نعیدکم ذکره المصنف فی الدر المنثور مختصرا ۱۲

ص۲ قوله واعمق له فی قبره — الی قدر القامة لا نحوها ۱۲

قوله ولا تعمقوا فان خیر الارض اعلاها ای اکثر من قدر القامة بدلیل ما بعده ۱۲

ص۴ قوله من لم یؤمن لم یؤذن له — صوابه من لم یوص ۱۲

ص۴ قوله فیه نقوم ولسجد ولسبح ولعبر ولعلم ما تحت الرداب — اقول اما ان النفس هو الروح الحیوانی والروح هو الروح الانسانی وبه قال لسیدی الشیخ الشیوخ فی العوارف ۱۲

ص۴ قوله وبه الاحد ان القلب محل الروح — قلت بل بها احد قول الامام حجة الاسلام ان القلب هو الروح ۱۲

نفع الفنون جلد اول

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم

36 قوله الابانه عن اصول الديانة للامام ابی الحسن الاشعری وشرحها للامام القاضی الباقلانی ١٢

47 قوله الحافظ ابی عمر یوسف بن عبد الله سماه خالد وعنه ذکر الکافی فی فروع المالکیة وانما اسمه یوسف کما بیناه فی الموطا وذکر نسبة تحت الموطا یوسف بن عبد الله بن عبد البر کما بیناه فی الکافی خالد بن عبد الله بن یوسف بن عبد الله فالله تعالی اعلم ١٢

96 قوله علی الفضل بن الحسین الطبری ١٢

قوله محمد ابن احمد المکی البزدوی الکجراتی الهندی ثم المکی بن اعتقاد القاضی محمد خان البزدوی

102 قوله القانید فی علاوة الاسانید کان ینبغی ایراده فی الفاء ١٢

111 قوله الامام صوابه الالمام بما یأتی ص الالمام فی شرح الالمام سبق ذکره اهـ ٢

112 قوله للشیخ عز الدین کتاب الالمام عزاه فی نصب الرایة فی مواضع کثیرة للامام تقی الدین ابن دقیق العید رحمه الله تعالی ص ٢٣ و ٧ و ١٧ وغیرها وانظر الالمام الآتی ص ١٤٣ وحاشیة وفیات الایام والالمام کلیهما لابن دقیق العید ص ١٤٣ وحرر فی فرع التکمیل ص شرح الالمام لم یسبق للمصنف عزو الالمام وشرحه معا الیه والله تعالی اعلم ثم انکشف الامر بان الالمام لابن دقیق العید والالمام فی شرح الالمام ومن هذا الالمام القول فی نصب الرایة الالمام فی ادلة الاحکام فلعله للامام ابن عبد السلام والله تعالی اعلم

112 قوله انتصار... وذکر فی مقدمة المختار الانتصار للامام ائمة الامصار لسبط ابن الجوزی فی مناقب الامام الاعظم رضی الله تعالی عنه ٢

[illegible]

[illegible]



حواشي الفتاوى الخانية للامام فقيه النفس فخر الملة والدين قاضيخان

بسم الله الرحمن الرحيم

قوله بالحمد لله ان خرج الماء - لانه يبيح الانتقال ١٢ ص۲

قوله كبير فيه مشرعة توضأ انسان في المشرعة - المشرعة مورد الشاربة والحاصل ان هذا الحوض سقف اي طاقات لاخذ الماء منه فان كان الماء متصلا بالالواح التي سقف بها هذا الحوض لا ينقلب بالاستعمال لا يجوز التوضؤ به لان كل مشرعة منه ح كحوض صغير وان كان الماء دون الالواح لا يجوز لانه حوض واحد في طرائه باستعمال المستعمل منه ١٢ منحة الحقائق ص ٣ ص۳

قوله في الحوض الكبير - اقول ولذا الصحيح فالقيد اتفاقي ١٢ ص۴

قوله اعمق مقدار - اي حفر من حيطانها قدر ما كان لعلل اليه من الماء المخبر ولقي مالم لعلل اليه ١٢ ص۴

قوله من الثانية جميع الماء - لان الاجزاء بدلا ثبت بالنص معدولا عن القياس و النص في الجنب وان الماء المنجس به ١٢ لكن يرد عليه بانه يجد السطر في فارة ماتت في حب ١٢ فرعن في الصفحة القابلة ١٢ والنظر بافي التجر ١٢ ص۴

قوله جلده وهي ظاهر الرواية - لانه ابناء على قول من قال ان جلده يحتمل للشعر ١٢ ص۴

قوله الى غسل الرجل ... يعني لا يقدر عليه اقول لكن يقدر على التيمم فرائيح و ص۱

قوله وصلى جاز وان سال الجرح ذلك - مقيد بما ترتقا انه ان نزل المطر وجب الاعتدال ولم يجز التيمم ١٢ ص۲

قوله في الانتفاء - اي في كف كل عضو ١٢ ص۱

قوله فانه يغسل به اعضاء وضوئه - لانتقاص طهارة اعضاء الوضوء بالقهقهة ص۲

شیخ عطیہ محمود، مدرس مسجد حرام مکہ مکرمہ

لـلّٰـــه دَرُّ مـؤلفِ اهـدیٰ لـنـــا (۱) درا لـقـد شـرح الـصـدورَ صـدوره

اهـدتـــه لـلا رواح راحة احـمـد (۲) فـسـمـا و طـاب لدی الانام سروره

قـد صـاغ جـو هـر ه بمکة فازدهی (۳) وازداد فـضـلاحیث ثُـم ظهـوره

فهو الـلـبـاب الـمـسـتـطـاب وحقـه (۴) بـمـاءَ التبـر کتبـا ان تصا غ سطوره

لاشک اَنَّ ارُضَ الالـه و احـمـدا (۵) هـذا الـصـنـیـع الـمـشرقات بدوره

یـا مـن تـروم الـعـلم بـادر واغتنم (۶) روض الـعـلـوم الـفـائحات زهوره

(الفیوضات المکیہ، ص ۲۰۱)

(ترجمہ)

(۱) کیا ہی خوب ہیں یہ مؤلف جنہوں نے ہمیں دُرِ بے بہا (الدولۃ المکیہ) عنایت فرمایا، بلاشبہ اس کی آمد آمد نے ہمارے سینے کشادہ کر دیے۔

(۲) احمد (رضا) کے دستِ اقدس نے اعلیٰ درجہ کا تحفہ عنایت فرمایا جس کے سرور و کیف سے ارواح مست و سرشار ہو گئیں۔

(۳) اس کے جوہر کو انہوں نے مکہ میں ڈھالا، وہ خوب سے خوب تر ہو [illegible]

(۴) وہ پاکیزہ و برگزیدہ ہے، سچ تو یہ ہے کہ اس کی سطور آب زر سے لکھے [illegible]

(۵) بلاشبہ حرمین شریفین میں اس تحریر کے ماہتاب ضوفشاں ہیں۔

(۶) اے علم کے طلب گار! جلدی کر انہیں غنیمت جان، یہ بوستان علوم ہیں اس گلستان کی کلیوں کی مہک دور دور تک پھیلی ہوئی ہے۔